رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ
(سُورَةُ النُّورِ، آیة: ۳۷)
رِجالُ الغیب
پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

نام کتاب	:	رجال الغیب
مصنف/مرتب	:	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
موضوع	:	اولیائے مستورین کے احوال ومقامات
تحریک وتشویق	:	محمد عالم مختار حق
سالِ طباعت اوّل	:	۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء
مقدمہ	:	مولانا شہزاد مجددی
ابتدائیہ	:	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
ناشر	:	مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ، لاہور
رابطہ	:	0300-4235658 042-7213560
صفحات	:	240
قیمت	:	-/200 روپے

مکتبہ نبویّہ۔ گنج بخش روڈ، لاہور

ملنے کے پتے:

بزرگانِ دین سے محبت کرنے والے کتب فروشوں سے طلب کریں۔

انتساب

رجال الغیب کو تلاش کرنے والوں کے نام

حضرت شمس الدین محمد حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

یا صاحبَ الجمال و یا سیّدَ البشر

مِن وجہکَ المنیرِ لقد نوّرَ القمر

لا یمکنُ الثناءُ کما کانَ حقّہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر ۱۳۶۹ھ

اے پیکرِ حسن اور اے سرتاجِ انسانیت! یقیناً (چودھویں کا) چاند آپ ہی کے نُور افشاں چہرے سے درخشاں (ہُوا) ہے (پُوری انسانیت بھی ایک زبان ہوکر) آپ کے اوصاف و کمالات بیان کر پائے؟ یہ ممکن ہی نہیں! اِس (بے پناہ) داستان کو یُوں مختصر کرتا ہوں کہ خُدا کے بعد آپ ہی کی ذات بزرگ و برتر ہے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
بلغ العلیٰ بکمالہ
پہنچے بلندی کو اپنے کمال سے
کشف الدجیٰ بجمالہ
دُور کر دیا اندھیرے کو اپنے جمال سے
حسنت جمیع خصالہ
حسین ہیں اُن کی سب خصلتیں
صلوا علیہ وآلہ
درود بھیجو اُن پر اور اُن کی آل پر (سعدی)

انا اعطینک الکوثر
فصل لربک وانحر
ان شانئک ھو الابتر
صدق اللہ العظیم

②— درودِ خضری

یہ درود اولیاءاللہ کے اکثر معمول میں رہا ہے بے شمار اولیاء نے اسے پڑھا ہے خاص کر حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ عارف کامل کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ یہ درود کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور اپنے مریدین کو بھی یہی درود پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے کیوں کہ یہ درود الفاظ کے لحاظ سے مختصر ہے مگر معنی کے لحاظ سے جامع ہے اس درود پاک کے فوائد بے پناہ ہیں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے اس درود کو پڑھنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب غلام بن جاتا ہے اور دین و دنیا میں اسے کسی چیز کی کمی نہیں رہتی اور سکون قلب کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ بزرگانِ چورہ شریف حضرت بابا فقیر محمد چوراہی اور ان کے سجادہ نشین حضرات کے معمول میں یہی درود کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ

اے اللہ اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اور ان کے

اَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ○

صحابہ پر سلام اور درود بھیج۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

یا عبادَ اللہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (مصنف)

میری ساری زندگی علماء کرام کی مجالس میں گزری ہے۔ طالب علمی میں اپنے استادوں کی نگاہِ لطف وکرم کے زیرِ سایہ رہا۔ ذرا ہوش سنبھالا تو دینی مجالس اور نعت کی محافل کی چھاؤں میں پھلا پھُولا۔ کتابوں کے صفحات نے اساتذہ فن کا گرویدہ بنادیا۔

ع دانہ می چیدیم ہر جائے کہ خرمن یافتیم!

جہاں گیا، اساتذہ کی شفقتیں ملیں، علماء کرام کی نظر کرم پائی۔ ان علماء کی محافل میں فنی کتابوں کے ساتھ ساتھ اولیاء اللہ کے ملفوظات اور فارسی شعراء کی عرفانی کتابوں سے شناسائی ہوئی۔ استادانِ مکرّم صوفیہ کرام کے واقعات بیان کرتے، ان کے ملفوظات سناتے، ان کی کرامات کا ذکر کرتے تو نصابی کتابوں کے ساتھ ساتھ ان عرفانی نفحات نے دل کی گہرائیوں میں گھر کرنا شروع کیا۔

کچھ شعور بیدار ہوا تو اپنے اردگرد بایزید بسطامی، حضرت جنید بغدادی، حضرت ابوالحسن علی الہجویری معروف بہ داتا گنج بخش، خواجہ اجمیری کی ارواحِ مقدسہ کے ساتھ ساتھ مختلف سلاسلِ تصوف کے اولیاء کی مجالس میں جگہ ملنے لگی۔ یوں محسوس ہوتا ابھی ابھی ان بزرگوں کی محفل سے اٹھ کر آیا ہوں۔

ان بزرگوں کے ساتھ ساتھ مجھے ایسے اولیائے مستورین اور مردانِ خدا کی تلاش کا شوق پیدا ہوا جو باقاعدہ ''خانقاہی نظام'' اور ''روحانی تربیت گاہ'' کے مسند نشین تو نہ تھے۔ مگر ان بزرگوں کے پاس آتے باتیں کرتے۔ بات سنتے پھر سناتے اور پھر یوں غائب ہو جاتے کہ بار بار بلائیں مگر پلٹ کر بھی نہ دیکھتے۔ میں ایسے

مردانِ خدا کی مدتوں تلاش میں رہا۔ مگر میری نگاہ کی نارسائی کہیے یا شومیٔ قسمت کہیے
کہ کسی رجل غیب کی زیارت نہ ہوئی۔ میں اپنے استادوں، بزرگوں، مقتدر علماء کرام
اور ہم عصر مشائخ کرام سے پوچھتا تو وہ اس سلسلہ میں راہنمائی کرنے کے بجائے ان
حضرات مستورین کے واقعات اور کمالات بیان کر کے میرے شوق و جستجو میں اضافہ
کرتے مگر کبھی ہاتھ پکڑ کر کسی سے ملاقات نہ کرائی اور نہ نشاندہی کی۔

مَیں نے صوفیہ کرام کی بے شمار کتابوں کا مطالعہ کیا۔ جہاں جہاں رجال الغیب
کا ذکر آتا اسے دلچسپی سے پڑھتا۔ ان کی علامات پر غور کرتا، ان کے مقامات کی تلاش
کرتا، ان کی عنایات کے لیے ترس جاتا، ان کی زیارت کے لیے ہر جگہ جاتا مگر ایک
ہی جواب پاتا کہ

در جستجوئے ما نہ کشی زحمتِ سراغ
آں جا رسیدہ ایم کہ عنقا نمی رسد

کئی بار ایسا ہوا کہ بعض حضرات نے میری اس جستجو پر ترس کھاتے ہوئے بعض
وظائف و عملیات بتائے، بعض نے مشکل مقامات پر چلہ کاٹنے کو فرمایا، بعض نے
ویران قبرستانوں میں راتیں گزارنے اور وظائف پڑھنے کا کہا بعض نے ویرانوں
بیابانوں میں سفر کرنے کا کہا اور اس طرح میں مختلف مراحل سے گزرتا گیا۔ مگر

ع کچھ ہاتھ نہیں آیا جز آہِ سحر گاہی!

مجھے زندگی میں بعض سخت مراحل سے گزرنا پڑا، سخت مقامات آئے، بیماریاں،
لاچاریاں، پریشانیاں، مایوسیاں، ناکامیاں گھیرتی رہیں مگر رجال الغیب سے نہ ملاقات
ہوئی نہ ان سے اپنا حالِ زار بیان کر سکا۔ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک کا سہارا
لیتا، دادرسی کی فریاد کرتا، یَا رسولَ اللہ اُنظُر حَالَنَا کہتا، بارگاہِ ربّ العزت میں وسیلہ
بناتا، پھر یا عباد اللہ اعینونی پکارتا، ظاہری طور پر کوئی میرا ہاتھ نہ پکڑتا، کوئی میرے
سامنے نہ آتا۔ مگر اس ناکامی کے باوجود نہایت پر اسرار خاموشی کے ساتھ آہستہ آہستہ

میرے مسائل حل ہو جاتے اور مشکلات دور ہو جاتیں۔ خدا معلوم یہ ”عباد الرحمٰن“ کا تصرف تھا یا اولیائے مستورین کی کرامت تھی۔ دادرسی ہو جانا، مصائب کا دُور ہو جانا، مشکلات سے بچ نکلنا، رجال الغیب کے الطاف واکرام کے تصرفات کی وجہ سے تھا۔

مَیں جن دنوں ”رجال الغیب“ کی تلاش میں نکلا تو مجھے ایک صاحبِ عرفان بزرگ حضرت محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے متاثر کیا اور اپنی کتابوں کے مطالعہ کے جال میں گھیر لیا۔ مجھے ان کی کتابوں کے صفحات پر رجال الغیب آتے جاتے نظر آتے۔ ابنِ عربی خود بھی رجال الغیب کے پاس جاتے اور باتیں کرتے نظر آتے۔ کبھی ان کے پاس قیام کرتے، کبھی ان کی تلاش میں صحرا و دریا عبور کرتے دکھائی دیتے۔ ان رجال الغیب کے درمیان ایک قد آور اور روشن چہرہ نظر آتا، جسے ابنِ عربی خضر علیہ السلام کے نام سے تعارف کراتے۔ مَیں نے بار بار حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کی کوشش کی مگر ملنا تو کجا انہوں نے کبھی نگاہِ غلط انداز سے بھی نہ نوازا۔

بگفتا حالِ ما برقِ جہان است
بگاہے ظاہر و دیگر نہان است
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینیم
گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینیم

”رجال الغیب“ کے خانوادوں میں مجھے خضر علیہ السلام یوں گھومتے پھرتے محسوس ہوتے جیسے ابھی مجھے مسکرا کر دیکھیں گے اور میری انگلی پکڑ کر اپنے ساتھ لے چلیں گے:

میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو اولیاء کرام کی مجالس میں بیٹھے محسوس کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جہاں جہاں کسی بزرگ کے پاس جاتے محسوس کرتا وہاں پہنچ جاتا۔ جب وہ ان سے ملاقاتیں کرتے، باتیں کرتے معارف و اسرار کی حکایات بیان کرتے تو میں تصورات میں انہیں اکٹھے کرتا جاتا اور اپنی کتاب کی زینت بناتا جاتا۔ دل میں کہتا۔ ملاقات نہ سہی ملاقات کرنے والوں کا ذکر ہی سہی۔

ع گل نہ سہی، گل کی نکہت ہی سہی!

آج سے چند سال قبل لاہور کے ایک عالمِ دین مولانا مفتی عبدالعزیز مزنگوی لاہوری کا ایک رسالہ نظر آیا۔ جو ابدال اور رجال الغیب کے احوال و مقامات پر لکھا گیا تھا۔ مولانا نے اس چھوٹے سے رسالے میں رجال الغیب خصوصاً ابدال پر بڑی مفید گفتگو کی تھی۔ احادیث کی روشنی میں ان کا تعارف کرایا۔ ابنِ عربی کے رشحات فصوص الحکم اور فتوحات مکیّہ تو ایک بحر زخار ہیں مگر مجھے مولانا عبدالعزیز مزنگوی کی کتاب بڑی پسند آئی۔ مَیں نے اسے بنیاد بنا کر ایک مختصر سی کتاب مرتب کی جو ''احوالِ ابدال'' کے نام سے شائع ہوئی۔ لوگوں نے اسے بڑا پسند کیا۔ رجال الغیب کو تلاش کرنے والوں نے اسے بارہا پڑھا۔ بعض حضرات خود چل کر میرے پاس آئے جیسے میں رجال الغیب کے درمیان بیٹھا ہوا ہوں اور اُن کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں اور ان کی قربت میں ہوں۔ بعض لوگ رجال الغیب سے ملاقات کرنے کے لیے میری امداد طلب کرتے، بعض حضرات اپنے مصائب اور مشکلات کو بیان کر کے کہتے کہ رجال الغیب سے سفارش کر کے میرا یہ، یہ مسئلہ حل کرائیں۔ اس کتاب کی تحریر کی وجہ سے

من بہر جمعیتے نالاں شدم
جفت بد حالاں خوش حالاں شدم
ہر کسے از ظنِ خود شد یار من
از درونِ من نہ جست اسرار من

اسی طرح کچھ سال گزر گئے۔ میرے بعض احباب نے ''احوالِ ابدال'' کو بنیاد بنا کر ''رجال الغیب'' پر ایک مستقل کتاب لکھنے کا مشورہ دیا۔ اور بعض نے اضافات کرنے پر اصرار کیا اور فرمایا:

ع مشاطہ را بگو کہ در اسبابِ حسن دوست
چیزے فزوں کند کہ تماشا بما رسد

رجال الغیب کا مسودہ تیار ہونے لگا۔ بعض اہلِ علم تک رسائی کر کے مشورے

لیے، بعض روحانی بزرگوں سے راہنمائی حاصل کی۔ بعض عرفانی کتابوں نے اپنے میرے لیے صفحات کے سینے کھول دیئے۔ مگر نہ رجال الغیب نے خود راہنمائی کی نہ حضرت خضر علیہ السلام نے تشریف لاکر نوازا۔

اِن لبوں نے نہ کی مسیحائی

ہم نے سو سو طرح سے مَر دیکھا

میرا اپنا خیال ہے کہ اس مختصر سی کتاب سے ان لوگوں کو قدرے راہنمائی ملے گی جو میری طرح رجال الغیب کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ وہ لوگ اس کتاب سے ضرور استفادہ کریں گے جنہیں رجال الغیب کی قوت کا ادراک ہے۔ وہ لوگ ضرور مطالعہ کریں گے جنہیں رجال الغیب سے کبھی ملاقات ہوئی ہے یا ان سے واسطہ پڑا ہے۔

رجال الغیب وہ مردانِ خدا ہیں جو مصیبت میں کام آتے ہیں۔ جو بغیر احسان جتائے درماندہ راہ کی راہنمائی فرماتے ہیں۔ مگر وہ دادِ تحسین نہیں سنتے، حاجت روائی کرتے ہیں مگر کچھ طلب نہیں کرتے، کوئی انہیں ملے یا نہ ملے وہ آفتاب کی روشنی کی طرح اپنی ضیائیں ہر جگہ بکھیرتے جاتے ہیں، کوئی انہیں جانے یا نہ جانے وہ اپنا کام کرتے جاتے ہیں، کوئی انہیں پہچانے یا نہ پہچانے وہ لطف و کرم کی بارشیں برساتے جاتے ہیں، کسی کی دادرسی کر کے داد و تحسین کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، کسی کی ضرورت پوری کر کے اس سے شکریہ کی توقع نہیں رکھتے، کسی سے احسان نہیں جتاتے۔

یہ لوگ اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے بانٹتے چلے جاتے ہیں۔ رحم و کرم کی خیرات تقسیم کرتے جاتے ہیں نہ احسان نہ مروّت، نہ داد نہ تحسین۔ وہ رحمۃ للعالمین کے خزانوں کے تقسیم کار ہیں، وہ منشئی رحمت کا قلمدان لے کر غریبوں، مسکینوں، دردمندوں، پریشان حالوں، خستہ دلوں، بیماروں اور لاچاروں کی دادرسی کرتے جاتے ہیں۔ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ رحمت کے مظہر ہیں، وہ نبی رحمت کی سلطنت عطاء کے کالم ہیں۔

رجال الغیب کا ایک اپنا جہان ہے، ایک اپنا نظام ہے، ان کے سامنے مشرق و مغرب کی پہنائیاں اور شمال و جنوب کی حدود کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، ان کے دم قدم

سے کائنات ارضی کا نظام قائم ہے۔ وہ تکوینی قوانین کے ماتحت اپنے امور سرانجام دیتے رہتے ہیں، نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں، نہ غفلت برتتے ہیں نہ کوتاہی۔ اگر اقطابِ عالم کا نظام ایک لمحہ کے لیے ٹوٹ جائے تو سارا جہاں درہم برہم ہو کر رہ جائے۔

رجال الغیب کے معمولات کو ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اور نہ انہیں اپنی خواہش یا مرضی کے مطابق بلایا جا سکتا ہے نہ وہ ہماری خواہش کے پابند ہیں۔

؎ نہ بزورو، نہ بزاری نہ بہ زر، می آیند!

میں نے اپنی کوتاہ دامنی کے باوجود اس موضوع پر ہاتھ بڑھانا شروع کیا ہے اپنی کوتاہ فہمی کے باوجود مختلف اہلِ علم وارباب روحانیت سے استفادہ کیا ہے روحانیات کی وہ کتابیں جن تک میری رسائی ہوئی ان سے ہیرے موتی چن چن کر ایک دستر خوان تیار کیا ہے تاکہ کتاب کے قارئین رجال الغیب کے احوال سے واقف ہوں۔ مگر وہ ارباب روحانیات جنہیں اللہ نے فکر رسا عنایت کی ہے ان کے لیے طفلانہ تحریر ہوگی۔

کتاب کے مرتب کرتے وقت مجھے بہت سے احباب نے راہنمائی عطا کی۔ بہت سے مقامات پر مجھے روشنی مہیا کی۔ مَیں ان حضرات کے نام اپنے دیباچہ میں اس لیے نہیں لانا چاہتا کہ یہ رجال الغیب کا جہاں ہے یہاں کا ہر شخص غائب، خفیہ اور پُراسرار ہوتا ہے مجھے کیا پتا کہ جن حضرات نے میری امداد کی ان میں سے کچھ احباب ''مستورین'' یا ''رجال الغیب'' کے قبیلے سے ہوں۔

بایں ہمہ یہ کتاب آپ کے سامنے آئی ہے اس پر ایک نگاہ ڈالیں، اس کے اوراق پر نظر ڈالیں شاید کوئی بات آپ کو پسند آجائے اور آپ کی زبان سے میرے لیے کلمۂ خیر نکلے اور میرے نصیب جاگ اُٹھیں۔

؎ غرض نقشیست کز ما یاد ماند
که هستی را نمی بینم بقائے

مقدّمہ

(حضرت علامہ ملک محمد شہزاد مجددی)

الحمد للہ والصلٰوۃ والسّلام علٰی رسولہ الکریم ٥

تصوّف اور روحانیت دراصل شریعتِ اسلامیہ کا باطنی پہلو ہے، بالفاظِ دیگر اسے ''فقہ الباطن'' بھی کہا جاسکتا ہے۔ حضرات صوفیہ کرام نے قرآن مجید کے تصوّرِ تزکیہ اور حدیث شریف کی اصطلاح ''احسان'' کو بنیاد بنا کر انسانی طبیعت اور مزاج کی اصلاح کے لیے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی راہ اپنائی ہے اور اُمّتِ مسلمہ صدیوں سے اس راہِ صدق وصفا پر گامزن ہو کر فلاح ونجات کی منازل طے کر رہی ہے۔

صوفیۂ کرام نے قرآن وسنّت کی روشنی میں علومِ اسلامیہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱- علم الاحکام۔ ۲- علم الاسرار۔

صرف علم الاحکام یعنی مسائل وفضائلِ شرعیہ تک محدود رہنے والے علماء، محدث، فقیہ، مفتی اور مجتہد وغیرہ کہلائے اور محض علم الاسرار کی وادیوں میں گُم رہنے والے درویش، صوفی، ابدال واقطاب وغیرہ کے القاب سے جانے جاتے ہیں۔ البتہ اہلِ کمال کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جسے علم وعرفان کے اِن دونوں چشموں سے بہرۂ وافر حاصل ہوا اور انہوں نے شریعت وطریقت کے مرج البحرین کے مابین ''پُل'' کا

کردار ادا کیا۔ یہی نفوسِ قدسیہ اپنے کمالِ علم و معرفت کے باعث ''ورثۃ الانبیاء'' قرار پائے اور یہی ائمہ ملّت ہیں جو فقہ و تصوّف ہر دو میدانوں میں درجہ تحقیق پر فائز نظر آتے ہیں۔ حدیث شریف میں ایسے ہی بزرگوں کو انبیاء کا وارث فرمایا گیا ہے۔

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس نے فقہ سیکھی اور تصوف حاصل نہ کیا اس نے نافرمانی کی اور جس نے تصوّف حاصل کیا اور (علمِ) فقہ سے حصہ نہ لیا وہ زندیق ہوا اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا اس نے حق کو پالیا''۔

علم الاسرار اور روحانیت کا سرچشمہ بھی دیگر علومِ اسلامی کی طرح قرآن مجید اور فرقانِ حمید ہی ہے۔ وحی و الہام، معجزات اور مکاشفات و کرامات کے علاوہ علم لدنی کے حقائق و معارف کا تذکرہ بھی اس کتاب روشن میں جا بجا ملتا ہے۔ سورۃ الکھف میں ''قصہ خضر و موسیٰ'' بھی اس حوالے سے بڑا اہم ماخذ ہے۔ دربارِ سلیمانی میں آصف بن برخیا کا تصرّف ہو یا سیّدہ مریم سلام اللہ علیہا کے پاس موجود بے موسمی میوہ جات یا پھر سامری جادوگر کا جبریل امین کی سواری کے قدموں کی خاک سے لے کر بچھڑے میں جان ڈالنا، پھر اصحابِ کہف کے واقعات، یہ سبھی امور خوارق عادات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور قرآن نے انہیں بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

کیونکہ اہلِ ولایت کو بھی صوفیہ کرام نے دو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا ہے، ایک شعبہ کا تعلق تشریعی امور سے ہے اور دوسرے کا تکوینی امور سے۔ یعنی ایک طبقہ اہلِ دعوت وارشاد کا ہے اور دوسرا گروہ اہلِ تصوف واختیار کہلاتا ہے۔ ان میں سے اوّل الذکر ''قطب الارشاد'' کے تابع ہوتا ہے اور دوسرا ''قطب مدار'' کے زیرِ نگرانی خدمات سرانجام دیتا ہے۔

قطب مدار کی تنظیم کے ارکان، اوتاد، ابدال، نقباء، نجباء اور رجال الغیب وغیرہ کی حیثیت سے تکوینی امور سرانجام دیتے ہیں۔ ان امور کو اصطلاح میں خرق وغرق،

احیاء و اماتت اور تفریق و ترزیق کہا جاتا ہے۔ جبکہ آسان زبان میں جنگ و امن، عذاب و سزا، بارش و طوفان، فتح و شکست، حکومت و اقتدار اور انسانی معاشرت سے متعلق دیگر انتظامی معاملات کا طے پانا ایسے ہی اہلِ باطن کے روحانی تصرّف سے وابستہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الفتح:۴) زمین و آسمان کے لشکر اللہ ہی کے ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ آسمانی لشکروں سے مراد ملائکہ اور زمینی لشکروں سے مراد اہلِ ایمان ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''الدُّرالمنثور'' میں بحوالہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں:

الرّوح جندٌ من جنود اللّٰہ۔ روحیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکارِ اولیاء کرام کو بھی ''جُند اللہ'' فرمایا ہے۔ آپ کا اِرشادِ گرامی ہے:

حکایات المشائخ جندٌ من جنود اللّٰہ۔ مشائخ کرام کی حکایات و واقعات بھی اللہ کے لشکر ہیں۔

سورۃ النازعات کی آیت نمبر 5 کے تحت مفسرین کرام لکھتے ہیں:

فالمدبّرات اَمراً۔ امور کی تدبیر کرنیوالے (یعنی ملائکہ کرام)۔

اللہ کے بہت سے فرشتے کائنات کے تکوینی امور کی انجام دہی پر بھی مامور ہیں، بارش اور رزق رسانی، وحی اور امور روحانی، قبض ارواح وغیرہ یہ سب کام فرشتے اللہ کے حکم سے سرانجام دیتے ہیں اور ان تمام تدبیروں کی نسبت مجازاً فرشتوں ہی کی طرف کی جاتی ہے جبکہ ''مدبر حقیقی'' ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ سابقات، سابحات بھی اس کے عطا کردہ امور میں مصروف رہتے ہیں۔

چنانچہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۵۱ کے تحت امام قرطبی علماء کا اختلاف بیان

کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ابدال ہیں، اور وہ چالیس مرد ہیں۔ جب ان میں سے ایک وفات پا جاتا ہے تو اللہ دوسرے کو اس کی جگہ مامور فرماتا ہے۔ قیامت کے نزدیک یہ سب وفات پا جائیں گے، ان میں سے بائیس شام میں اور اٹھارہ عراق میں ہوتے ہیں۔

وروی عن علی رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: اِن الأبدل یکونون بالشام وھم أربعون رَجُلًا کلماما ت منھم رجل أبدل اللہ مکانہٗ رَجُلًا یسقی بھم الغیث و ینصر بھم علي الأعلاء و یصرف بھم عن أھل الأرض البلاء۔

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: یقیناً ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہوں گے، جب کبھی ان میں سے ایک وفات پائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو متعین فرمائے گا، ان کی برکت سے بادل بارش برسائیں گے اور ان کے طفیل دشمنوں پر فتح دی جائے گی اور ان کے صدقے زمین والوں کی بلائیں ٹال دی جائیں گی''۔

امام قرطبی بحوالہ ''نوادر الاصول للحکیم الترمذی مزید لکھتے ہیں کہ حکیم ترمذی نے نوادر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

اِنَّ الأنبیاء کانوا اوتاد الأرض، فلما انقطعت النبوۃ أبدل اللہ مکانھم قومًا من أُمۃ محمّدٍ صلّی اللہ علیہ وسلم یقال لھم الأبدال، لم یفضّلوا النّاس بکثرۃ صوم ولاصلاۃ ولٰکن بحسن الخلق و صدق الورع حسن النیۃ و سلامۃ القلوب لجمیع المسلمین والنصیحۃ لھم ابتغاء مرضاۃ اللہ، بصبر و حلم و لب و تواضع في غیر مَذلّۃ۔

''بیشک انبیاء کرام زمین کے اَوتاد (ستون) تھے، جب نبوّت کا سلسلہ ختم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ بطور متبادل اُمّت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) میں سے ایک قوم کو مقرّر فرمایا، جنہیں ''ابدال'' کہتے ہیں۔ انہیں کثرت صوم وصلوٰۃ کے باعث لوگوں پر فضیلت نہیں ملی بلکہ حسن اخلاق، صدق وتقویٰ، حسن نیت، عامۃ المسلمین کی خیر خواہی، اللہ کی رضا کے لیے نصیحت و وعظ، صبر وحلم، دانشمندی اور ذلّت سے پاک عاجزی کے باعث انہیں یہ مقام حاصل ہوا''۔

یہ لوگ انبیاء کے نائب ہیں، یہ قوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے چُن لیا ہے اور اپنے علم میں انہیں اپنے لیے خاص کرلیا ہے، یہ ''چالیس صدیقین'' ہیں۔ ان میں سے تیس مردانِ حق حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن جیسا ذوق یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی برکت سے اہلِ زمین کے مصائب اور لوگوں کی مشکلات دُور فرماتا ہے۔ ان کے طفیل بارشیں برستی ہیں اور رزق عطا کیا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے ایک وفات پائے تو اللہ اس کا متبادل مقرر فرمادیتا ہے۔ جلیل القدر محدّث اور مفسّر حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۵۲ کے تحت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی روایت لائے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الأبدال فی اُمّتی ثلاثون: بھم ترزقون و بھم تنصرون۔ قال قتادۃ: اِنی لأرجو أن یکون الحسن منھم۔ (تفسیر ابنِ کثیر: ۱/ ۳۰۳)

''میری امت میں ابدال تیس ہیں، ان کی برکت سے تمہیں رزق دیا جائے گا اور ان کے وسیلے سے تمہیں فتح عطا کی جائے گی۔ حضرت قتادہ (ایک راوی) کہتے ہیں: مجھے اُمید ہے کہ حسن بصری علیہ الرحمۃ ان میں سے ایک (یعنی اَبدال) ہیں''۔

نوٹ: مقام تعجب ہے کہ سلف صالحین کے نزدیک کسی بڑے سے بڑے بزرگ کی فضیلت بیان کرنے کے لیے اَبدال واوتاد جیسے القاب بھی کمال احتیاط سے استعمال ہوتے تھے۔ جبکہ ہمارے زمانہ میں چھوٹے پیرزادوں اور شیخ زادوں کے لیے بھی غوث اور قطب الاقطاب سے کم الفاظ کا استعمال بے ادبی گردانا جاتا ہے۔

ع مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں!

حدیث اَبدال کی تخریج کرتے ہوئے بعض متقدمین اور متاخرین اہلِ علم کے علاوہ بعض مقتدر اہلِ حدیث نے بھی تشدّد اور تعصّب کا مظاہرہ کیا ہے۔ مناسب ہوگا کہ اجمالاً اس پہلو پر بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت درج کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

الأبدال یکونون بالشام ...... الخ

"کہ ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہوں گے، جب ان میں سے ایک وفات پائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرے کو لے آئے گا، ان کی برکت سے بارش برسے گی، ان کی برکت سے دشمن پر فتح دی جائے گی اور ان کے طفیل شام والوں سے عذاب ٹالا جائے گا"۔

(مسندِ احمد رقم: ۸۵۴)

ایک اور روایت جسے حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے روایت کیا تقریباً اسی مفہوم کی ہے لیکن اس میں "الأبدال فی ھذہِ الامّۃ ثلاثون" کے الفاظ آئے ہیں یعنی اَبدال کی تعداد تیس بیان کی گئی ہے۔ (مسندِ احمد، مسند الانصار رقم: ۲۱۶۸۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام زرقانی نے صحیح کہا ہے۔

جبکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے (مختصر المقاصد الحسنۃ) سے امام اسماعیل العجلونی نے "کشف الخفاء" میں مفصّل تصریحات کرتے ہوئے لکھا

ہے:

آیتقوی بتعدد طرقة الکثیرة۔

''کثرت طرق کی کی بناپر یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے''۔

سنن ابی داؤداور سنن ابن ماجہ میں درج احادیث کے بعض راویوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے وقت کے ابدال تھے۔ (ابوداؤد رقم:۲۰۹۶،ابنِ ماجہ رقم:۳۳۳۹)

نیز سننِ دارمی (باب فی فضل قل ھواللہ احد) میں شامل ایک روایت (رقم:۳۲۹۵)

اس مختصر وضاحت اور احادیثِ مبارکہ کے مضامین کی روشنی میں اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے اُسلاف تصوّف کی ان اصطلاحات اور مناصب ولایت سے واقف وآشنا تھے اور اپنے درمیان موجود بعض کاملین کے بارے میں یہ علم بھی رکھتے تھے کہ وہ اس منصب پر فائز ہیں۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ''صاحبِ رسالہ قشیریہ'' لکھتے ہیں:

حضرت بلال خواص رضی اللہ عنہ نے حضرت خضر علیہ السلام سے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: وہ اوتاد میں سے ہیں۔

امام یافعی کہتے ہیں: یہ امام شافعی کے مرتبۂ قطبیت پر فائز ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ رسالہ قشیریہ میں مزید لکھا ہے کہ جب خواص نے خضر سے پوچھا: احمد بن حنبل کے متعلق کیا خیال ہے؟ فرمایا: وہ تو صدیق ہیں۔ (رسالۂ قشیریہ صفحہ ۱۳۳ مترجم)

شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے شاگرد اور معروف محدث امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری کہتے ہیں:

ان لم یکن ابو عبدالرحمٰن من الأبدال فلیس لِلّٰہ فی الأرض ولی۔

''اگر ابوعبدالرحمٰن اَبدالوں میں سے نہ تھے تو روئے زمین پر اللہ کا کوئی ولی نہیں ہے''۔ (مقدمہ طبقات الصوفیہ: صفحہ ۴۸)

یادرہے کہ حاکم نیشاپوری کی طرح معروف محدّث امام بیہقی اور امام ابوالقاسم

قشیری بھی شیخ السلمی کے تلامذہ میں سے تھے۔

امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:
آپ کا شمار اَبدال میں ہوتا ہے۔(بستان العارفین: صفحہ ۷۲)

امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''حلیۃ الأبدال'' میں لکھتے ہیں:
مَیں نے ایک بزرگ سے پوچھا: یا سیدی! اَبدال کس طرح اَبدال بنتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ان چار چیزوں سے جو ابوطالب مکی نے ''قوت القلوب'' میں لکھی ہیں:
(۱) خاموشی، (۲) تنہائی، (۳) بھوک اور (۴) بیداری۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مشہور حدیث اپنی ''کتاب الاذکار'' میں نقل فرمائی ہے۔ جسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

''جب تم میں سے کسی کی سواری غیر آباد مقام پر بے قابو ہو کر بھاگ نکلے، تو وہ ندا دے: یا عباد اللہ احبسوا، یا عباد اللہ احبسوا''۔(صفحہ ۲۰۴)
اے اللہ کے بندو اسے روکو! اے اللہ کے بندو اسے روکو! بیشک زمین میں اللہ عزوجل کے سپاہی ہیں وہ ضرور اسے روک لیں گے۔

روئے زمین کی مختلف جہات اور آبادیوں میں بلکہ برّ و بحر میں ایسے رجال الغیب اور مردانِ خدا ہر دور میں موجود رہتے ہیں، صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ کوئی بستی اور قریہ ایسا نہیں ہے جس میں ایک قطب یا ابدال نہ ہو جس کی برکت سے رحمت نازل ہوتی ہے اور عذاب ٹلتا رہتا ہے۔

رجال الغیب اور خاصانِ خدا کی جماعت کے سرخیل و پیشوا حضرت ابوالعباس خضر علیہ السلام ہیں۔ آپ کو نقیب الاولیاء بھی کہا جاتا ہے۔ آپ اللہ کے عبد خاص اور صاحب علم لدنی ہیں۔ قرآنِ پاک کی سورۃ الکہف میں بیان ہونے والے ''قصہ خضر و موسیٰ'' (علیہما السلام) میں آپ کے کمالات علمی و روحانی کا جامع اظہار ہوا ہے۔ جناب خضر کے حسب و نسب، اسم و لقب اور کنیت کے حوالے سے علمائے تاریخ و سیر

نے بڑی عمیق اور دقیق تحقیقات فرمائی ہیں جبکہ حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ''الزھر النضر فی حال الخضر'' میں تیرہ اقوال شجرۂ خضری کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔

صحیحین کی روایت کے مطابق آپ کے اسم خضر کا سبب یہ ہے کہ اگر آپ سادہ فرش پر بیٹھتے'' تو وہ سبز ہو جایا کرتا تھا۔ امام نووی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ آپ کی کنیت متفقہ طور پر ابو العباس ہے۔ بعض نے آپ کا نام ''خضرون'' بھی لکھا ہے جو مختصر ہو کر خضر رہ گیا، امام نووی نے ابن قتیبہ کے حوالے سے آپ کا نسب نامہ حضرت نوح علیہ السلام تک یوں بیان کیا ہے:

بلیا بن ملکان بن فالخ بن شالخ بن عامر بن أرفخشذ بن سام بن نوح۔

الاصابۃ (۲/۲۸۶) میں ملکان کی بجائے ''کلمان'' لکھا گیا ہے۔

حضرت خضر کے نبی یا ولی ہونے کے بارے میں بھی مختلف اقوال ملتے ہیں۔ علماء اور صوفیہ نے اس حوالے سے بھی خوب معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ البتہ جمہور اہلِ علم اور محدّثین کا میلان خضر کے نبی ہونے کی طرف ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے مطابق آیتِ قرآنی ''وما فعلتہٗ عن امری'' (الکھف:۸۲) سے استدلال کرتے ہوئے اگر ہم کہیں کہ وہ نبی ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ غیر نبی کس طرح نبی سے بڑھ کر عالم ہو سکتا ہے اور کیسے ایک نبی و رسول غیر نبی کے تابع ہو سکتا ہے۔ اسی لیے امام ثعلبی نے کہا:

ھو نبیٌ فی جمیع الاقوال۔ وہ جملہ اقوال کے مطابق نبی ہیں۔

امام ابنِ جریر الطبری نے اپنی تاریخ میں خضر علیہ السلام کی نبوت کا اثبات کیا ہے۔

(دیکھیے الطبری: ۱/۳۶۵)

امام ابو حیان نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

والجمهور علی أنہٗ نبی، و کان علمہٗ معرفة بواطن أو حیت الیه و علم موسیٰ الحکم بالظاهر۔ (الزہر النضر صفحہ ۶۸ بحوالہ البحر المحیط)

''جمہور علماء کا خیال ہے کہ وہ نبی ہیں اور ان کا علم باطنی امور کی معرفت سے متعلق تھا جس کی انہیں وحی کی جاتی تھی جبکہ موسیٰ علیہ السلام کا علم ظاہری احکام پر مبنی تھا''۔

اس کے باوجود صوفیہ کرام کی ایک جماعت نے انہیں ولی قرار دیا ہے، چنانچہ امام ابوالقاسم القشیری رحمۃ اللہ اپنے ''رسالہ قشیریہ'' میں لکھتے ہیں:

لم یکن الخضر نبیّا، و انما کان ولیّا۔ (الزہر النضر صفحہ ۶۹)

''خضر نبی نہ تھے بلکہ وہ تو ولی تھے''۔

بعض نے کہا کہ وہ ملائکہ میں سے ایک فرشتہ ہے جس نے انسانی صورت میں ظہور کیا۔ کسی نے انہیں ''عبد صالح'' کہہ کر یاد کیا ہے۔

جناب خضر علیہ السلام کی حیات اور وجود کے بارے میں بھی اہلِ علم کے ہاں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ لیکن جمہور صوفیہ کرام اور محدّثین عظام ان کی حیات اور تصرّفات کے قائل ہیں۔ چنانچہ امام عسقلانی نے امام ثعالبی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

اِنّ الخضر لا یموت اِلّا فی أخر زمان عند رفع القرآن۔

(الزہر النضر صفحہ ۷۷)

''بیشک خضر علیہ السلام کی موت آخری زمانے میں رفع قرآن کے وقت ہوگی''۔

امام ابوزکریا محی الدین النووی نے شرح صحیح مسلم اور تہذیب میں لکھا ہے:

قال الأکثرون من العلماء ھو حیٌّ موجود بین أظھرنا، و ذٰلك متفق علیه عند الصوفیة و أھل الصلاح والمعرفة، و حکایاتھم فی رؤیته، والاجتماع به والأخذ عنہٗ و سؤالہٗ وجوابہٗ و وجوده فی المواضع الشریفة و مواطن الخیر، اکثر من أن تحصر، و أشھر من أن تذکر۔ (تہذیب: ۱/۱۷۷)

''اکثر علماء نے بیان کیا ہے کہ وہ ہمارے مابین زندہ موجود ہیں اور یہ بات صوفیہ کرام اور اہلِ صلاح ومعرفت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ جبکہ ان کی رویت وملاقات ان کے ساتھ مل بیٹھنے اور ان سے اخذ واستفادہ کی حکایات سوال وجواب اور ان کے مقدس مقامات اور مواطن خیر میں موجودگی کے بارے میں واقعات شمار سے زیادہ اور بیان سے باہر ہیں''۔

عظیم محدث اور فقیہ امام ابوعمرو بن الصلاح فرماتے ہیں:

هو حیّ عند جماهیر العلماء والصالحین والعامة معهم فی ذٰلك وانّما شذّ بانکار ذٰلك بعض أهل الحدیث، وهو صلی اللّٰه علیه وعلٰی نبیّنا والنبیّین وآل کلّ وسلم نبیٌّ واختلفوا فی کونه مرسلًا۔ واللّٰه اعلم۔ (فتاویٰ الجز الصلاح صفحہ ۶۴)

''جمہور علماء اور صالحین کے نزدیک جناب خضر زندہ ہیں اور عوام بھی اس مسئلہ میں ان کے ساتھ ہیں۔ جبکہ بعض محدثین نے اختلاف کرتے ہوئے اس کا انکار کیا ہے۔ اور حضرت خضر علیٰ نبینا وعلی النبیین وعلیٰ آل کلّ وسلم نبی ہیں اور ان کے رسول ہونے میں اختلاف ہے۔ واللہ اعلم''۔

امام ابوجعفر الطحاوی نے ''مشکل الآثار'' میں حضرت ابوامامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت نقل کی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بنی اسرائیل کا ایک واقعہ سناتے ہوئے جناب خضر کا تذکرہ فرمایا اور دورانِ مکالمہ ان کی نبوت کا اثبات واظہار فرمایا ہے۔ (مشکل الآثار، طحاوی رقم: ۱۶۱۸)

اس روایت کو امام طحاوی کے علاوہ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بحوالہ طبرانی نقل کیا ہے۔ مزید برآں ابوسعید نقاش نے اسے ''فنون العجائب'' میں روایت کیا ہے۔

امام ہیثمی کہتے ہیں، اسے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں جبکہ اسی میں بقیۃ بن الولید مدلّس ہے لیکن وہ بھی ثقہ ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۵۰۶)

مجمع الزوائد اور دیگر کتب حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت جناب خضر کا تعزیت کے لیے حاضر ہونا بھی مذکور و مروی ہے۔ اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور دیگر روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انہیں پہچان کر دوسرے اصحاب کو آگاہ فرمانا بھی قابلِ قبول اسناد کے ساتھ منقول ہے۔

امام عسقلانی نے تاریخ یعقوب بن سفیان کے حوالے سے ریاح بن عبیدۃ کی روایت نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

میں نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت عمر بن عبد العزیز کے بازو کا سہارا لے کر چل رہا تھا، میں نے اپنے دل میں کہا یہ کوئی غیر معمولی شخص ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا اے ابو حفص! (عمر بن عبد العزیز کی کنیت) یہ آپ کے ساتھ کون شخص تھا؟ جو ابھی ابھی آپ کے ہاتھ کا سہارا لے کر چل رہا تھا؟ تو انہوں نے کہا: اے ریاح کیا تم نے اسے دیکھا تھا؟ میں نے کہا: ہاں! تو عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: تم مجھے نیک آدمی معلوم ہوتے ہو، وہ میرے بھائی خضر تھے، انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ مجھے اس امت کی حکمرانی عطا ہوگی اور میں عدل سے کام لوں گا۔ (الزھر النضر صفحہ 150)

حافظ عسقلانی کہتے ہیں یہ اس موضوع پر درست ترین سند ہے جس سے میں آگاہ ہو رہا ہوں۔

اس روایت کو ابو نعیم اصفہانی نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں بھی نقل کیا ہے۔

آخر میں مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم کی تفسیر سورۃ الکہف سے چند اقتباسات پیش کرنا یقیناً اہلِ ذوق کے لیے باعث تقویت ہوگا۔

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی ''فوائد متفرقہ'' کے تحت رقمطراز ہیں:

شیخ بالی آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فصوص الحکم میں کہا ہے کہ حضرت خضر نے شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کو کشف میں فرمایا کہ میں نے موسیٰ کے لیے ہزار مسئلہ ایسا تیار کر رکھا تھا جو ان پر ان کی ولادت کے دن سے میری ملاقات کے دن تک وارد ہوا،

لیکن ان کو ان کا کوئی علم نہیں تھا۔ پس موسیٰ نے ان میں سے تین پر بھی صبر نہ کیا۔ پس شیخ اکبر نے حضرت خضر سے ان ہزار مسائل کی تفصیل پوچھی تو حضرت خضر نے اُن کو بتادی، لیکن شیخ اکبر نے وہ باتیں بلحاظ ادب کسی سے ذکر نہیں کیں۔

یہ بات کہ حضرت خضر کے پاس حضرت موسیٰ سے متعلق کچھ اور باتیں بھی تھیں، صحیح بخاری کی حدیث سے بھی واضح ہے، جس کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مروی ہیں۔

ہماری خواہش ہے کہ حضرت موسیٰ صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی اور باتیں بھی بیان کرتا۔ ''فتح الباری'' میں اس کی مزید تفصیل موجود ہے۔

مولانا سیالکوٹی کہتے ہیں: خضر نبی تھے یا ولی۔ ہر دو طرف علماء کی ایک جماعت گئی ہے چونکہ ہم اُن کو نبی ماننے والوں سے متفق ہیں اس لیے ہم اس کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ اس مناسبت سے انہوں نے فتح الباری سے کچھ دلائل نقل کیے ہیں، جن کا کچھ تذکرہ اجمالاً ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حضرت عسقلانی کی نقل کردہ ایک روایت جسے امام ابنِ عساکر نے صحیح سند کے ساتھ ابوزرعۃ رازی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں نقل کیا ہے، بیان کرنے کے بعد مولانا سیالکوٹی کہتے ہیں:

''غرض اہلِ باطن تو بالاتفاق حضرت خضر کی زندگی کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے لمبی عمریں دی ہیں (مثلاً عیسیٰ وغیرہ) اور اہلِ ظاہر میں سے جمہور علماء متقدمین بھی ان کے ساتھ ہم آواز ہیں، لیکن زمانۂ حال میں کہ ''اہلِ صلاحیت'' عنقا صفت ہیں اور اہلِ ظاہر میں سے بھی باطن کی صفائی والے خال خال نظر آتے ہیں۔ علمائے اہلِ حدیث کی عام رائے میں ہے کہ حضرت خضر فوت ہو گئے ہیں۔ قطعی دلیل کسی طرف بھی نہیں۔ اس لیے کسی فریق کو بالیقین صحت پر یا غلطی پر نہیں کہہ سکتے۔ باقی رہی میری اپنی ذات سو ہر چند کہ اس گروہ سے ہر صفت میں کم تر ہوں۔ جس کی شکایت کر رہا ہوں لیکن دل ''اہلِ صلاحیت'' کے

ساتھ ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

احب الصالحین ولست منھم　　　لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

(تفسیر سورۃ الکھف صفحہ ۸۱-۸۲)

آخر میں پیشِ نظر کتاب اور اس کے مؤلف ادیب شہیر حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی دام ظلہ، کے حوالے سے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اس دور قحط الرّجال میں رجال الغیب اور مردانِ خدا کا تذکرہ ایک عظیم علمی و روحانی خدمت کا درجہ رکھتا ہے جناب فاروقی صاحب کی علمی و اشاعتی خدمات سے ایک زمانہ واقف ہے اور اولیاء کرام بالخصوص تکوینی امور والے مکتومین سے ان کی دلچسپی اور احوال وابدال و اقطاب سے ان کی آشنائی ان کی کتاب حیات کا ایک اہم باب ہے۔ اس موضوع پر آپ کی ایک اور کتاب ''احوال ابدال'' اہلِ ذوق کے مطالعہ میں آ چکی ہے۔

بہ نور صحبت و دیدار عارفاں شہزادؔ
چہ تابناک شدہ صبح و شام فاروقی

آخر میں دعا ہے کہ خدائے لم یزل اس کتاب میں مذکور بزرگ ہستیوں کے طفیل حضرت فاروقی صاحب کو عمر خضر عطا فرمائے اور ان کے بہی خواہوں میں اضافہ فرمائے۔ اور ان کی تحریریں اہلِ محبت کے لیے دسترخوانِ مطالعہ کی زینت بنیں۔ (آمین)

احقر العباد

محمد شہزاد مجددی

دارالاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی)

۴۹- ریلوے روڈ لاہور

یکم مارچ ۲۰۰۷ء

سیّد الرجال الغیب سیّدنا حضرت خضر علیہ السلام

خاکِ راہِ رجال الغیب: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

یہ تیرے پراسرار بندے

کائناتِ ارضی میں انسانی معاشرے کو ایک منظّم، متمدن اور مربوط زندگی بسر کرانے کی کوششیں آغاز آفرینش سے ہی ہوتی رہی ہیں۔ اس معاشرے کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اس ضرورت کو زیادہ سے زیادہ محسوس کیا جانے لگا۔ چنانچہ نسلِ آدم میں جہاں ہمیں شہنشاہانِ عالم کی فتوحات، ان کی حکمرانی کے ضوابط، حصولِ جاہ و اقتدار کی کشمکش کے لاکھوں واقعات دکھائی دیتے ہیں وہاں ہم اس معاشرہ کی اصلاح و تنظیم میں ان صاحبِ اسرار ہستیوں کے اثرات و احوال کو نظر انداز نہیں کر سکتے جنہوں نے انسانی اذہان و قلوب کو منظّم و مربوط کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان ہستیوں نے زندگی کے ہر دور میں انسانی اصلاح اور اخروی فلاح کے لیے کام کیا ہے اور وہ ٹھوس حقائق کو لے کر نہایت خاموشی سے کام کرتے گئے۔ ان کے ہاتھ تلوار کے قبضہ پر تو نہیں گئے مگر دلوں کو فتح کرتے گئے۔ وہ علاقائی سرحدوں کی تقسیم میں تو ملوث نہیں ہوئے مگر وہ روحانی اقدار کو منظّم کرنے سے کبھی غافل نہیں رہے۔ ان کے ہاتھ نسلِ آدم کے خون سے رنگین تو نہیں ہوئے مگر دنیا کے شہنشاہوں کی اکڑی ہوئی گردنیں ان کی نگاہ کی تیغ بازی کے سامنے جھکتی گئیں۔

قلندراں کہ بہ تسخیرِ آب و گِل کوشند
زشاہاں تاج ستانند و خرقہ بر دوشند

ایک عرصے سے ان خرقہ بردوش ہستیوں کے احوال و اسرار کی جستجو اہلِ ذوق کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی رجال الغیب میں سے آپ کو ان

کے فضائل، ان کی حکمرانی کے مقامات، ان کے مقاماتِ قیام، ان کی تعداد، ان کی خصوصیات، ان کے کمالات، پھر انسانی معاشرت پر ان کے اثرات کی تفصیل ملے گی اور آپ تمام کتابوں کے مطالعہ کے ماوریٰ اس کتاب میں ایک خاص قسم کی معلومات سے مستفید ہوں گے۔

ظاہر بین نگاہ ان پُر اسرار ہستیوں کے کمالات و احوال کے ادراک سے ہمیشہ محروم رہی ہے مگر اہلِ دل نے ان "رجال اللہ" کے فیضان سے نہ صرف فائدہ اٹھایا بلکہ دنیا کے بادشاہوں کی تمام فتوحات ان صاحبِ اسرار بزرگوں کی نگاہ کی حکمرانی کے سامنے ہیچ اور بے وقار دکھائی دیں۔ انہوں نے ہمیشہ ان کی روحانی قوتوں کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔

یہ غازی یہ تیرے "پُر اسرار بندے" جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا پہاڑ ان کی ہیبت سے مانند رائی

صوفیہ کے ہاں ان افراد کی تنظیم اور روحانی سلطنتوں کے نظام کی ذمہ داری بھی ایسے ہی صاحبِ کمال رجال الغیب پر عاید ہوتی ہے۔ ہم اس نظام میں سے چند مناصب کا ذکر کرنا غیر موزوں محسوس نہیں کرتے اور محسوس کرتے ہیں کہ اس ابتدائی تعارف سے آپ کو کتاب کے مضامین کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ سب سے پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ رجال اللہ (جن کی تفصیل زیر نظر کتاب میں ہے) کون حضرات ہیں، ان کے حدودِ کار میں کون کون سے امور آتے ہیں، ان کے فرائض کیا ہیں اور ان کا قیام کائناتِ ارضی کے کن کن مقامات پر ہوتا ہے۔ یہ کن کن ہستیوں کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں، ان کا تقرر، تبدیلی یا اختیارات کی حدود کیا کیا ہیں۔

دراصل "رجال اللہ" ایک مخصوص مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ قرآن پاک

نے ہمیں رجال اللہ (مردانِ خدا) کا ان الفاظ میں تعارف کرایا ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.

(ترجمہ) وہ مردانِ حق جنہیں تجارت اور خرید وفروخت یادِ خداوندی سے غافل نہیں کرتی۔

ان کا وجود مسعود حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک رہا ہے اور حضور کے عہدِ مبارک سے لے کر ظہورِ مہدی اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام تک رہے گا۔ کائنات کے قیام اور نظام کا دارومدار ان ہی مردانِ خدا پر ہے۔ عبد و معبود کے درمیان کا رشتہ انہیں کی تعلیمات و ہدایات پر قائم ہے۔ امورِ تکوینی کے انصرام اور تصرّفاتِ کونیہ کی قدرت سے مشرف ہوتے ہیں ان کی برکات سے بارشیں برستی ہیں۔ نباتات پر سرسبزی آتی ہے۔ کائنات ارضی پر مختلف قسم کے حیوانات کی زندگی انہی کی نگاہِ کرم کی مرہونِ منت ہے۔ شہری آبادیاں تغلب احوال وتحول اقبال، سلاطین کے عروج و زوال، انقلاباتِ زمانہ، اغنیاء و مساکین کے حالات میں ردّ و بدل، اصاغر واکابر کی ترقی وتنزل، جنود وعساکر کا اجتماع اور انتشار، بلاؤں اور وباؤں کا رفع و دفع، ہونا، غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کروڑوں طاقتوں کا مظاہرہ انہیں کے اختیار میں ہے۔ آفتابِ عالم تاب خداوند تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے تمام کائنات کو روشن رکھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے غیب الغیب سے ایک نور ان حضرات پر وارد کرتا ہے۔ جس سے وہ بنی آدم کے نظام کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ ان حضرات کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اولیائے ظاہرین اور اولیائے مستورین

''اولیائے ظاہرین'' کے سپرد مخلوقِ خدا کی ہدایت و اصلاح ہوتی ہے۔

یہ لوگ مخلوقِ خدا کی ہدایت اور اصلاح کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں اور اپنے فرائض سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ وہ دشوار ترین حالات کے سامنے بھی اپنے کام پر مامور رہتے ہیں۔

''اولیائے مستورین'' کے سپرد انصرام امورِ تکوینی ہوتا ہے۔ یہ اغیار کی نگاہوں (نگاہِ ظاہرین) سے مستور اور پوشیدہ ہوتے ہیں۔ مگر یہ بھی صاحب خدمت ہوتے ہیں۔ انہیں اپنے انصرامی امور کی سرانجام دہی کے سلسلہ میں اظہار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انہیں اصطلاح صوفیہ میں ''رجال الغیب'' اور ''مردانِ غیب'' کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی اتباع میں ان کے قدم بہ قدم چل کر عالمِ شہادت تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور ''مستویٰ الرحمٰن'' کا مقام پاتے ہیں۔ وہ نہ تو پہچانے جا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے وصف بیان کیے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ عام انسانی شکل میں رہتے ہیں اور عام انسانوں کے درمیان صبح و شام مصروفِ کار رہتے ہیں۔

نگاہ میں برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
یہ بات کیا ہے؟ انہیں دیکھنے کی تاب نہیں

ان میں سے ایسے حضرات بھی ہیں جو اپنے اپنے مقامات پر متعین ہیں۔ عالم احساس میں جس انسان کی شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں لوگوں کو پردۂ غیب سے پیچھے کی خبریں دیتے ہیں۔ پوشیدہ امور سے بعض اوقات پردہ اُٹھا دیتے ہیں اور پھر ان میں سے ایسے حضرات بھی ہیں جو تمام کائنات ارضی پر پھرتے رہتے ہیں۔ لوگوں سے اپنا تعارف کراتے ہیں اور پھر آناً فاناً غیب ہو جاتے ہیں۔ ان سے باتیں کرتے ہیں۔ ان کی مشکلات کا حل بتاتے ہیں۔ ان کے مسائل کا جواب دیتے ہیں اور جنگلوں، پہاڑوں، صحراؤں اور سمندروں میں قیام کرتے

ہیں۔ ایسے حضرات میں سے قوی تر حضرات شہروں میں بھی قیام کرتے ہیں۔ صفاتِ بشری کے ساتھ صبح و شام بسر اوقات کرتے ہیں۔ آبادیوں میں اعلیٰ مکانات میں رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ احباب کی شادی اور غمی میں شریک ہوتے ہیں۔ لوگوں کو اپنے معاملات میں شریک کرتے ہیں۔ بیمار پڑتے ہیں تو اپنے حلقۂ احباب سے عیادت کرواتے ہیں، علاج کرواتے ہیں اولاد و اسباب، احوال و املاک رکھتے ہیں۔ لوگوں کی دشمنیوں، بدگمانیوں، ایذا رسانیوں اور حسد و بغض کے اثرات برداشت کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے حسن احوال اور کمالات باطنی کو اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ صاحبان نظر ان سے فائدہ اُٹھاتے ہیں صاحبان احوال ان کی زیارت کو آتے ہیں۔ انہی کی شان میں ارشاد رسول ہے۔ اَوْلِیَائِی تَحْتَ قَبَائِی لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِی ط

مندرجہ بالا رجال اللہ (مردانِ خدا) کو بارہ اقسام میں منقسم کیا گیا ہے۔

(۱) اقطاب (۲) غوث (۳) امامان (۴) اوتاد

(۵) ابدال (۶) اخیار (۷) ابرار (۸) نقبا

(۹) نجبا (۱۰) عمد (۱۱) مکتوبان (۱۲) مفردان

اقطاب:

ہر زمانہ میں صرف ایک قطب ہوتا ہے۔ یہ قطب سب سے بڑا ہوتا ہے۔ اسے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ قطبِ عالم، قطبِ کبریٰ، قطبِ الارشاد، قطب مدار، قطب الاقطاب، قطب جہاں اور جہانگیر عالم، عالمِ علوی اور عالمِ سفلی میں اسی کا تصرف ہوتا ہے اور سارا عالم اسی کے فیض و برکت سے قائم ہوتا ہے۔ اگر قطبِ عالم کا وجود درمیان سے ہٹا دیا جائے تو سارا عالم درہم برہم ہوکر رہ جائے۔ قطبِ عالم براہِ راست اللہ تعالیٰ سے احکام و فیض حاصل کرتا ہے

اور ان فیوض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے۔ وہ دنیا کے کسی بڑے شہر میں سکونت رکھتا ہے۔ بڑی عمر پاتا ہے۔ نور خاصہٴ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکات ہر سمت سے حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے ماتحت اقطاب کے تقرر، تنزل اور ترقی کے اختیار کا مالک ہوتا ہے۔ ولی کو معزول کرنا، ولایت کو سلب کرنا، ولی کو مقرر کرنا، اس کے درجات میں ترقی دینا اسی کے فرائض میں ہے۔ وہ ولایت شمس پر فائز ہوتا ہے لیکن اس کے ماتحت اقطاب کو ولایت قمر میں جگہ ملتی ہے۔ قطب عالم، اللہ تعالیٰ کے اسم رحمٰن کی تجلی کا مظہر ہوتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مظہر خاص تجلی الولایت ہیں۔ قطب عالم سالک بھی ہوتا ہے اور اس کا مقام ترقی پذیر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مقام فردانیت تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقامِ محبوبیت ہے۔ رجال اللہ میں اس قطب عالم کا نام "عبداللہ" بھی ہے۔

اقطاب کی بے شمار قسمیں ہیں۔ یہ اقطاب تمام کے تمام قطب عالم کے ماتحت ہوتے ہیں۔ قطب ابدال، قطب اقالیم، قطب ولایت وغیرہ وغیرہ۔ بعض اوقات مختلف افراد کی تربیت کے لیے ایک ایک قطب کا تعین کیا جاتا ہے۔ قطب زہاد، قطب عباد، قطب عرفا، قطب متوکلان۔ یہ اقطاب شہروں، قصبوں، گاؤں غرضیکہ جہاں جہاں انسانی معاشرہ ہے وہاں ایک قطب مقرر ہے جو اس کی محافظت اور اصلاح کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ وہ بستی مومنوں سے آباد ہو خواہ کافروں سے مگر قطب اپنے فرائض سر انجام دیتا رہتا ہے۔ مومنوں کی بستیوں میں اسم ہادی کی تجلی سے کام لیا جاتا ہے اور کافروں کی پرورش یا نگرانی اسم مضل کے ماتحت ہوتی ہے۔

غوث:

ہم نے مندرجہ بالا صفحات پر مختلف "رجال الغیب" کے احوال وکمالات

پر اظہار خیال کیا ہے۔ ان رجال الغیب میں نہایت ہی بلند درجہ ''غوث'' کا ہے
بعض حضرات نے غوث اور قطب کو ایک ہی شخصیت قرار دیا ہے مگر حضرت
محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے ''فتوحات مکیہ'' میں غوث اور قطب کو علیحدہ
علیحدہ شخصیات لکھا ہے ان کے نزدیک قطب الاقطاب اور غوث مدار کے درمیان
بڑا فرق ہے۔ بعض اوقات غوث اور قطب کے اوصاف ایک ہی شخصیت میں جمع
ہو جاتے ہیں۔ قطب کی وجہ سے ''قطب الاقطاب'' اور غوث کی نسبت سے غوث
اعظم اور غوث الثقلین کے مقامات نمایاں ہوتے ہیں۔

امامان:

قطب الاقطاب کے دو وزیر ہوتے ہیں جنہیں ''امامان'' کہتے ہیں۔
ایک قطب کے داہنے ہاتھ رہتا ہے جس کا نام ''عبدالمالک'' ہے اور دوسرا بائیں
ہاتھ بیٹھتا ہے اور اس کا نام ''عبدالرب'' ہے۔ داہنے ہاتھ والا قطب مدار سے
فیض پاتا ہے اور عالم علوی سے افاضہ کرتا ہے بائیں ہاتھ والا بھی قطب مدار سے
فیض حاصل کرتا ہے مگر عالم سفلی پر افاضہ کرتا ہے۔ صوفیہ کے نزدیک بائیں ہاتھ
والے امام کا رتبہ دائیں ہاتھ والے امام سے بلند تر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قطب
الاقطاب کی جگہ خالی ہوتی ہے تو بائیں ہاتھ والا ترقی پاتا ہے اور اس کی جگہ دائیں
ہاتھ والا مقرر ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم کون و فساد میں انتظام کرنا اور امن
برقرار رکھنا زیادہ مشکل ہے۔ اس عالم میں معاشرہ اپنی خواہشات غیظ و غضب اور
فساد و شر کی وجہ سے سخت انصرام و انتظام کی ضرورت کا تقاضا کرتا ہے اس لیے یہ
وزیر زیادہ مستعد، تجربہ کار اور مضبوط رکھا جاتا ہے۔ اس کی نسبت عالمِ علوی کے
احوال زیادہ اصلاح یافتہ ہیں جہاں مشکلات کا سامنا کم ہوتا ہے۔

اوتاد:

دنیا میں چار اوتاد ہوتے ہیں۔ یہ عالم کے چاروں آفاق (گوشوں) پر متعین ہیں۔ مغربی افق والے اوتاد کا نام عبدالودود۔ مشرقی افق والے کا نام عبدالرحمٰن۔ جنوبی والے کا نام عبدالرحیم اور شمالی والے کا نام عبدالقدوس ہے۔ قیامِ عالم میں یہ اوتاد میخوں کا کام دیتے ہے اور پہاڑوں کی طرح زمین پر امن برقرار رکھنے کا کام دیتے ہیں۔

الم نجعل الارض مهاداً و الجبال اوتاداً.

ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو اوتاد نہیں بنایا؟

اس آیہ کریم کی تفسیر میں صوفیا کرام نے اوتاد حضرات کے مقامات، فرائض، مراتب اور قیامِ امن میں ان کے کردار کو تفصیلی طور پر بیان فرمایا ہے۔

ابدال:

(۱) اقلیمِ اوّل کے ابدال: قلب ابراہیم علیہ السلام کے تحت کام کرتے ہیں ان کا نام عبدالحیُ ہے۔

(۲) اقلیمِ دوم کے ابدال قلبِ موسیٰ علیہ السلام کے تحت ہیں اور ان کا نام عبدالنعیم ہے۔

(۳) اقلیمِ سوم کے ابدال قلبِ ہارون علیہ السلام کے تحت کام کرتے ہیں ان کا نام عبدالمرید ہے۔

(۴) اقلیمِ چہارم کے ابدال حضرت ادریس علیہ السلام کے قلب کے تحت ہیں ان کا نام عبدالقادر ہے۔

(۵) اقلیمِ پنجم کے ابدال حضرت یوسف علیہ السلام کے تحت ہیں ان کا نام عبدالقدیر ہے۔

(۶) اقلیمِ ششم کے ابدال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قلب کے تحت ہوتے ہیں ان کا نام عبدالسمیع ہے۔

(۷) اقلیمِ ہفتم کے ابدال قلب آدم علیہ السلام پر ہیں ان کا نام عبدالبصیر ہے۔ ان سات حضرات میں سے عبدالقادر اور عبدالقاہر کو ان سرکش قوموں پر مسلط کیا جاتا ہے جو ظلم وستم کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیتی ہیں۔

"رجال الغیب" میں سے ابدال کا مقام نہایت بلند ہے۔ انہیں بَدَلَاء بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا میں بیک وقت سات ہوتے ہیں اور سات اقالیم پر متعین ہوتے ہیں۔ یہ سات انبیاء کے مشرب پر کام کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کی روحانی امداد کرتے ہیں اور عاجزوں اور بے کسوں کی فریادرسی پر مامور ہیں۔

نیاز بریلوی فرماتے ہیں۔

لباسِ بوالبشر پوشیدہ مسجودِ ملک گشتم
بتصویرِ محمد حامد و محمود بود ستم

گہے ادریس گاہے شیث گاہے نوح گہ یونس
گہے یوسف گہے یعقوب گاہے ہود بود ستم

گہے صالح گہ ابراہیم گہ اسحٰق گہ یحییٰ
گہے موسیٰ گہے عیسیٰ گہے داؤد بود ستم

برائے میکشاں امروز نقد وقت شاں گشتم
زبہرِ دیگراں روزِ جزا موعود بود ستم

بدریائے حقیقت بہرِ غواصانِ دریا دل
بہر عہدے و عصرے گوہرِ مقصود بود ستم

(مغربی)

(۱)	ابدال اقلیم اول	برقلب ابراہیم علیہ السلام	نام	عبدالحیٔ
(۲)	ابدال اقلیم دوم	برقلب موسیٰ علیہ السلام	نام	عبدالعلیم
(۳)	ابدال اقلیم سوم	برقلب ہارون علیہ السلام	نام	عبدالمرید
(۴)	ابدال اقلیم چہارم	برقلب ادریس علیہ السلام	نام	عبدالقادر
(۵)	ابدال اقلیم پنجم	برقلب یوسف علیہ السلام	نام	عبدالقاہر
(۶)	ابدال اقلیم ششم	برقلب عیسیٰ علیہ السلام	نام	عبدالسمیع
(۷)	ابدال اقلیم ہفتم	برقلب آدم علیہ السلام	نام	عبدالبصیر

مندرجہ بالا سات ابدالوں میں سے عبدالقادر اور عبدالقاہر کو اُن مقامات، ممالک اور اقوام پر مسلط کیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہونا ہوتا ہے۔ یہ مقہوری بنتے ہیں۔ ان سات ابدالوں کو قطب اقلیم بھی کہتے ہیں۔

مندرجہ بالا ابدال کے علاوہ پانچ ابدال اور بھی ہوتے ہیں جو یمن میں رہتے ہیں اور پورے شام پر ان کی حکومت ہوتی ہے۔ یہ قطب ولایت کہلاتے ہیں۔ قطب عالم کا فیض قطب اقالیم پر اور قطب اقالیم کا فیض قطب ولایت پر اور قطب ولایت کا فیض تمام اولیائے جہاں پر وارد ہوتا رہتا ہے۔

علاوہ ازیں ۳۵۰ ابدال اور بھی ہوتے ہیں جن میں سے تین سو (۳۰۰) قلب آدم علیہ السلام پر ہیں۔ میر سیّد محمد جعفر مکی نے چار سو چار (۴۰۴) ابدال کی تعداد بتائی ہے جو مختلف انبیاء علیہم السلام کے مشرب پر ہوتے ہیں اور مختلف خدمات سرانجام دیتے رہتے ہیں۔

مفردان:

افراد اس شخصیت کو کہتے ہیں جو قطب عالم سے ترقی کرتا ہے وہ فرد ہو جاتا ہے۔ مقام فردانیت پر پہنچ کر تصرفات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ قطب مدار

عرش سے تحت الثریٰ تک متصرف ہوتا ہے اور فرد متحقق ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ
تصرف اور تحقیق میں بڑا فرق ہے۔ قطب مدار تو علی الدوام تجلی صفات میں رہتا
ہے۔ مگر خود تجلی ذات میں ہوتا ہے۔ قطب مدار خاص ہے فرد اخص ہے۔
فردانیت مقام انبساط و محبت ہے۔ یہاں پہنچ کر مراد باقی نہیں رہتی۔ بعض اولیاء کو
تجلی افعالی ہوتی ہے۔ بعض کو تجلی اسمائی بعض کو تجلی آثاری۔ بعض مقامِ صحو میں
ہوتے ہیں۔ بعض مقامِ سکر میں۔ بعض بیک وقت دونوں مقامات پر۔ مقامات
اولیاء اللہ خارج از حد و حصر ہوتے ہیں۔ مگر اہل فردانیت تمام مقامات سے برتر
ہوتے ہیں۔ تنزل کی ایک انتہا ہے مگر عروج و ترقی حدود و انتہا سے مبرا ہے۔ افراد
ترقی کر کے جب فردانیت میں کامل ہوتے جاتے ہیں تو ان کا رتبہ ''محبوبیت''
آ جاتا ہے۔ پھر محبوبیت بھی مقبولانِ بارگاہ میں خاص امتیاز ذات ہوتی ہے۔
حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی، سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی
دہلوی رحمتہ اللہ علیہما اسی مقامِ محبوبیت کے مالک تھے۔ بحر المعانی میں حضرت خواجہ
نظام الدین صاحب کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ۔

''روزے ایں فقیر در کشتی در دریائے نیل مصر با حضرت خضر علیہ السلام
مصاحب بود، سخن درمیان شاہدانِ لایزالی می رفت، حضرت خضر علیہ السلام می
فرمود کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ نظام الدین بدایونی در مقام معشوقی بودند
کہ امثال ایشاں دیگرے نہ رسید''

میں ایک دن دریائے نیل مصر میں حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ
ایک کشتی میں بیٹھے باتیں کر رہا تھا محبوبان خدا کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں حضرت
خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ سیدنا عبد القادر جیلانی اور خواجہ محبوب الٰہی دہلوی
''مقامِ محبوبیت'' پر فائز ہیں اولیائے امت میں سے یہ رتبہ کسی دوسرے کو نہیں ملا۔

اخیار: ابدال میں سے چالیس اخیار کہلاتے ہیں۔
نقبا: یہ تین سو ہیں۔ سب کا نام علی ہے۔
نجباء: یہ تعداد میں ستر ہیں۔ نام حسن اور مصر میں رہتے ہیں۔
عمد: چار ہیں۔ محمد ان کا نام ہے۔ زمین کے مختلف خطوں میں کام کرتے ہیں۔
مکتومان: یہ حضرات چار ہزار کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں ملتے ہیں مگر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتے۔ ان پر اپنا حال آشکار نہیں ہوتا۔ ایسے لباس میں ہوتے ہیں کہ اغیار پہچاننے سے عاجز ہوتے ہیں۔ یہ اپنے مقام سے خود ناآشنا یا یوں کہیے حالت اخفا میں ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا تشریحات کے علاوہ ان رجال اللہ (مردان خدا) میں سے بہت سے اور اقسام ایسے ہیں جو کائنات کے انتظامات و انصرامات میں مصروف رہتے ہیں مگر اہل خرد پوری طرح ان سے آگاہ و آشنا نہیں اور نہ ہی ان کے احوال و مقامات کا ادراک ان کی عقلی وسعتوں میں سما سکتا ہے۔ یہ حضرات اپنے فرائض میں اس قدر مستعد اور مربوط ہوتے ہیں کہ ہم ظاہر بیں اندازہ نہیں کر سکتے۔ زیر نظر کتاب ایسے ہی بزرگانِ حق پر روشنی ڈالتی ہے۔

مندرجہ بالا صفحات میں ہم اپنے قارئین کو جہاں ان رجال اللہ یا مردانِ غیب سے آشنا کرنے کے لیے ایک حقیر سی کوشش کر رہے ہیں۔ وہاں ان حضرات کا مختصر ذکر بھی دور از موضوع نہ ہوگا۔ جو ہمارے ظاہری احوال و معاملات کی روحانی اصلاح کی نگرانی فرماتے ہیں۔ ان میں علماء، مشائخ، صوفیہ، صلحا، اتقیاء اور مجدّد شامل ہیں۔ علماء و مشائخ کے ہزاروں مقامات و مراتب ہیں۔ وہ معاشرۂ انسانی کی اصلاح ظاہر و باطن کے لیے مختلف انداز رشد و ہدایت پر عمل پیرا ہوتے

ہیں اور ان کے اثرات خصوصیت کے ساتھ مسلم معاشرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کی اصلاحی کوششیں غیر مسلم پر بھی اثر انداز ہوتی مگر تاریخ عالم نے عالمِ اسلام کے اذہان و فکر میں جن انقلابات کی نشاندہی کی ہے۔ وہ ان ظاہر علما و مشائخ کی شبانہ روز کوششوں کی مرہون منت ہے۔ ان میں صوفیہ کرام خاص طور پر روحانی اور قلبی اصلاح میں مصروف رہے اور ان کی اس کوشش نے اسلامی معاشرے کی اخلاقی نشو ونما میں بڑا کردار ادا کیا۔ انہوں نے احکامِ الٰہیہ اور مقامِ مصطفیٰ کی عظمت کو لوگوں کے دلوں میں نقش کرنے میں بڑا کام کیا۔ انہوں نے مردہ دلوں کو حیات تازہ بخشی اور ان کو ونفخت فیه من روحی کے پیغام سے زندہ کر دیا۔

صوفیہ میں سے صوفی، متصوّف اور مستصوف کی اصطلاحات اہلِ علم پر کسی تفصیلی وضاحت کی محتاج نہیں ہیں۔ البتہ ان حضرات میں سے ملامتیہ، قلندر اور مجذوب کسی قدر وضاحت طلب صفات ہیں۔ جسے ہم اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

ملامتیہ: صوفیہ کی وہ جماعت ہے جو ریا سے بچتی ہے اور اخلاص میں بے حد کوشش کرتی ہے وہ اپنے کمالاتِ باطنی کو ظاہری شکستہ حالی کے بارے میں پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ ظواہر بین حضرات ان پر اپنی عقل کے ماتحت غلط رائیں قائم کرتے ہیں اور سنگین الزامات کی بناء پر فتاویٰ صادر فرماتے ہیں مگر ان حضرات ملامتیہ نے نہ تو اپنے حالات پر نظر ثانی کرنے کو درخور اعتنا سمجھا اور نہ اپنے معاندین کے فیصلوں کو اہمیت دی۔ وہ دار و رسن کو مقامِ عظمت جان کر قبول کرتے گئے وہ لوگوں کی ملامت کو حرز جاں بناتے گئے اور کہتے رہے۔

نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیداری رقصم   مگر نازم بایں ذوقے کہ پیشِ یاری رقصم
خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را   زہے تقویٰ کہ من باجبہ و دستاری رقصم

تو ہر دم می سرائی نغمہ و ہر بارمی رقصم | بہر طرزے کہ می رقصانیم اے یار می رقصم
منم ''عثمان ہارونی'' کہ یار شیخِ منصورم | ملامت می کند خلقے و من بردار می رقصم

قلندر: صوفیہ کے ہاں قلندر کا مقام بہت بلند مانا گیا ہے۔ یہ لفظ سریانی زبان میں اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے قلندر حالات و مقامات اور کرامات سے تجاوز کرتا چلا جاتا ہے۔ عالم سے مجرد ہو کر اپنے آپ کو گم کر دیتا ہے۔ شاہ نعمت اللہ ولی کی رائے میں ''جب ایک صوفی منتہی، اپنے مقاصد کو پا لیتا ہے تو قلندر کے مقام پر پہنچ جاتا ہے''۔

زمین و آسمان ہر دو شریفند | قلندر را دریں ہر دو مکاں نیست
نظر در دیدہ ہا ناقص فتادہ | وگرنہ یار من از کس نہاں نیست

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حقارت کی نظر سے دیکھنے والے بعض اوقات دم بخود رہ جاتے ہیں۔

خاکسارانِ جہاں رابحقارت منگر | تو چہ دانی کہ دریں گرد، سوارے باشد

دنیا کے گرد و غبار میں اٹے ہوئے یہ لوگ جب علامہ اقبال کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں تو

قلندراں کہ بہ تسخیرِ آب و گل کوشند
زشاہاں تاج ستانیہ و خرقہ بردوشند

نظر آتے ہیں۔ شیخ الاسلام الناملقی الجامی نے کیا خوب کہا ہے۔

قلندر پر تو نورِ الٰہی ست | قلندر مطلعِ انوارِ شاہی ست
قلندر را مقامِ کبریائی ست | قلندر دُرِ بحرِ آشنائی ست
قلندر موج بحرِ لایزالی ست | قلندر نورِ شمعِ ذوالجلالی ست
قلندر ذرۂ صحرائے عشق ست | قلندر قطرۂ دریائے عشق است

قلندر کے مقام کو متعین کرنے کے لیے عارفانِ حق نے بڑے بڑے عمدہ نکتے بیان کیے۔ کتابیں لکھیں، مقالات سپرد قلم کیے، اوصاف لکھے۔ مگر حقیقت یہ ہے یہ الا اللہ کے دو حرفوں کا تابع لغت ہائے حجازی کے قارونی خزانوں کے نگرانوں کے الفاظ میں نہ سما سکا۔ شاہ بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے کس قدر قلندرانہ بات کہی ہے۔

گر بو علی نوائے قلندر نواختے

صوفی بدے ہر آنکہ بعالم قلندر است

قلندر کی شخصیت نہ عبارات میں سما سکتی ہے نہ اشارات کے دامن میں سمٹ سکتی ہے نہ اسے الفاظ کے کوزے میں بند کیا جا سکتا ہے۔ نہ معانی و بیان کے پیمانے میں ناپا جا سکتا ہے۔

قلندر کے بیاید در عبارت

قلندر کے بگنجد در اشارت

حقیقت یہ ہے کہ قلندر کی بلند پروازیاں، دین و دنیا کے حدود و قیود کو توڑ کر آگے نکل جاتی ہیں۔ وہ کوچۂ محبوب میں پہنچنے کے لیے دیر و حرم سے بہت آگے بڑھ جاتا ہے۔

مجرد شد از دین و دنیا قلندر

کہ راہِ حقیقت ازیں ہر دو برتر

مجذوب: صوفیہ میں مجذوب کا مقام نہایت ہی نازک اور منفرد ہے۔ ملامتیہ ریاکاری سے بچنے کے لیے ''سنگ باری طفلاں زمانہ'' کے مقام پر آ کھڑا ہوتا ہے۔ قلندر علم و خرد کی قائم کردہ حدود کو توڑ کر دور اوپر نکل جاتا ہے اور ان سرحدوں سے گزرتا ہوا کہتا ہے۔

آنجا رسیدہ ایم کہ عنقا نمی رسید

عنقا بیچارہ تو پھر اپنی رسائی کے لیے پر تولتا ہے۔ پرواز کی فضاؤں اور خلاؤں میں تیرتا ہے۔ مگر قلندر کی پرواز تو ملکوت و ناسوت کی پہنائیوں کو خاطر میں نہ لاتی ہوئی کہتی ہے۔

ہزار بار مرا نوریاں کمیں کردند!

مگر مجذوب کا معاملہ ان دونوں مقامات سے دگرگوں ہے۔ اسے بیگانے درخورِ محفل نہیں سمجھتے۔ اور اپنے خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لیے بطریق سیر کشفی عیانی چلتا ہے۔ طریق استدلال سے بالکل نا آشنا ہے۔ اس راستے پر چلنے والا سالک بعض اوقات یادِ باری تعالیٰ کے غلبہ میں پھنس جاتا ہے۔ عالم و مافیہا کے تمام خیالات محو ہو جاتے ہیں۔ منجانب اللہ ایک کشش ہوتی ہے جو باعث ترقیاتِ مزید ہوتی ہے۔ اس حالت کو صفائی مبتدی کہتے ہیں۔ جو صفائی وقت کی ابتدائی منزل ہے۔ اس حالت کے صوفی کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ صوفی پر مختلف مقامات آتے رہتے ہیں۔ تجلیات وارد ہوتی رہتی ہیں۔ وہ صفائی متوسط کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ جا کر مجذوب کامل بنتا ہے۔ یہی مجذوب واصل ہو کر مقامِ تعین پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام صفائی منتہی ہے اور اس رتبہ پر فائز صوفی کو مجذوب سالک کہا جاتا ہے۔

صوفیۂ اسلام کے مجذوبین کی ایک خاصی تعداد ایسی ہے جسے تاریخ اور سیر نے اپنے دامن میں جگہ دی ہے۔ مجذوبین کا یہ طبقہ اصلاحِ عالم کے لیے کسی مقام پر متعین نہیں ہوتا اور نہ ہی انہیں جذبِ حقیقی سے اس بات کی فرصت ہوتی ہے کہ خلق کی اصلاح کا کام اپنے ذمہ لیں بایں ہمہ بعض حضرات کے معاملات ان مجاذیب کے گوشۂ ابرو کی جنبش سے مکمل ہوئے ہیں۔

موجودہ دور کا انسان:

دورِ حاضرہ میں مادیت نے انسانی ضمیر کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ انسان اپنی ظاہری زندگی کی آسانیوں کے حصول کے لیے دیوانہ وار تگ ودو میں مصروف ہو گیا ہے۔ اہل اللہ کی مجالس سے محروم ہو گیا ہے۔ علماء حق کی صحبت سے دور چلا گیا ہے۔ رشد وہدایت کے چشموں سے اسے ایک قطرۂ آب میسر نہیں۔ یادِ الٰہی کی راحتوں سے یکسر بے بہرہ ہو گیا ہے۔ اسے کثرت مال کی فکر نے تالبِ گور دوڑ دھوپ میں سرگرداں کر دیا ہے۔

راقم الحروف نے جن حضرات رجال اللہ (مردان غیب) کے احوال و مقامات پر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے اس میں زیادہ تر استفادہ ''سرِ دلبراں'' مصنفہ سید محمد ذوقی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے صفحات سے کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ''سرِ دلبراں'' احوال و اصطلاحاتِ صوفیہ کی معرفت کے لیے ایک عمدہ کتاب ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

رجال الغیب اصحاب کی تربیت:

سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں قیام فرما ہیں۔ آپ کے ارد گرد چند مساکین صحابہ جن میں مہاجر بھی ہیں اور انصار بھی بیٹھے ہیں۔ سارا عرب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا دشمن ہے۔ آپ کے شہر کا دشمن ہے۔ پھر آپ کے صحابہ کے خون کا پیاسا ہے۔ مگر وہ پیکرِ استقلال وہ مجسمۂ اخلاق اپنے بے سروسامان غریب صحابہ کے درمیان شمع ایمان بن کر جلوہ فرما ہیں۔ مدینہ پر چاروں طرف سے دشمنانِ اسلام تاک لگا کر حملوں کی تیاری کر

رہے ہیں۔ اس شمع رسالت کو بجھانے کے لیے منصوبے بنا رہے ہیں۔ مشرکین و کفار کے لشکر طوفان بن کر امنڈے مدینہ رسول پر چلے آ رہے ہیں۔ مگر آپ اپنے مٹھی بھر چند جاں نثار صحابہ کے ساتھ ان طوفانوں کا مقابلہ کر رہے ہیں کہیں میدان بدر ہے، کہیں میدانِ اُحد ہے، کہیں جنگِ خندق ہے۔ کہیں جنگِ خیبر ہے۔ جوں جوں کفار کی یلغاریں بڑھتی جا رہی ہیں سرکار کے جانباز صحابہ کی تعداد اور قوت میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آپ نے اپنی ظاہری زندگی کے آخری دس سال ان جنگوں اور غزوات میں گزارے جو مشرکین عرب اور یہودیوں نے برپا کیے تھے۔ الحمد للہ آپ کے مجاہد صحابہ نے نہ صرف مدینہ منورہ کو محفوظ شہر بنا دیا بلکہ فتحِ مکہ کے بعد سارے عرب کو اسلام کے سائبان کے نیچے لا کھڑا کیا۔ خون کے پیاسے جاں نثار بن گئے۔ جان کے دشمن جانباز بن کر جانوں کے نذرانے پیش کرنے لگے۔ حجتہ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قیادت میں "جبل رحمت" کے دامن میں بیٹھے آپ کا آخری خطاب سن رہے ہیں اور صرف عرب ہی نہیں ساری دنیا کے لیے امن و سلامتی کا پیغام لے کر مشرق و مغرب تک پھیلانے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہٖ وآلہٖ وسلم کے حلقۂ محبت میں جہاں تیغ زن صحابہ موجود ہیں وہاں صف شکن مجاہد بھی بیٹھے ہیں۔ آپ کے ارد گرد جہاں دینِ مصطفیٰ پر جانیں وار دینے والے موجود ہیں۔ وہاں دشمنانِ رسول کی گردنیں توڑنے والے بھی صف آرا ہیں۔ ان صف شکن غازیوں اور مجاہدوں کے ساتھ ساتھ حضور کے وہ صحابہ بھی موجود ہیں جنہیں قرآن پاک ان الفاظ میں یاد کرتا ہے۔

رجال لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله ۔ (ترجمہ) وہ مردان حق جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتے)۔

یہ وہ صحابہؓ رسول تھے جو کاروبار زندگی میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔ تجارت وزراعت میں حصہ نہیں لیتے تھے صف شکن صحابہ کرام کے شانہ بشانہ تیغ زنی بھی نہیں کرتے تھے۔ دور دراز مہمات پر بھی نہیں جاتے تھے۔ مگر قرآن نے جہاں حضور کے صحابہ کی جاں نثاریوں کی تعریف کی ہے اور ''اشدآء علی الکفار'' کا اعزاز بخشا ہے وہاں ان صحابہ کے کردار اور انداز زندگی کی بھی تعریف کی ہے۔ وہ تجارت نہیں کریں گے۔ وہ زراعت نہیں کریں گے وہ سیاحت نہیں کریں گے مگر وہ میرے محبوب کے دامن کے سائے میں بیٹھے رہیں گے، نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں گے، نہ اپنی ذات کے لیے کسی سے سوال کریں گے، نہ کسی سے کچھ مانگیں گے، نہ کسی سے کوئی توقع رکھیں گے مگر اس کے باوجود ان کی:

نگاہ میں برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
یہ بات کیا ہے انہیں دیکھنے کی تاب نہیں

محدثین نے ان صحابہ کو ''اصحابِ صفہ'' کا حصہ قرار دیا ہے۔ مفسرین نے انہیں ''رجال الغیب'' کہا ہے۔ مورخین نے انہیں اسلام کے اولولعزم ''افراد'' لکھا ہے۔ ہم اپنے قارئین کے سامنے ایسے ہی ''رجال الغیب'' کا ذکر کریں گے۔ اور ان رجال الغیب کی اہمیت اور قوت کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی احادیث میں جس انداز میں بیان فرمایا ہے اور جا بجا ان کے شب و روز پر روشنی ڈالی ہے ان کو سامنے لانا چاہیں گے۔ اگرچہ وہ مجاہد نہیں تھے، غازی نہیں تھے، شہید نہیں تھے، فاتح نہیں تھے، ملک گیر نہیں تھے، مگر علامہ اقبال انہیں ان الفاظ میں ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہیں:

یہ غازی یہ تیرے ''پُر اسرار بندے''
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

دو نیم ان کی ہیبت سے صحرا و دریا
پہاڑ ان کی ٹھوکر سے مانند رائی

یہ ''پُر اسرار بندے'' یہ ذوقِ خدائی والے افراد، یہ صحرا اور دریاؤں کو ایک ٹھوکر سے دو نیم کر دینے والے حضرات، یہ پہاڑوں کو رائی کے دانہ کی طرح پھٹک دینے والے ہی ''رجال الغیب'' ہیں۔ یہ ''رجال الغیب'' کاروبارِ جہاں سے علیحدہ رہ کر نظامِ عالم پر نگاہ رکھتے ہیں۔ یہ ''رجال الغیب'' ملکوں پر حملہ کر کے قوموں کو پامال کرنے کے بعد سلطنتیں قائم کرنے کے بجائے انسانی قلوب کو مسخر کرنے والے تھے اور کائنات کے نظام کے سنوارنے میں خفیہ طور پر مصروف رہتے تھے۔

انسان اللہ کی تخلیقات کا شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے پھر اس نے کائنات میں جتنی مخلوقات ہیں ان کی تخلیق میں بے حد و حساب عوامل مہیا کیے ہیں ان تمام مخلوقات میں حضرت انسان اس کی تخلیقی قدرت کا شاہکار ہے اسے اس کی تخلیق پر فخر بھی ہے اور اپنے خالق ہونے کی دلیل بھی۔ وہ حضرت انسان کو ''احسن تقویم'' قرار دیتا ہے وہ اسے ''اشرف المخلوقات'' قرار دیتا ہے۔ اس اشرف المخلوقات کی تخلیق کے وقت و نفخت فیہ من روحی (میں نے اس کے جسم میں اپنی روح پھونک دی (الحجر ع ۳ اور سورہ ص ۵۴) کا انعام عطا کرتا ہے۔ اس اشرف المخلوقات میں سے ایک انسان کامل کی تخلیق فرما کر اہل ایمان پر اپنا احسان جتاتا ہے اور اعلان کیا ہے ''میں نے اپنے محبوب کو پیدا فرما کر تم پر احسان کیا ہے''۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب کو انسان کامل بنا کر احسان جتانا معمولی بات نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی انسان کامل ہیں۔ اس نے اپنے

محبوب کو انسان کامل بنا کر اپنے بندوں کی راہنمائی کے لیے کائنات ارضی پر بھیجا۔ پھر اس انسان کامل نے انسانوں میں ایک ایسا طبقہ تیار کیا۔ جن کا رشتہ ان کے خالق سے استوار ہو وہ لوگ ظاہری طور پر ساری ساری راتیں اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہیں۔ دن کو کاروبار زندگی کو فروغ دیں۔ میدان جنگ میں تیغ زنی کے جوہر دکھائیں سفر و حضر میں اللہ کا پیغام لے کر صحرا و بیابانوں میں نکل جائیں مگر اس نے ان افراد کو یہ قدرت بھی دی ہے کہ وہ برملا اعلان کریں کہ:

ماجام جہاں نمائے ذاتیم ۔۔۔ مامظہر جملہ صفاتیم
مانسخہ نامہ الٰہیم ۔۔۔ ماگنجِ طلسمِ کائناتیم
ہم صورت واجب الوجودیم ۔۔۔ ہم معنیٔ جان ممکناتیم
برتر ز مکان ودرمکانیم ۔۔۔ بیرون ز جہات ودرجہاتیم
ہر چند کہ مجملِ دوکونیم ۔۔۔ تفصیل جمیع مجملاتیم

(مغربی)

ہم اللہ کی ذات کے ''جامِ جہاں'' نما ہیں۔ ہم اس کی تمام صفات کے مظہر ہیں۔ ہم کائنات ارضی پر اللہ کا پیغام ہیں۔ ہم ساری کائنات کے علم کا خزانہ ہیں۔ ہم واجب الوجود کا عکس جمیل ہیں۔ ہم جان ممکنات کا اصلی معنیٰ ہیں۔ ہم اگرچہ مکان میں رہتے ہیں مگر ہم لامکان کے بھی اوپر پرواز کرتے ہیں۔ اگرچہ ہم مشرق و مغرب کی حدود میں رہتے ہیں مگر ہم ان تمام حدود سے برتر ہیں ہم اگرچہ دونوں جہانوں کا مجمل ہیں مگر ہمیں اللہ نے تمام مجملات کی تفصیل بنا کر پیدا کیا ہے۔

رجال الغیب:

یہی وہ لوگ ہیں جو رجال الغیب کہلاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات ارضی پر لوگوں کی زندگی کے کاموں میں آسانیاں بہم پہنچانے

میں مصروف رکھا ہے۔ یہ لوگ ''اولیائے مستورین'' کہلاتے ہیں۔ یہ ''اولیائے ظاہرین'' کی طرح نہ خانقاہیں بناتے ہیں نہ اپنے ''مسندِ ہدایت'' قائم کرتے ہین۔ اولیائے ظاہرین کا ایک اپنا نظام ہے۔ وہ لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے روحانی مراکز قائم کرتے ہیں۔ پھر ان روحانی مراکز سے قلوب و ارواح کی اصلاح کرتے رہتے ہیں لوگوں کی راہنمائی فرماتے ہیں۔ انہیں روحانی مراکز کو ہم ''خانقاہ'' کہتے ہیں اور ان اولیاء ظاہرین کے نظام کو ہم ''نظامِ خانقاہی'' کہتے ہیں۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک پیارے صحابی محمد بن عجلان ہوئے ہیں (رضی اللہ عنہ) انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا۔

فی کل قرن من امتی سابقون وھم البدلا الصدیقون بیھم یسقون دبھم یرزقون وبھم یدفع البلاء عن اھل الارض.

ترجمہ: میری امت میں ہر زمانہ (قرن) میں ''سابقون'' ہوں گے۔ اور یہ لوگ میری امت کے ابدال ہوں گے۔ وہ صدّیق ہوں گے وہی راست باز ہوں گے ان کے ذریعہ سے زمین پر پانی برسے گا۔ ان کی طفیل مخلوق خدا کی روزی میں برکت ہو گی اور ان کی برکات کی وجہ سے زمین والوں سے بے شمار بلائیں ٹلیں گی۔ وہ ان امور میں بڑھ چڑھ کر اپنا کردار ادا کریں گے۔

سابقوں کون لوگ ہیں؟

''رجال الغیب'' میں سے ایک منصب ''سابقون'' کا ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ہر زمانے میں ''سابقون'' ہوں گے انہیں ''ابدال'' کے نام سے پکارا جائے گا۔ یہ لوگ نیک کاموں میں دوسروں سے سبقت لے جائیں گے یہ بڑے امتیاز والے ہوں گے۔ ان کے ذریعہ سے آسمانوں سے بادل برسیں گے۔ ان کی طفیل مخلوق خدا کو

رزق ملے گا ان کی برکت سے اہلِ زمین سے بلائیں دفع ہوتی رہیں گی۔

اس حدیث کو محمد بن عجلان نے بیان فرمایا ہے اور ''کتاب النوادر'' میں درج ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابدال کی تعریف فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے ابدالوں کا ذکر فرمایا ہے پھر ان کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ہر زمانے میں موجود رہیں گے وہ نیکیوں میں سبقت لیں گے۔ وہ ابدال ہوں گے ان کا رتبہ صدیقوں جیسا ہوگا۔ ان کے حکم سے زمین پر بارشیں ہوں گی۔ ان کی طفیل اللہ کی مخلوق کو رزق ملے گا۔ ان کی برکات سے دنیا پر ٹوٹنے والے مصائب دور ہوں گے ان ابدال کے پاس اللہ کے بے پناہ خزانے ہیں۔ یہ ''جنود اللہ'' ہیں۔ یہ حضور کی امت کے لیے رحمت و برکات کا ذریعہ ہیں۔ دنیا کے ظاہر بین لوگ انہیں نہ دیکھ سکیں مگر یہ اللہ کے لشکر ہیں اور اللہ کی مخلوق کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں۔

ابدال کی اہمیت:

صوفیۂ کرام نے اس حدیث کی روشنی میں امت کے ان ابدالوں کے مناصب اور فرائض پر روشنی ڈالی ہے اور فرمایا ہے ان ابدالوں میں سے۔ اخیار ہیں۔ ابرار ہیں۔ نقبا ہیں۔ نجبا ہیں۔ عمد ہیں اور مکتوبان ہیں۔ ابدالوں کی جماعت میں سات ایسے ابدال ہیں جنہیں اختیار کا منصب حاصل ہے یہ ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں۔ ان سب کے نام ''حسین'' کے نام سے متصف ہوتے ہیں۔ ان میں چالیس ''ابرار'' ہیں۔ یہ ''ابدالِ ابرار'' کہلاتے ہیں ان میں سے تین سو نقباء ہیں جن کے ناموں کے ساتھ علی کا نام موجود ہوتا ہے ان سے ستر ''نجبا'' ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ ''حسن'' ہوتا ہے۔ یہ مصر کی سرزمین میں رہتے ہیں ان میں چار

عمد ہیں ان کے ناموں کے ساتھ محمد کا نام ہوتا ہے۔ یہ زمین کے مختلف گوشوں اور زاویوں میں رہتے ہیں۔ پھر ان ابدالوں میں سے ''مکتوبان'' ہیں۔ یہ چار ہزار کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو پہنچانتے ہیں مگر انہیں اپنے مقام کا علم نہیں ہوتا۔ وہ ایسے لباس میں رہتے ہیں کہ عوام انہیں پہچاننے سے قاصر ہوتے ہیں اور انہیں نظر انداز کرتے رہتے ہیں۔

خدمتِ خلق میں ابدال کا کردار:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی ابی الدردا رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان سے حضرت مکحول نے ایک روایت بیان کی ہے آپ نے فرمایا (ترجمہ: میری امت کے ابدال روزہ رکھنے، نمازیں پڑھنے، تسبیح و تہلیل کرنے، رات بھر جاگنے کی وجہ سے فضیلت نہیں رکھتے بلکہ ان کی اصل فضیلت یہ ہے وہ مخلوقِ خدا کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں اور سچی پرہیز گاری۔ نیک نیتی سے اہلِ اسلام کے لیے خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ صبر و شکر کے ساتھ لوگوں کی دلجوئی کرنے، لوگوں کے طعن تشنیع کے باوجود اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے رہنے سے مقبول ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام کے خلفاء میں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں منتخب کرلیا ہے اور انہیں خصوصیت سے منتخب کیا ہے)۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی تعداد چالیس ہے، جو صدیقوں کے مراتب پر فائز ہیں۔ ان میں سے تیس حضرات سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ یہ لوگ اہل زمین کی تکالیف اور بلائیں دور کرتے ہیں۔ انہی کے ذریعہ سے مینہ برستا ہے۔ انہی کی برکت سے لوگوں کو روزی ملتی ہے اگر ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو کوئی دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے وہ اپنے ماتحت کو تکلیف نہیں دیتے کسی پر دست درازی نہیں

کرتے۔ اپنے سے بلند مرتبہ انہیں حکم کرتے ہیں وہ دنیا کی کسی چیز کا طمع نہیں کرتے۔ وہ موت سے نہیں ڈرتے وہ تکبر اور غرور نہیں کرتے اور نہ ہی وہ دنیا ومافیہا کے احوال سے آنکھیں بند رکھتے ہیں وہ جب لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں تو بڑے میٹھے الفاظ میں کرتے ہیں اور وہ نہایت ہی پرہیزگار اور متقی ہوتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ترمذی شریف میں موجود ہے اس حدیث میں ان حضرات کے متعلق مزید لکھا ہوا ہے کہ ان کی طبیعتوں میں محبت ہے اور سلامتی ہے۔ ان کی طبیعتیں متوازن رہتی ہیں۔ ان کے ہاں غفلت کی شدت نہیں پائی جاتی۔ ان کے دل اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے تڑپتے رہتے ہیں وہ نیک کاموں میں بڑا اشتیاق کرتے ہیں یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں۔ اللہ کا شکر کرتے ہیں ہمیشہ فلاح پانے والے ہیں۔ اور ہمیشہ غالب آتے ہیں۔ (یہ حدیث نوادر الوصول فی معرفۃ اخبار رسول الملقب بصلواۃ العارفین وبستان المرقفین مطبوعہ قسطنطینہ مصر میں موجود ہے) یہ ہیں وہ ابدال جن کا تعارف اور تعریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان سے فرمائی ہے۔

مکتومان:

رجال الغیب کی ایک جماعت ''مکتومان'' کہلاتی ہے ان کی تعداد چار ہزار ہے وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ ایک دوسرے کو ملتے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں۔ مگر لطف کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے مقام سے واقف نہیں ہوتے۔ وہ ایسا لباس پہنتے ہیں کہ انہیں لوگ پہچاننے سے عاجز ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ ''حالتِ خفا'' میں رہتے ہیں۔

شام میں قیام پذیر ابدال:

حضور سید الانبیاء نے فرمایا ہے کہ شام میں رہنے والے ابدال لوگوں کو روزی پہنچاتے ہیں اور ان کی امداد کرتے ہیں۔ یہ حدیث طبرانی میں موجود ہے اور اس کے راوی غوث بن مالک ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اہل شام کو بُرا نہ کہو کیونکہ ان میں ابدال رہتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے شام میں بائیس ابدال رہتے اور اٹھارہ ابدال عراق میں رہتے ہیں۔

(یہ حدیث روض الریاحین میں لکھی ہوئی ہے)

رجال الغیب کے اس نظام کو برقرار رکھنے کے لیے ایک ایسا طبقہ بھی ہے جسے ''اوتاد'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اوتاد ساری دنیا میں صرف چار ہی ہوتے ہیں۔ مغربی ممالک (مغربی افق) والے کا نام عبدالودود ہے۔ مشرقی ممالک والے (مشرقی افق) کا نام عبدالرحمٰن ہے جنوبی خطے کا نگران عبدالرحیم ہے اور شمالی خطوں کا نگران عبدالقدوس ہے۔ کائنات میں عالمی انتظامات کے لیے ''اوتاد'' ایک میخ کی طرح قائم ہوتے ہیں۔

رجال الغیب دکھائی کیوں نہیں دیتے؟

آپ نے سابقہ صفحات میں رجال الغیب یا ''مردانِ غیب'' کے مختلف مقامات۔ احوال اور ان کے تصرفات کا مطالعہ کیا ہے یہ ایک نہایت ہی دلچسپ موضوع ہے مگر بعض اوقات عام لوگ ان حضرات کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے مقامات کو نہیں مانتے۔ ان کے تصرّفات سے انکار کرتے ہیں یہ کوئی عجیب بات نہیں عوام تو عوام اس زمانہ میں ہمارا ایک دانشور طبقہ، پڑھا لکھا طبقہ،

پڑھانے والا طبقہ بھی ان ''رجال الغیب'' سے نا آشنا ہے۔ ان لوگوں کی سوچ پر اظہار تعجب نہیں کرنا چاہیے، ہمارے علماء کرام کا ایک وہ طبقہ جنہوں نے خلافت راشدہ سے لے کر آج تک کا دینی اور اسلامی لٹریچر پڑھا ہوا ہے ان میں سے بھی کئی حضرات رجال الغیب اور مردانِ غیب کے کمالات سے نا آشنا ہیں اور انہیں نہیں مانتے۔ پھر ایسے علماء کرام جنہوں نے شرعی علوم پر دسترس حاصل کی ہے قرآن واحادیث کی روشنی میں وعظ ونصیحت کرتے رہتے ہیں ان میں سے بعض ارباب علم ''اولیائے مستورین'' کے وجود سے بے خبر ہیں۔ یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔

آج کی روشن دنیا میں جہاں سائنسی ترقیوں نے ستاروں کی گزرگاہوں کو ڈھونڈھ نکالا ہے۔ چاند اور ستاروں کی بلندیوں کو چھولیا ہے۔ وہ بھی رجال الغیب سے بے خبر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سورج کے طلوع ہونے کے باوجود آسمان پر چاند اور ستارے موجود ہوتے ہیں مگر ہماری نظریں اسے دیکھ نہیں پاتیں حالانکہ وہ دن کے وقت بھی آسمانوں کے سائبانوں کے نیچے اپنا سفر جاری رکھتے ہیں لاکھوں کروڑوں ستارے آسمانوں کی چھتوں کو مزین کیے ہوتے ہیں مگر دن کے وقت ہمیں نظر نہیں آتے کیا یہ ہماری نظروں کی نارسائی ہے یا واقعی چاند۔ ستارے دن کی روشنی کے وقت کہیں جا کر آرام کرنے بیٹھ جاتے ہیں؟ نہیں وہ کہیں نہیں جاتے، یہیں ہی ہوتے ہیں صرف ہماری نظریں سورج کی روشنی میں انہیں دیکھنے سے قاصر ہیں اولیائے مستورین، رجال الغیب اور مردانِ غیب بھی اس معاشرے میں ہر وقت موجود رہتے ہیں مگر ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے نہ دیکھ پانے کے باوجود اُن کے وجود سے انکار تو نہیں کیا جا سکتا ہماری نارسائی واقعی نارسائی ہے۔ سائنسی دنیا کو دیکھیں آج خلا میں سیّارے سفر کر رہے ہیں، لیبارٹریوں میں بیٹھے سائنس

دان ان کی رفتار ان کی آمدورفت ان کے پیغامات سنتے رہتے ہیں مگر وہ ہمیں نظر نہیں آتے کیا ہم اپنی جہالت کے پردے لٹکا کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج کا سائنس دان ایسی چیزوں کے وجود منوانا چاہتا ہے جس کا وجود ہی نہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری نے کیا خوب کہا۔

نظر در دیدہا ناقص فتادہ　　　　وگرنہ یار من از کس نہاں نیست

رجال الغیب میں حضرت خضر علیہ السلام کا مقام:

حضرت خضر علیہ السلام صدیوں سے رجال الغیب سے ملاقاتیں کرتے آرہے ہیں اور بعض اوقات ان کی راہنمائی بھی کرتے ہیں تمام اہل نظر حضرت خضر علیہ السلام کو اولیائے ظواہر اور اولیائے مستورین کا قائد تسلیم کرتے ہیں۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت خضر علیہ السلام کو "سید القوم" تسلیم کیا ہے (روض الریاحین) قسطلانی شرح بخاری میں خضر علیہ السلام کو مردان غیب ہی نہیں رجال الغیب کا رہنما تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ کا اسم مبارک بلیا بن بلکان ابن فالح ابن عامر ابن سالح بن ارفخشد ابن سام ابن نوح ہے، کنیت "ابو العباس" ہے مگر لقب "خضر" ہے اور اسی نام سے مشہور ہیں۔ اس لقب کی محققین نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ آپ جہاں بیٹھتے سبزہ اُگ آتا تھا حضرت مجاہد نے لکھا ہے کہ آپ ایک بار جہاں مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھ لیتے وہاں سبزہ اُگ آتا۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں انما تتمی خضراً الانۃ جلس علی قروۃ بیضاء فاذا ھی تحتز من خلفہ خضراء القبی حضرت خضر جہاں بیٹھتے اگر شہر ہوتا یا سنگین چٹان ہوتی اس کے اردگرد سبزہ اُگ آتا۔

وہ روندتے ہیں تو سبزہ نہال ہوتا ہے
وہ توڑتے ہیں تو کلیاں شگفتہ ہوتی ہیں

آپ نہاہت نیک خلق، جوانمرد اور اللہ کی مخلوق پر ہمیشہ شفیق و مہربان اور جود و عطا میں بے نظیر ایثار و سخاوت میں بے مثال تھے۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمتہ اللہ علیہ عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھ ہر وقت دس رجال الغیب رہتے ہیں۔ یہ دس حضرات ابدال و اقطاب کے درجہ کے ہوتے ہیں۔ حضرات صوفیہ اس بات کے متفقہ طور پر قائل ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام آج تک زندہ ہیں اور روشن آفتاب کی طرح لوگوں کی دادرسی کرتے رہتے ہیں۔ نہ تھکتے ہیں، نہ رُکتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام اولیاء اللہ سے ملاقات کرتے رہتے ہیں۔ اس معاملہ میں ان کو اتنی شہرت حاصل ہے کہ کسی زمانہ، کسی علاقہ، کسی خطہ کے ولی اللہ یا مردانِ غیب کو انکار نہیں ہو سکا۔ آپ حضرت غوث الاعظم کے پاس تشریف لاتے تھے۔ خواجہ نظام الدین دہلوی محبوب الٰہی سے ملاقات کرتے تھے۔ حضرت محی الدین ابن عربی کی راہنمائی فرماتے تھے وہ اکثر اولیاء اللہ کو ملتے اور اعمالِ خیر کی طرف توجہ دلاتے اور مخلوق خدا کی دادرسی کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص حضرت خضر علیہ السلام کے وجود اور زندگی سے انکار کرتا ہے، وہ جاہل ہے۔ محقق جزری، ''حصن حصین'' میں حضرت حاکم کی ایک روایت مستدرک سے نقل کرتے ہیں کہ جس دن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی تو اس دن ہزاروں لوگ مدینہ میں جمع تھے ایک بلند قامت۔ صبیح الوجہ اور خوبصورت مگر شفیق شخص صحابہ کرام کے مجمع میں نظر آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس نے حضور کی زیارت کی ہدیۂ صلوٰۃ و سلام پیش کیا اور خاموشی سے چلا گیا۔ بعد میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور سیدنا صدیق اکبر نے بتایا کہ یہ سفید چہرہ حضرت خضر تھے۔ علامہ سیوطی نے ''جمع الجوامع'' میں حضرت خضر کی سیدنا عمر فاروق سے ملاقات کا تذکرہ کیا ہے۔ سرور

عالم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت خضر علیہ السلام حاضری اور کی ملاقاتیں یقینی ہیں اور اکابر صحابہ نے اس کی تصدیق کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام شریعت محمدیہ کے تابع ہیں۔

صوفیہ حضرات نے اپنی کتابوں، ملفوظات اور اسناد میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ذکر کیا ہے اور ایسے بے شمار مقامات سامنے آئے ہیں جب حضرت خضر نے اولیائے مستورین اور اولیائے ظواہر کے علاوہ غرباء و مساکین کی امداد فرمائی۔ مشکلات میں عام لوگوں کے لیے آسانیاں بہم پہنچائیں۔ مگر ایک حقیقت سامنے رہے کہ اولیائے ظاہرین کے برخلاف اولیائے مستورین اور رجال الغیب کا مرکز، کسی خانقاہ، یا کسی ایک مقام پر نہیں ہوتا بس آئے، کام کیا، اور غیب ہو گئے۔

ع پھر انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

رجال الغیب تو مخلوق خدا کی راہنمائی پر مامور ہیں وہ ہزاروں میلوں کا سفر کر کے مخلوق خدا کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ نہ کسی پر احسان نہ مروّت۔ بس اپنے کام سے کام ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے انہوں نے اپنا کام کرتے جانا ہوتا ہے۔

ع دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام

حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کے مقامات:

صاحب ''قصر عارفاں'' اپنی کتاب کی جلد اول میں لکھتے ہیں کہ تمام صوفیۂ کرام نے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کو ''رجال الغیب'' کی صفِ اول میں تسلیم کیا ہے۔ ہزاروں اربابِ تصوف نے ان دونوں حضرات کی ملاقاتوں اور داد رسی کے واقعات قلمبند کیے ہیں۔ یہ دونوں حضرات متبرک مقامات، جنگلوں، بیابانوں، سمندروں اور دریاؤں کے کناروں سے

گزرتے ہوئے عارفانِ زمانہ پر نگاہِ لطف ڈالتے جاتے ہیں۔ ان کی صحبت میں ''دس رجال الغیب'' ہر وقت حاضر رہتے ہیں اور سفروں میں بھی ہم رکاب ہوتے ہیں۔ ذوالقرنین اکبر نے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ سکندر رومی فاتح جہان نے ان کی برکات سے حصہ لیا تھا۔ ان دونوں حضرات نے بہت سے انبیاء کرام کی مجالس میں حاضری کا شرف پایا اور ان سے ملاقاتیں کیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ہمسفری کے پُر اسرار واقعات قرآن پاک میں بھی بیان کیے گئے ہیں اور مفسرین قرآن نے اس باہمی سفر پر بڑی لطیف گفتگو کی ہے۔ یہ گفتگو بھی رجال الغیب کی پُر اسرار گفتگو ہے جس کو عارفانِ اسرار نے بہت پسند کیا ہے اور اس گفتگو سے صوفیہ نے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔

انساب و شجرات پر کام کرنے والوں نے لکھا ہے کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام کے دادا حضرت الیاس علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی اولیاء اللہ سے ملاقاتوں کا بہت سی کتابوں میں ذکر ملتا ہے وہ صالحین امت کی راہنمائی فرماتے نظر آتے ہیں۔ متبرک مقامات پر زیارت کراتے ہیں بعض اوقات اولیائے کرام کو خرقہ پہناتے ہیں۔ بعض مجالس میں اولیاء اللہ کو خرقہ پہنانے والے شیوخِ طریقت کا ہاتھ بٹاتے دکھائی دیتے ہیں۔

سید الرجال الغیب، غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ:

سیدنا غوث اعظم رجال الغیب کے پیشوا اور رجال الغیب کے امام مانے جاتے ہیں۔ آپ بغداد کے مرکزِ روحانیت کی شمع فروزاں تھے۔ آپ نے ایک عالمِ دین کی حیثیت سے بغداد کو علم و فضل اور روحانیت کا مرکز بنا دیا تھا۔ آپ کے خطابات میں ہزاروں علماء کرام حاضر رہتے اور آپ کے خطابات سے دینی مسائل نوٹ کیا کرتے تھے۔ عباسی دور میں آپ نے ایک مصلح کی حیثیت سے

بگڑتے ہوئے اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لیے کئی سال تک مسلسل کام کیا۔ مگر دوسری طرف آپ ''رجال الغیب'' کے اس بلند ترین مقام پر فائز رہے جو اعلیٰ ترین منصب ہے۔

آپ رمضان المبارک ۴۷۰ھ میں جیلان میں پیدا ہوئے۔ انیس سال کی عمر میں بغداد تشریف لائے۔ سات سال کے اندر اندر آپ علومِ نقلی، عقلی، دقائق وحقائق پر عبور حاصل کر کے وقت کے مقتدر اور اکابر علمائے کرام میں شمار ہونے لگے۔ پچیس سال کی عمر میں آپ ''فرد'' کے مقام پر فائز ہو گئے۔ اپنی عمر کے آخری سال (۹۱ سال) ۵۶۳ھ تک روحانیت کو چار دانگ عالم میں پھیلاتے رہے۔ آپ کی ریاضتوں کے دوران حضرت خضر علیہ السلام اکثر تشریف لاتے تھے اور آپ کی روحانی ترقیوں میں حصہ لیتے۔ بعض اوقات آپ کی افطاری کے لیے اپنے ہاتھ سے سامان مہیا کرتے اور جناب سیدنا عبدالقادر جیلانی کے منہ میں لقمے ڈالتے رہے۔ زمانہ طالب علمی میں وقت کے ایک رجال الغیب میں سے غوث الدہر بغداد میں آئے تو حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی نہایت ادب اور انکساری سے ان کی زیارت کو گئے۔ آپ کو دیکھ کر وہ فرمانے لگے ایک وقت آنے والا ہے آپ ایک بلند ترین منصب پر فائز ہوں گے۔ آپ کو اپنے ایک اور ہمعصر غوث شیخ حماد قدس سرہ کی صحبت میسر آئی۔ شیخ حماد حضرت جعفر شبلی کے سلسلہ سے منسلک تھے دوسری طرف شیخ تاج الدین ابوالوفا بغدادی سے بھی نسبت رکھتے تھے۔ حضرت غوث پاک ان دنوں نوجوان تھے۔ شیخ حماد منبر پر بیٹھتے تھے اور لوگوں کو خطاب فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو شیخ حماد منبر پر بیٹھے تھے اور لوگوں کو خطاب فرما رہے تھے۔ آپ مجلس میں حاضر ہوئے تو شیخ حماد نے تقریر بند کر دی۔ اور فرمایا اس نوجوان کے سامنے میں تقریر نہیں کر

سکتا۔ اس نوجوان کی پیشانی میں ایک ایسا نور جھلکتا دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب یہ نور مشرق ومغرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ منبر سے نیچے اترے۔ حضرت غوث اعظم کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور بہت سے تبرکات پیش کر کے فرمایا۔ ''جب آپ عروج پر پہنچیں تو مجھے بھی یاد کر لینا''۔ حضرت شیخ حماد اسی دن سے غائب ہو گئے۔ آپ کی یہ ملاقات ۴۹۰ھ میں ہوئی تھی۔ آپ ایک طویل عرصہ بغداد سے غائب رہے مگر دور بیٹھے غائبانہ طور پر سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی مقامات کا مشاہدہ کرتے رہتے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ کے حکم (القا) سے قدمی هذہٖ علی رقبة کل ولی اللّٰہ کا اعلان کیا۔ آپ کی مجلس میں جتنے ولی اللہ بیٹھے تھے انہوں نے گردنیں جھکا دیں۔ آپ کے زمانے میں دنیا کے کسی گوشے میں اگر کوئی ولی اللہ موجود تھا۔ تو یہ آواز سن کر اپنی گردن کو جھکانے میں اعزاز محسوس کرتا تھا۔ مشرق ومغرب کے رجال الغیب کی گردنیں جھک گئیں۔ آپ کے اس اعلان سے انبیاء کرام کی ارواح مقدسہ نے اظہارِ مسرت کیا۔ خواجۂ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خصوصی نگاہِ شفقت سے اپنے نواسے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو بغداد کی مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اور آپ کے اس اعزاز کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اسی طرح مستقبل میں آنے والے اولیاء اللہ اور رجال الغیب کی ارواحِ مقدسہ اس اعلان کے سامنے گردنیں جھکاتے رہیں گے۔

آپ آج کے بھی غوث الثقلین ہیں، آپ قطب الارشاد ہیں۔ قطب الاقطاب ہیں، فیضانِ عرفان کے مالک ہیں۔ پھر اللہ کے عرفانی خزانوں کو تقسیم کرنے والے ہیں۔ دنیا بھر کے رجال الغیب آپ کے انوار سے اپنا اپنا حصہ پا کر اپنے مناصب پر بیٹھتے ہیں۔

رجال الغیب سے بدگمانی پر سزا:

مقاماتِ صوفیہ اور مناصبِ رجال الغیب سے نا آشنا لوگ اکثر ان ''بندگان مستورین'' کے کمالات سے انکار کرتے رہتے ہیں یہ لوگ جاہل اور ناواقف ہونے کی وجہ سے محجوب ہیں۔ اگر رجال الغیب کے احوال و مقامات پرَ تحریریں پڑھی جائیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ بعض اوقات علماء وصوفیہ بھی دانستہ یا نادانستہ بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور رجال الغیب کے متعلق سست گفتگو کرتے ہیں ایسے بدگمانوں کو فوراً سرزنش ہوتی ہے۔

''خانوادۂ فردوسیان'' کے بانی شیخ احمد نجم الحق والدین کبریٰ فردوسی رحمتہ اللہ علیہ تھے بڑے صاحب تصرّف بزرگ تھے۔ علمی اعتبار سے بڑے بلند پایہ عالم تھے تبریز میں بابا فرخ تبریزی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی قمیص اتار کر آپ کو پہنا دی۔ آپ علمی مراتب کے ساتھ ساتھ روحانی مناصب پر بھی فائز ہو گئے مگر علمی اور طریقت کی بلندیوں نے انہیں اس مقام پر لا کھڑا کیا وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ بابا فرخ تبریزی نے ان کے قلب پر نگاہ ڈالی تو انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ نجم الدین کبریٰ تو علمی حجاب میں ہیں۔ ان کے دل کی دنیا بدلنے کے لیے انہوں نے ایک تدبیر سوچی کہ کیوں نہ انہیں کسی رجال الغیب کی تربیت میں بھیج دیا جائے۔ ایک دن نجم الدین کبریٰ جو خود بھی بڑے ہی صاحبِ کرامت اور صاحبِ علم و فضل تھے دل میں سوچنے لگے کہ میرے پیرومرشد طریقت میں تو کمال رکھتے ہیں مگر علمی دنیا میں ذرا کمزور ہیں۔ صرف ونحو کی فنی پیچیدگیاں، فقہ اور کلام کی بلندیاں اور قرآن وحدیث کے دقیق مقامات میں بھی ذرا کمزور ہیں۔ آپ کے مرشد نے ان کی اس قلبی کیفیت کو بھانپ لیا فرمایا بیٹا تم چند دنوں کے لیے میرے ایک دوست عمار یاسر کے پاس چلے جاؤ اور کچھ دن وہاں گزارو وہاں

گئے تو عمار یاسر، نجم الدین کبریٰ کو مصر لے گئے۔ وہاں حضرت رُوز بہان بقلی رحمتہ اللہ علیہ کی مجالس میں رہنے کا مشورہ دیا۔ ایک دن رُوز بہان بقلی وضو فرما رہے تھے۔ مگر پانی اتنا قلیل تھا جس سے شرعی طور پر وضو جائز نہیں ہو پاتا تھا، نجم الدین کبریٰ کے دل میں خیال آیا کہ ان صوفیوں کو کس طرح سمجھاؤں کہ شریعت میں اتنے پانی سے وضو جائز نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ آپ کے دلی خدشات سے آگاہ ہو کر اُٹھے اور نجم الدین کبریٰ کے منہ پر اپنا گھیلا ہاتھ پھیرا، جس سے وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ کچھ لمحوں کے بعد ہوش آیا۔ تو دیکھا کہ شیخ انہیں گھور رہے ہیں۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نماز پڑھنے کے لیے اُٹھے ہی تھے اور تازہ وضو کرنے کے لیے بڑھے تو شیخ روز بہان بقلی نے ان کی گردن پر ایک زوردار مکا رسید کیا آپ منہ کے بل گر پڑے۔ روز بہان بقلی نے فرمایا ''آئندہ مردانِ خدا کی غلطیاں تلاش نہ کرنا ورنہ مارے جاؤ گے!'' شیخ نے عمار یاسر کو خط لکھا اور نجم الدین کبریٰ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور آپ کو واپس عمار یاسر کی خدمت میں بھیجا اس خط میں لکھا تھا کہ ''آپ کے پاس جتنا پیتل ہے مجھے بھیج دیا کریں۔ میں اسے سونا بنا کر آپ کو واپس بھیج دوں گا''۔ حضرت نجم الدین کبریٰ نے اپنے پیرومرشد بابا فرخ تبریزی کی خدمت میں حاضر ہو کر گلہ کیا ''یہ عجیب لوگ ہیں پیتل لے کر سونا دیتے ہیں اور ولی اللہ ہو کر ایسا کاروبار کرتے ہیں''۔ اگر انہیں کوئی مسئلہ سنایا جائے تو گردن پر مکے مارتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ''رجال الغیب'' ہیں۔ ان کے ساتھ ہوش سے رہنا پڑے گا۔

حضرت ابن عربی کی مطافِ کعبہ میں ایک رجل غیب سے ملاقات:

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اپنے علوم کی وسعت کے باوجود اکثر رجال الغیب سے ملاقات کی خواہش رکھتے تھے اور بعض اوقات رجال الغیب سے

ملاقات بھی کرتے تھے۔ وہ اس سلسلہ میں دور دراز مقامات کا سفر اختیار کرتے۔ علم وعرفان کی وادیاں طے کرتے ""فتوحاتِ مکیہ"" میں لکھتے ہیں کہ ""میں کعبۃ اللہ میں طواف کر رہا تھا مجھے طواف کرتے ہوئے ایک نہایت ہی خوش شکل اور دراز قد شخص نظر آیا۔ میرے دل میں بار بار خیال آتا کہ اس شخص سے ملوں، بات کروں۔ مگر آدابِ طواف مجھے ایسا نہ کرنے دیتے۔ طواف مکمل ہونے سے پہلے ہی یہ شخص اپنا طواف مکمل کر کے مطاف سے باہر چلا گیا اور میں اس کے دیکھنے کی حسرت لیے طواف کرتا رہا۔ طواف مکمل ہوا تو مقامِ ابراہیم پر نفل پڑھنے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ شخص مطاف کے ایک کونے میں بیٹھا ہے غالباً وہ میرا انتظار کر رہا تھا میں دوڑا دوڑا اس کے پاس پہنچا۔ سلام کیا۔ کہنے لگا مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ اچھا ہوا تم آگئے۔ میں نے اس سے نام پوچھا اس نے عجیب سا نام بتایا تو میں حیران رہ گیا کہ میں نے تو آج تک اس نام کا کوئی آدمی نہ سنا تھا حالانکہ مجھے مختلف ممالک، مختلف خطوں اور مختلف ادوار کے لوگوں کے نام ذہن نشین تھے۔ وہ میری حیرانی کو پا گیا اور کہنے لگا۔ چلو ناموں میں کیا رکھا ہے۔ آؤ کچھ باتیں کریں تھوڑی سی گفتگو کے بعد میں نے پوچھا آپ کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا ستر لاکھ سال کا ہو گیا ہوں۔ میں عمرانیات پر عبور رکھتا ہوں۔ تخلیقِ آدم سے آج تک کتنے سال گزرے تھے، میں نے حساب لگا کر عرض کیا۔ حضور اتنے سال تو سیدنا آدم علیہ السلام کو دنیا میں آئے ہوئے بھی نہیں ہوئے۔ آپ اپنی عمر کس طرح بتا رہے ہیں۔ فرمانے لگے کس آدم کی بات کرتے ہو؟ وہ ابوالبشر آدم! وہ تو کل کا انسان ہے اس سے پہلے بھی آدم ہوئے ہیں اور ان میں رجال الغیب بھی ہوئے ہیں جو مختلف ادوار میں کائناتِ ارضی پر سیر وسیاحت کے لیے آتے رہے ہیں۔ تم نے وہ حدیث تو پڑھی ہو گی جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ہے کہ ''افراد'' کی ایک جماعت ملائکہ میں بھی ہے جو ''عالمِ علوی'' کے تکوینی امور کی نگرانی کرتی ہے اور ان کی عمر اولاد آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ اور یہ ابو البشر ایک سو ایک کے بعد آنے والے آدم ہیں۔

افراد کون ہیں؟

یہ لوگ قطب کے حلقہ سے باہر ہوتے ہیں کوئی دوسرا قطب ان پر اپنا تصرف نہیں کرسکتا، ساری کائنات میں ان کی تعداد صرف تین یا اس سے زیادہ ہوتی ہے۔ ''افراد'' اپنے مناصب پر بڑے استحکام سے حکومت کرتے ہیں۔ انسانوں کے علاوہ فرشتوں میں بھی افراد ہوتے ہیں۔ مگر ان کا دائرہ کار صرف آسمانوں تک محدود رہتا ہے۔ وہ اللہ کے جلال و جمال میں گم رہتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت میں تین ایسے افراد ہیں جو تیز رو سواریوں پر بیٹھ کر مشرق و مغرب کی سیاحت کرتے رہتے ہیں اور اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں یہ حضرات بعض اوقات حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات سے بھی بے نیاز ہوتے ہیں ایسے افراد میں سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا نام درخشاں نظر آتا ہے۔

سیدنا غوث اعظم کی دعوت پر رجال الغیب کی آمد:

سید عبدالقادر اربلی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر'' میں لکھا ہے کہ جس دن سیدنا عبدالقادر جیلانی نے بغداد میں ''قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' کا اعلان فرمایا تو آپ نے مشرق و مغرب میں بسنے والے اولیا کرام کے علاوہ ''رجال الغیب'' پر بھی ایک نگاہ ڈالی اور ان سب کو دعوت دی جب آپ کو خلعت سے نوازا جارہا تھا تو ساری دنیا میں جتنے رجال الغیب تھے ہاتھ باندھے بغداد کے اردگرد کھڑے تھے۔ بغداد سے کئی سو

میل تک ان رجال الغیب کی قطاریں نظر آ رہی تھیں۔ رجال الغیب کے کئی قافلے اُڑتے اُڑتے مشرق و مغرب سے چلے آ رہے تھے۔ لاکھوں رجال الغیب آسمانوں پر قطار در قطار ہاتھ باندھے کھڑے تھے حضرت شیخ ابو سعید قیلوی فرماتے ہیں کہ میں اس موقع پر عراق میں موجود تھا۔ مجھے سیدنا عبدالقادر جیلانی کی اس مجلس میں شرف باریابی حاصل تھا۔ میں نے دیکھا کہ اولیائے ظاہرین کے علاوہ اتنے رجال الغیب آئے ہوئے تھے کہ زمین پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک دیکھا تو بے شمار رجال الغیب کھڑے ہیں اور ان کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ مجلس ختم ہونے کے بعد دعوت کے اختتام پر سیدنا غوث اعظم نے سارے مجمعے پر ایک نگاہ ڈالی تو کوئی ولی اللہ یا رجال الغیب ایسا نہ تھا جسے جانے سے پہلے "فیضانِ غوثیہ" سے حصہ نہ دیا گیا ہو۔

مردانِ خدا کی قسمیں:

قرآن پاک کی آیات کی روشنی میں ہم اپنے قارئین کو رجال الغیب کی چند اقسام سے متعارف کروانا چاہتے ہیں۔

(۱) رجال صدقوا ماعاهدوا الله عليه۔ (سورۂ احزاب آیت ۲۳)

جنہوں نے اللہ کے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ وہ سچے رجال ہیں۔

(۲) رجال لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله۔

(سورۂ نور آیت ۳۶)

ایسے لوگ جنہیں دنیا کی تجارت اور خرید و فروخت ذکر الٰہی سے نہیں روک سکتی۔

(۳) على الاعراف رجال۔ (سورۂ اعراف)

یہ رجال اعراف میں ہیں۔ ان کی معرفت مستحکم ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ

ہیں جنہیں جب اللہ تعالیٰ اپنی طرف بلاتا ہے تو سواریوں کے بغیر ہی اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔

(۴) واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالاً۔

جب آپ حج کے لیے اعلان کریں گے تو یہ لوگ پاپیادہ دوڑے دوڑے آپ کے قافلے میں شریک ہوں گے۔

ہم آگے چل کر ان آیات کی روشنی میں ان رجال الغیب کا تعارف کرائیں گے۔ جن کی نشاندہی قرآن پاک نے فرمائی ہے۔

(مصنف کتاب) بھی رجال الغیب کی نگاہ میں ہے:

رجال الغیب کے احسانات مخلوق خدا پر بلا تامل و بلا احسان وارد ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں نہ تکلف ہوتا ہے اور نہ کسی کے بلانے پر تشریف لاتے ہیں اور نہ کام کرتے ہیں۔ اگر ان کی تلاش میں نکلیں تو ہاتھ نہیں آتے۔ غیب ہو جاتے ہیں، جیسے ''مردانِ غیب'' ہوں۔ میرا اپنا قیام حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے دربارِ گہربار کے قریب ہے۔ میرے پاس علماء کرام، دانشوران وقت، اساتذہ و طلبہ، پیرانِ عظام، مشائخ ذوالاحترام، تشریف لاتے رہتے ہیں بعض اوقات مختلف سلسلوں کے مشائخِ کرام بھی قدم رنجہ فرماتے ہیں۔ صاحبزادگان، پیرزادگان، استادزادگان، امیرزادگان اور سیّد زادگان حتیٰ کہ شاہ زادگان کی نظر عنایت بھی رہتی ہے۔ ان حالات میں کبھی کبھی، ''رجال الغیب'' بھی کرم فرماتے ہیں۔ نہ ہماری نظریں انہیں پہچان سکتی ہیں نہ وہ اپنے آپ کو نمایاں کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ''مستورین'' ہوتے ہیں۔ چند سال ہوئے مجھے بعض تکلیف دہ حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک بزرگ آئے وہ اکثر تشریف لاتے رہتے تھے۔ کتابیں دیکھتے، ان پر گفتگو کرتے اور بڑی اچھی گفتگو کرتے، میں نے

صورت حال بیان کی فرمانے لگے فلاں آیت دن میں ایک سو بار پڑھ لیا کرو وہ تو
کہہ کر چلے گئے۔ میں آیت پڑھتا رہا۔ ایک ہفتے کے اندر اندر حالات ایسے
درست ہوئے کہ راحت و سکون کے دروازے کھل گئے۔ کچھ عرصہ بعد مجھے ایک
اور مصیبت کا سامنا ہوا تو میں نے چاہا کہ اس کا حل اسی آیت سے کروں۔ جو
مجھے اس بزرگ نے بتائی تھی۔ مگر وہ آیت میرے حافظے سے ایسی محو ہوئی کہ ہر
طرف ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود یاد نہ آئی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ مصیبت تو
ٹل گئی مگر ایک دن اتفاقاً وہی بزرگ دوبارہ تشریف لائے میں نے سابقہ تلخ
حالات کا ذکر کیا تو فرمانے لگے تمہیں فلاں آیت پڑھنے کو کہا تھا۔ ان کی زبان
سے آیت نکلی تو میرے خوابیدہ دماغ کے صفحات کھل گئے اور مجھے ایسی یاد آئی کہ
جیسے کبھی بھولی نہ تھی۔ وہ تو چلے گئے مگر آج تک انہوں نے کبھی واپس آ کر خبر نہیں
لی نہ مجھے ان کا علم ہوا کہ وہ کہاں غائب ہو گئے اور وہ اب تک غائب ہیں۔

بس اک نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا!

چترال کے شمالی پہاڑوں میں رہنے والے ایک بزرگ آیا کرتے تھے وہ
جب حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر آتے تو میرے پاس ضرور
تشریف لاتے۔ وہ فارسی میں بات کرتے تھے۔ میں بھی ان سے دوری اور کتابی
فارسی میں گفتگو کرتا تھا غالباً وہ "سلسلہ نوربخشیہ" (نقشبندیہ) سے تعلق رکھتے تھے۔
وہ اکثر رجال الغیب کی باتیں کر کے میری معلومات میں اضافہ فرماتے ایک دو
مصائب پر دادرسی کی التجا کی۔ ابھی وہ اُٹھ کر نہیں گئے تھے کہ مسائل حل ہو گئے۔
چائے کی پیالی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ وہ مسکراتے ہوئے یہ جا وہ جا!

میں دیار حبیب میں حاضر ہوا تو قدمین شریفین میں سر جھکائے نظر
آئے۔ مجھے دیکھا تو محبت سے منہ چوم لیا، اُٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ دوسرے دن ''باب مجیدی'' کے باہر ملے ان کے ساتھ ایک عربی شیخ تھے۔ جن کا بیٹا ایک لاعلاج بیماری میں پھنسا ہوا تھا آپ نے انہیں دعا دی اور تعویذ دیا۔ بیٹا تندرست ہو گیا۔ عرب شیخ نے آپ کی خدمت میں کئی ہزار ریال کا نذرانہ پیش کیا فرمانے لگے وہ ''اہلِ حدیث مولوی'' جا رہا ہے۔ یہ ریال اسے دے دو۔ یہ پاکستان میں شرک شرک کرتا رہتا ہے اور روپے اکٹھے کرتا رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کو ریالوں کی ضرورت ہوتی ہے میرے پاس تو ''زادِراہ'' وافر ہے۔

میں لاہور واپس آیا۔ تو یہ واقعہ اپنے رسالہ ''جہانِ رضا'' میں بطور تذکرہ شائع کر دیا۔ ان کے لیل و نہار پر روشنی ڈالی۔ ان کے کمالات و کرامات کا ذکر کیا۔ میرے قارئین ان کی ملاقات کے لیے ان کا پتا پوچھنے کے لیے میرے پاس آتے، خط لکھتے مگر وہ اس دن سے ایسے غائب ہوئے جیسے رجال الغیب غیب ہو جاتے ہیں۔

؎ ہر کس نہ شناسندۂ راز است وگرنہ!

یہ راکبان کون ہیں:

حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''فتوحاتِ مکیہ'' میں رجال الغیب کی مختلف اقسام پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرات رجال الغیب میں ''راکبان'' بھی اہم مناصب پر فائز ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی ''فرسان'' بھی ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت گھوڑوں پر سوار رہتے ہیں ان میں زیادہ تعداد عجمی حضرات کی ہوتی ہے۔ مگر ''راکبان'' اونٹوں پر غالباً قطار در قطار چلتے ہیں اور یہ سارے اونٹ سوار عرب ممالک سے تعلق رکھتے ہیں یہ عرب رجال الغیب کا ایک طبقہ ہے جو اونٹوں پر سوار ہو کر مشرق و مغرب پر بڑی

تیز رفتاری سے سفر کرتے رہتے ہیں اور لوگوں کی حاجت روائی کرتے جاتے ہیں۔ یہ حضرات فصاحت و بلاغت میں کمال درجہ رکھتے ہیں۔ زبان میں بڑی شیرینی اور حلاوت ہوتی ہے۔ جس سے بات کرتے ہیں وہ ایک عرصہ ان کے کلام کی چاشنی سے مسرور رہتا ہے۔ ان میں اقطاب بھی ہوتے ہیں اور امام بھی۔ ان میں اوتاد بھی ہوتے ہیں اور ابدال بھی، ان میں نجبا بھی ہوتے ہیں اور نقبا بھی یہ تمام حضرات بلادِ مغرب اور حجاز میں قیام کرتے ہیں اور اکثر مشرقین تک سفر کرتے ہیں اور مشرقین کی مخلوق پر نگاہِ لطف رکھتے ہیں۔ کعبۃ اللہ کے ارد گرد آتے جاتے رہتے ہیں۔

رجال الغیب اور روحانی افراد میں امتیاز:

ہم نے سابقہ صفحات پر ''رجال الغیب'' کے مراتب و مناصب پر گفتگو کی ہے ان کے احوال و مقامات پر اظہار خیال کیا ہے۔ ان کے تکوینی نظام میں مختلف قوتوں کے مظاہروں پر تبصرہ کیا ہے، ان کے شب و روز کے طریق کار پر روشنی ڈالی ہے۔ ''رجال الغیب'' کے احوال و مقامات سے شناسائی رکھنے والے حضرات کو اس سلسلہ میں کسی شبہہ کی گنجائش نہیں مگر بعض حضرات مختلف روحانی مقامات کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں ارواحِ مقدسہ کی قوت اور رجال الغیب کے تکوینی امور پر دسترس پر بعض اوقات اشتباہ واقع ہوتا ہے۔ اندریں حالات ہم ایسے روحانی افراد سے قطع نظر، بات کرتے ہیں ارواح کا زندہ لوگوں کو ملنا۔ زندوں کا ارواح کی تلاش کرنا اور ملاقات کرنا، نیک ارواح اور بد ارواح کا کردار ایک علیحدہ جہان ہے۔ اسی طرح مکاشفات کے ذریعہ بعض امور سے واقفیت حاصل کر لینا۔ الہام و کشف سے بعض مسائل کی راہنمائی حاصل کرنا۔ الہام اور استخارہ سے کئی مشکلات کو حل کرنے کے راستے تلاش کرنا۔ اگرچہ یہ بڑے قطعی اور اعلیٰ مشاغل

ہیں اور اولیاء کرام نے ان مشاغل کو اپنا کر لوگوں کی مشکلات کو حل فرمایا ہے صوفیۂ کرام سے ہٹ کے بعض لوگ ٹیلی پیتھی، مسمریزم، استدراج کے بہت سے ایسے طریقے اپناتے ہیں۔ مگر اللہ کے بندوں نے ہدایت کی راہوں پر چل کر اپنی منزلوں کو آسان بنایا ہے وہ اولیاء اللہ کی کرامات۔ خرق عادات، طی الارض اور نقلِ مکانی جیسے کمالات کے مالک ہوتے ہیں مگر ان کا رجال الغیب کے احوال اور امور سے کوئی تعلق نہیں ہے صدیوں سے مسلمانوں کے علاوہ بہت سے ایسے شعبدہ باز لوگوں کا بھی تاریخ میں ذکر آیا ہے جو اسلام کی نعمت سے تو محروم رہے مگر استدراج، ہمزاد کی رفاقت، جنّات کی شعبدہ بازیوں سے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی رجال الغیب کے مقامات سے بے خبر ہیں۔ بعض روحانی بزرگوں نے دعوتِ ارواح دے کر ارواح کو حاضر کر کے دکھایا ہے۔ ارواح سے ملاقاتیں کیں۔ ان سے برزخ کے احوال سے قدرے شناسائی حاصل کی مگر یہ حضرات رجال الغیب کی طرح تکوینی عمل میں حصہ نہیں لے سکتے اور یہ خرق عادات کے مالک ضرور ہیں مگر رجال الغیب کے مقامات اور ہیں۔

غارِ حرا کی مجالس:

بعض صالحین امت نے غارِ حرا میں حاضر ہو کر ان مجالس کا تذکرہ کیا جس میں وہ خود شریک ہوئے تھے اور ان مجالس میں بعض اوقات خود سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جلوہ فرما ہوئے تھے سید عبدالعزیز دبّاغ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ابریز'' میں غارِ حرا کی مجالس کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ نے ''میزان الکبریٰ'' میں حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں بلند پایہ اولیاء اللہ اور ائمہ مجتہدین کا اجتماع اپنی آنکھوں سے دیکھنے، کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کی مجلس جب غارِ حرا میں منعقد ہوتی تو بے شمار اولیاء اللہ کے علاوہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد صحابہ کرام کا ایک مجمع ہوتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ''سلطان الاذکار'' میں لکھا ہے۔ مجھے ایسی مجالس میں کئی بار حاضر ہونے کی سعادت ملی جو غارِ حرا میں ہوتی تھیں۔ جب کسی نماز کا وقت ہوتا تو حضور اعلان فرماتے کہ زندہ افراد نماز پڑھ لیں ان مقامات کے باوجود ہم ایسے اولیاء کرام کو رجال الغیب کے مشاغل میں شمار نہیں کرتے۔ یہ ''ارواح مقدسہ'' ہیں رجال الغیب ایک علیحدہ مخلوق ہے وہ ''زندہ مستورین'' میں سے ہوتے ہیں جن کے ذمہ بے پناہ فرائض ہوتے ہیں اور وہ انہیں سرانجام دینے میں کوتاہی نہیں برتتے۔

قلندراں کہ بہ تسخیرِ آب و گل کوشند
زشاہاں تاج ستانند وخرقہ بردوشند

حضرت داتا گنج بخش کے مرشد رجال الغیب کی ایک دعوت میں:

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''کشف المحجوب'' میں اپنے پیرومرشد حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک سال اولیاء اللہ کا بڑا عظیم الشان اجتماع ہوا۔ یہ اجتماع ایک بہت بڑے وسیع جنگل میں تھا۔ میرے پیرومرشد حضرت حصری رحمتہ اللہ علیہ مجھے بھی اپنے ساتھ اس اجتماع میں لے گئے میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ اس کا ہر فرد تخت پر بیٹھا فضا میں اڑتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ کئی حضرات کو ان کے عقیدتمند تختوں پر بٹھا کر لا رہے ہیں۔ ہزاروں رجال الغیب فضا میں اُڑتے چلے آ رہے ہیں۔ جب اس قسم کے تمام گروہ جمع ہو گئے تو حدِ نگاہ تک اولیاء اللہ اور رجال الغیب کا ایک بہت بڑا مجمع تھا۔ لیکن میرے شیخ حضرت حصری رحمتہ اللہ علیہ نے ان آنے

والے لوگوں کی طرف بالکل کوئی توجہ نہ دی۔ تھوڑا سا وقت گزرنے کے بعد ایک آدمی کو دیکھا گیا کہ وہ چلا آرہا ہے۔ اس کے جوتے پھٹ چکے ہیں۔ اس کی چھڑی ٹوٹ چکی ہے۔ پاؤں زخمی ہو چکے ہیں۔ زخموں سے خون رس رہا ہے۔ سر ننگا ہے۔ جسم کے بہت سے اعضاء گرمی کی وجہ سے مضمحل ہو چکے ہیں وہ شخص اتنا بوڑھا اور کمزور ہے کہ مجمعے میں چلتے چلتے لڑکھڑاتا جا رہا ہے۔ جب وہ میرے حضرت حصری رحمتہ اللہ علیہ کے قریب پہنچا تو حضرت خود اُٹھے، اس کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے پاس بہت عمدہ اور بلند مقام پر بٹھایا۔ میں نے یہ کیفیت دیکھی تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اتنے اتنے برگزیدہ اولیاء اللہ فضا میں اُڑتے ہوئے تختوں پر بیٹھے ہوئے آئے ہیں مگر میرے استادِ مکرم نے کسی کی پروا نہیں کی۔ میں نے حضرت شیخ سے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ فرمانے لگے یہ اللہ کے اولیاء میں سے ایک ولی ہے یہ ولایت کے پیچھے نہیں جاتا ولایت اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔ یہ کرامت کو خاطر میں نہیں لاتا کرامتیں اس کا پیچھا کرتی ہیں۔ یہ دور دراز علاقے سے اپنے پاؤں پر چل کر آیا ہے۔ گرتا پڑتا گرم بیابانوں سے ہوتا ہوا، بھوک اور پیاس کی پروا نہ کرتا ہوا یہاں آ پہنچا ہے میرے نزدیک یہ ''رجال الغیب'' میں سے ایک ہے مگر وہ اپنی کرامت کی نمائش نہیں کرتا اور نہ کسی منصب کی پروا کرتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے استاد سے جب یہ واقعہ سنا تو دل میں خیال آیا سبحان اللہ دنیا میں ایسے بھی رجال اللہ موجود ہیں۔

ابنِ عربی کی قرطبہ میں ایک ''رجل غیب'' سے ملاقات:

ابن عربی اندلسی رحمتہ اللہ علیہ علم وفن کے ایک بحرِ ناپیدا کنار ہیں۔ وہ دنیا بھر کے علوم وفنون کا سمندر ہیں۔ اولین و آخرین کے علمی اور روحانی نکات

سے واقف ہیں۔ آپ نے بے پناہ علمی اور روحانی سفر کیے تھے۔ ایک سفر میں وہ اپنے گھر سے نکلے۔ اپنے والد جو اس وقت کی اسلامی حکومت کے ایک اہم عہدیدار تھے، کے ساتھ قرطبہ کو روانہ ہوئے۔ آپ کا یہ سفر اس وقت کے ایک قطبِ زمانہ ابو محمد مخلوف قبائلی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے تھا۔ مگر جب وہاں پہنچے تو انہیں ایک رجل الغیب ابو محمد عبداللہ قطان کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت قطان ایک بے نیاز صوفی کے لباس میں زبردست مجاہد تھے۔ اور اکثر روم کی فتوحات میں اسلامی لشکروں میں ایک غازی کی حیثیت سے شریک جہاد رہتے تھے۔ ابن عربی لکھتے ہیں۔ "یہ صوفی گفتگو کرتے تو قرآن پاک کی آیات کے الفاظ میں کرتے، کوئی بات قرآن کے الفاظ سے باہر نہ کرتے تھے وہ کتاب و سنت کے علاوہ کسی چیز کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ آپ نے کوئی کتاب تو نہیں لکھی تھی مگر جو علماء کرام یا مصنفین قرآن و حدیث کو چھوڑ کر کتاب لکھتے تھے انہیں وہ ناپسند کرتے تھے۔ وہ حکامِ سلطنت کو "ظالم و ستم گر" کا خطاب دیتے تھے۔ وہ ان سے ہمیشہ اختلاف کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ابنِ عربی کے والد گرامی کو صرف اس بنا پر جھڑک دیا تھا کہ وہ سلطانِ وقت کی سلطنت کے عمائدین میں سے تھے۔ وہ ہمیشہ پاپیادہ اور زادِ راہ کے بغیر سفر کرتے تھے اور جہاں کہیں اسلامی فتوحات کے لیے جہاد ہوتا تو وہ ان صفوں میں کھڑے نظر آتے"۔

تمام سابقہ امتوں کے اقطاب کی زیارت:

عالمِ برزخ میں ابن عربی نے سابقہ امتوں کے کئی افراد کی زیارت کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان میں سے بہت سے اقطاب کے نام بتائے گئے جو ابھی تک میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ میں سفر کرتے ہوئے جب دوسری بار مشہد میں گیا تو میں نے سابقہ امتوں کے کئی اقطاب کی زیارت کی۔ حضرت ابن

عربی نے اپنی کتاب ''فتوحاتِ مکیہ'' میں ان اقطاب کے نام بھی لکھے ہیں۔
حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تک
تمام اقطاب کی مجالس کو دیکھا ان اقطاب میں ''قطبِ واحدہ'' حضور نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ہے جو ان اقطاب کے علاوہ تمام انبیاء اور
رسل پر نظرِ شفقت فرماتی رہتی ہے۔

ابنِ عربی ابو مدین سے ملاقات کرتے ہیں:

حضرت ابن عربی کے زمانے میں رجال الغیب میں سے ایک اہم مقام
پر فائز شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جب آپ تیونس کے شہر میں پہنچے تو ۵۹۰ھ
میں اس قطب وقت کی زیارت سے مشرف ہوئے وہ ابو مدین کو ''قطبِ اعظم''
کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ وہ ایک عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے ان کی
وفات کے بعد ان کی قبر کی زیارت کے لیے کئی بار گئے۔ اپنی کتابوں میں ان کا
ذکر بڑی عقیدت سے کرتے تھے۔ اپنی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ
ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ رجال الغیب میں سے تھے۔ وہ لوگوں پر اپنی محبت کا اظہار
ایسے ہی کرتے تھے جیسے عام لوگ ایک دوسرے پر اپنی نفرت کا اظہار کرتے رہتے
ہیں وہ محبت کو نعمتِ خداوندی شمار کرتے تھے اور واما بنعمة ربک فحدث کے
پیشِ نظر جس پر ایک محبت کی نگاہ ڈالتے اس کا دل نورِ خداوندی سے معمور ہو جاتا۔
ابن عربی لکھتے ہیں کہ عالمِ علوی میں آپ کا نام ابو النجاویہ ہے۔ آپ ۸۷۹ھ میں
فوت ہوئے تھے وہ مزید لکھتے ہیں شیخ ابو مدین آخری عمر میں ہر کام سے فارغ ہو
کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اور توکلاً وقت گزارتے مگر ان کی نگاہ مخلوق کے احوال
پر اسی طرح رہتی تھی۔ ان کے مسائل گھر بیٹھے حل کرتے، مشکلات دور فرماتے
تھے شیخ ابو مدین کو ایک بزرگ ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے شب و روز کے

متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا محبت میری سواری ہے۔ معرفت سے آراستہ توحید میری منزل ہے مگر میں محبت کے رازوں کو فاش نہیں کرتا۔

اقطابِ دُرّعینؒ:

اقطاب میں سے ایک طبقہ ''اقطابِ درعین'' کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عربی نے ایسے اقطاب کی زیارت کی ہے آپ نے شیخ ابو مدین کی خدمت میں قیام کے دوران ان حضرات کو دیکھا تھا اور اپنی کتاب ''محاضرۃ الابرار'' میں ایک قطب کے مکاشفہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے دیکھا کہ صوفیۂ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت تشریف فرما ہے ان میں ابو حامد امام غزالی۔ ابو طالب مکی (صاحب قوتُ القلوب) ابو یزید بسطامی اور بہت سے دوسرے مقتدر مشائخ بھی موجود ہیں۔ وہ لوگ شیخ ابو مدین پر مختلف سوالات کر رہے ہیں۔ ابن عربی نے ان سوالات اور جوابات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ابن عربی نے ان صوفیۂ کرام کو ''اللہ کے مہمان'' کہہ کر ان کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ ایسے اللہ کے مہمان مشرق و مغرب سے پرواز کر کے شیخ ابو مدین کی مجالس میں حاضر ہوتے تھے ان کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔

دہلی کے روحانی گورنر:

اگرچہ ''اولیائے ظاہرین'' کی روحانی تربیت سے لاکھوں لوگ راہِ راست پر آجاتے ہیں۔ یہ اولیائے کرام اپنی اپنی خانقاہوں میں بیٹھے ہزاروں انسانوں کی دینی اور روحانی راہنمائی کرتے ہیں۔ آپ نے اسی کتاب کے سابقہ صفحات میں پڑھا ہو گا کہ اولیائے اللہ نے برصغیر پاک و ہند میں ایسے ایسے روحانی اور انقلابی اقدام کیے ہیں جن سے گمراہی کی وادیاں نورِ اسلام سے جگمگا اُٹھیں۔ ان ''اولیائے ظاہرین'' کے علاوہ ''اولیائے مستورین'' یا ''مردانِ

غیب'' جنہیں ہم ''رجال الغیب'' کہتے ہیں، تکوینی حالات کی تبدیلیوں کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے انداز میں مختلف ملکوں میں تبدیلیاں لانے، سیاسی ردوبدل کرنے، معاشی اور اقتصادی حالات کی اصلاح، پھر دنیا کے مختلف خطوں میں اپنا کام اس انداز سے کرتے رہتے ہیں کہ عام لوگوں کو پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ تبدیلیاں کس کے ایماء پر ہو رہی ہیں۔ ان کی نگاہیں ظاہری حالات پر ہوتی ہیں۔ کبھی بادشاہوں کی موت، کبھی بادشاہوں کی فتوحات، کبھی بادشاہوں کی ملکی تدابیر کو سامنے رکھ کر فیصلے کرتے ہیں یہ تمام تبدیلیاں ان ''خفیہ'' حکمرانوں کی بدولت ہوتی ہیں۔

ہم پچھلے صفحات میں لکھ آئے ہیں کہ رجال الغیب میں ''قطب'' کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے علاقے، خطے، شہر یا قصبہ کے حالات پر نظر رکھے اور وہاں اللہ کی رضا کے مطابق خفیہ طور پر مخلوق خدا کی نگرانی اور آسانی کے فرائض سرانجام دے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک واقعہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمتہ اللہ علیہ بڑے بلند پایہ عالم دین تھے وہ مفسر قرآن تھے اور معلم علومِ احادیث تھے۔ آپ کے مکتب سے ہزاروں مستند علماء دین علمی خزانے لے کر برِصغیر کے مختلف علاقوں میں خدمت دین کرتے رہے ہیں۔ آپ کے زمانے میں برصغیر پاک و ہند میں سیاسی ابتری اور معاشرتی ناہمواریوں کا بڑا زور تھا۔ مغل اقتدار روبزوال تھا۔ دارالسلطنت دہلی میں معاشرتی برائیاں عروج پر تھیں۔ اخلاقی گراوٹ کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص جو چاہتا کرتا نہ اسے گناہ کا ڈر نہ اللہ کا خوف۔ مختلف مذاہب کے دہشت گردوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا تھا۔ مسلمانوں کی قوتِ حاکمہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔ حکومت کی باگ

ڈور بدقماش عورتوں اوز اخلاق باختہ خوشامدیوں کے ہاتھ میں تھی۔ دارالسلطنت دہلی پر ایک طرف سے مرہٹے حملے کر رہے تھے اور اپنی مرضی سے دارالسلطنت دہلی میں دندناتے پھرتے تھے اور لوٹ کھسوٹ کر کے اپنے علاقوں میں چلے جاتے۔ دوسری طرف پنجاب میں سکھوں کی چیرہ دستیوں سے مسلمان تنگ آچکے تھے۔ پھران کافر دشمنوں کے برعکس خود مسلمان اخلاقی بداعمالیوں کا شکار ہو چکے تھے۔ دہلی شہر میں کوئی لاء اینڈ آرڈر نہیں تھا۔ چوریاں، ڈاکے، قتل و غارت کے سلسلے عام شہریوں کے لیے وبال جان بن گئے تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے احباب میں سے ایک ایسا شخص تھا جو ملکی حالات کو دیکھ کر بڑا مضطرب رہتا تھا۔ اس کی حسّاس طبیعت شہر کے ایک ایک علاقہ کے حالات پر بے چین رہتی تھی۔ وہ ہر روز حضرت کے پاس نیا واقعہ لے کر آتا اور بڑی دردمندی سے بیان کرتا۔ ایک دن حضرت کی خدمت میں عرض کی حضور دہلی کا ''روحانی گورنر'' یا ''قطب'' کون ہے؟ جو اس طرح سویا ہوا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز اسے سمجھاتے کہ ''اولیائے مستورین'' اپنے فرائض سے غافل نہیں رہتے۔ مگر وہ مشیتِ ایزدی کے ماتحت اقدام کرتے ہیں۔ وہ بے تاب ہو کر کہتا۔ مجھے بتائیں ان دنوں ''دہلی کا قطب'' یا ''روحانی گورنر'' کون ہے؟ میں اسے مل کر صورتحال سے آگاہ کروں۔ آپ نے فرمایا ان حضرات کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے تاہم تمہیں دہلی کے ''روحانی گورنر'' تک پہنچانے میں مدد دیتا ہوں۔ تم صرف زیارت کرو گے۔ خاموش رہو گے اور کسی قسم کے دخل در معقولات کے مرتکب نہ ہو گے۔ دہلی سے باہر سبحان پور کو ایک سڑک جاتی ہے۔ دس میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ وہاں تجارتی قافلے رکتے ہیں اور لوگ خرید و فروخت بھی کرتے ہیں وہاں

سڑک کے کنارے پر ایک گھنے سایہ دار درخت کے نیچے ایک ضعیف شخص ملے گا جو بڑے خوبصورت خربوزے بیچ رہا ہو گا وہ ان دنوں ''روحانی گورنر'' ہے۔ وہ شخص دہلی سے نکلا دوسرے دن دہلی کے ''روحانی گورنر'' خربوزے بیچنے والے کے پاس جا پہنچا۔ کھڑا ہو گیا ایک خربوزے کا نرخ پوچھا۔ اس شخص نے کہا صرف ایک اکنی۔ اس نے اکنی دی اور خربوزہ اُٹھا کر چھری سے چیرا اور چکھ کر کہنے لگا بابا! یہ خربوزہ تو پھیکا ہے۔ جواب ملا اور لے لو، اسے پرے رکھ دو! دوسرا اُٹھایا بابا! اس سے تو بدبو آتی ہے۔ فرمایا اسے بھی پرے رکھ دو اور لے لو۔ تیسرا خربوزہ اُٹھایا۔ چیرا بابا اس میں تو کیڑے چل رہے ہیں! فرمایا ادھر رکھ دو اور لے لو۔ اس طرح اس شخص نے بابے کے سارے خربوزے یکے بعد دیگرے خراب کر دیے۔ پھر کہنے لگا بابا تم نے تو مجھے لوٹ لیا ہے۔ بابے نے کہا بیٹا! اپنی اکنی لے لو۔ شاید آج میں اچھے خربوزے نہیں لا سکا۔ وہ شخص اکنی جیب میں ڈالے سارے خربوزے برباد کر کے رات کو شاہ عبدالعزیز کے پاس آ گیا۔ آ کر کہنے لگا کہ جب دہلی کا ''قطب'' اور ''روحانی گورنر'' ایسا ہے تو پھر یہ افراتفری کیوں نہ ہو!

چند سال گزرے احمد شاہ ابدالی افغانستان سے اُٹھ کر پنجاب کو روندتا ہوا دہلی پر حملہ آور ہوا۔ وہ پنجاب کے سکھوں کو بھگاتا ہوا دہلی جا پہنچا۔ یہاں سے مرہٹوں اور دوسرے لشکروں کو نکال باہر کیا اور دہلی پر قابض ہو گیا۔ قتل عام کے ساتھ ساتھ اس نے ملک میں نظم و نسق کے مسئلے کو درست کیا۔ جو چوری کرتا ہاتھ کاٹ دیتا۔ جو قتل کرتا پھانسی پر لٹکا دیتا۔ جو زیادتی کرتا اسی وقت سزا دیتا۔ دہلی سے چور اُچکے، ڈاکو قاتل بھاگ گئے یا مارے گئے۔ شہریوں نے سکون کا سانس لیا۔ معاملات درست ہو گئے اور ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

احمد شاہ ابدالی نے جب دہلی کا نظام درست کیا تو قاتلوں کو تختہ دار پر

لٹکایا گیا، چوروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھ کاٹے جانے لگے۔ دھوکہ بازوں کو سزائیں دی جانے لگیں۔ مختلف علاقوں کے سرکش لشکروں کی سرکوبی کر کے انہیں بھگا دیا گیا۔ دہلی اور مضافات میں امن وامان قائم ہو گیا ہر شخص سکون سے رہنے لگا۔ پھر وہی شخص حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گیا اور کہا حضرت اب تو دہلی شہر میں امن ہے، لوگ سکھ سے رہ رہے ہیں۔ ان دنوں دہلی کا قطب کون ہے؟ آپ نے فرمایا جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر ایک بوڑھا مشکیزہ اُٹھائے نماز جمعہ کے بعد نمازیوں کو پانی پلاتا نظر آئے گا۔ وہ ان دنوں دہلی کا قطب ہے۔ وہ شخص جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد جا پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ مشکیزہ اُٹھائے ایک بوڑھا ہانپتا کانپتا سیڑھیاں چڑھ رہا ہے۔ لوگ دوڑ دوڑ کر اس سے پانی پی رہے ہیں۔ یہ شخص بھی آگے بڑھا ایک آبخورہ لیا اور پانی مانگ کر پینے لگا۔ آدھا پانی پیا، آدھا زمین پر گرا دیا۔ بوڑھے کو یہ بات بڑی ناگوار گزری ایک زوردار طمانچہ رسید کرتے ہوئے کہا تم نے یہ پانی کیوں ضائع کر دیا کسی اور مسلمان کے کام آسکتا تھا! وہ شخص ابھی سوچنے نہ پایا تھا کہ بوڑھے نے کہا ”دفع ہو جاؤ! اور مولوی عبدالعزیز کو کہنا تیرے جیسے بے ہودہ لوگوں کو ہمارے پاس نہ بھیجا کرے“ وہ شخص مولانا کے پاس آیا اور سارا ماجرا سنا کر کہنے لگا ”واقعی دہلی کا گورنر بڑا سخت ہے“۔

حضرت ابن عربی کی قطبِ وقت سے ملاقات:

حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کو ”رجال الغیب“ سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ بسا اوقات رجال الغیب سے ملاقات کے لیے ہزاروں میل پیدل سفر کرتے۔ اتنے بڑے علاّمہ تھے کہ اہلِ علم انہیں علوم وفنون کا ناپیدا کنار سمندر قرار دیتے تھے۔ ظاہری علوم کے علاوہ آپ کو باطنی علوم کے کئی شعبوں پر عبور حاصل تھا۔ انہیں بتایا گیا کہ روس کے جنوبی علاقوں، چین کے مغربی خطوں، وسط

ایشیاء کے ہزاروں میل میں آٹھ سال سے بارش نہیں ہوئی۔ یہ علاقے خشک سالی کا شکار ہیں۔ لوگ اپنے گھر باہر چھوڑ کر ہزاروں میل دور علاقوں میں چلے گئے ہیں۔ مال مویشی بھوک سے مر گئے ہیں۔ درندے، وحشی جانور، چرند پرند علاقے چھوڑ کر دور دراز علاقوں میں چلے گئے ہیں۔ درخت سوکھ کر زمین پر آ لگے ہیں۔ پہاڑ، میدان، وادیاں لق و دق صحرا بن گئی ہیں۔ دریا، چشمے سوکھ کر خشک ہو گئے ہیں۔ ابن عربی کو یہ حالات سن کر بڑا قلق ہوا اور سوچنے لگے کہ اس وسیع علاقے کے قطب یا تکوینی نظام کے نگران کہاں ہیں؟ آسمان سے پانی برسانا، لوگوں کو رزق پہنچانا، ان کی تکلیفوں کا ازالہ کرنا قطب کی ذمہ داری ہے۔ مخلوق خدا کی اتنی تباہی، اللہ کی زمین پر اتنی ویرانی مگر یہ بزرگ بالکل بے نیاز ہیں۔ اگرچہ آپ تکوینی معاملات میں دخل دینا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر انہیں معلوم ہوا کہ ان خِطوں کے قطب ان دنوں کوہ قاف کی غاروں میں مصروف عبادت ہیں۔ حضرت ابن عربی نے فیصلہ کیا کہ وہ ان سے ملاقات کریں گے ان کی زیارت کریں گے۔ اور اگر ہو سکا تو لوگوں کی تکلیفوں سے آگاہ کریں گے چنانچہ وہ اندلس سے چلے منزل بہ منزل چلتے چلتے کوہ قاف کی اس غار کے دروازے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ جہاں اس علاقے کا قطب قیام پذیر تھا۔ آپ نے اس غار کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ تین سو ''اولیائے مستورین'' سجدے میں پڑے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں آہ وزاری کر رہے ہیں۔ ابن عربی دروازے پر کھڑے رہے۔ ان حضرات کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ لبوں پر حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہوئے اس شخص کی زیارت کی خواہش کی جو اس علاقے کا قطب تھا۔ اس درود پاک کی برکت سے (افسوس ہمیں اس درود پاک کے الفاظ نہیں مل سکے) ان حضرات میں سے ایک شخص اٹھا،

اور دروازے پر آیا۔ حضرت ابن عربی نے دیکھا کہ اس کے بدن سے نور کے شعلے نمودار ہو رہے ہیں۔ اس شخص نے ابن عربی کے پاس آکر پوچھا کیسے آئے ہو؟ عرض کی زیارت کے لیے۔ فرمایا مجھے تمہاری خواہش کا علم ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے تمہاری آمد کا مقصد بتا دیا تھا۔ اب تم فوراً کوہ قاف کی وادیوں سے نکل جاؤ۔

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اپنی ایک تحریر میں بیان کرتے ہیں کہ میں کوہ قاف سے سو میل سے بھی زیادہ جنوب کی طرف سفر طے کر چکا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس خشک خطے پر بادلوں کے طوفان امنڈ آئے ہیں۔ گرج چمک والے بادلوں نے بار بار برسنا شروع کر دیا۔ پورا ایک مہینہ بارش کے طوفان برستے رہے۔ اتنا پانی برسا کہ دریا، ندیاں، نالے پانی کو سنبھال نہ سکتے تھے۔ میدانوں اور بیابانوں میں پانی کی جھیلیں بن گئیں۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے بتایا کہ ایک ماہ کی لگاتار طوفانی بارش کے بعد آٹھ دن کے لیے بارش رکی۔ جب سورج کی شعاعیں پڑیں تو زمین سے خودرو گھاس، پھول اور جڑی بوٹیاں جوان ہو کر ابھرنے لگیں۔ دوبارہ ایک ماہ تک مسلسل بارش کے طوفان اُمڈتے رہے۔ بھاگے ہوئے پرندے، چرندے، درندے مختلف علاقوں سے ادھر کا رُخ کرنے لگے۔ گھر بار چھوڑ کر جانے والے لوگ اپنے گھروں کو واپس آنے لگے۔ ابن عربی فرماتے ہیں مجھے اس علاقے سے آنے والے ایک شخص نے بتایا کہ ان علاقوں پر میلوں چلے جائیں۔ وہاں خودرو فصلیں ابھرنے لگی ہیں۔ حدِ نگاہ تک پھولوں کی وادیاں لہلہانے لگی ہیں بارشوں کا یہ سلسلہ دو سال تک جاری رہا اور یہ سارا وسیع خطہ سبزہ زار بن گیا۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بھر کوشش کی کہ وہاں کے قطب اور رجلِ غیب سے جو کوہ قاف کی غاروں میں رجال الغیب کی امامت

کرواتے تھے دوبارہ ملوں مگر وہ مجھے کہیں نظر نہ آئے۔

در جستجوئے مانکشی زحمتِ سراغ
آنجا رسیدہ ایم کہ عنقامی رسد

بغداد کی فضا میں ایک رجلِ غیب کی پرواز:

''تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر'' میں علامہ شطنوفی لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی مسجد میں نمازِ جمعہ سے پہلے خطاب فرما رہے تھے۔ ہزاروں لوگوں کا مجمع تھا۔ بغداد کی فضا میں سے ایک رجل الغیب (ولی اللہ) پرواز کرتے گزرا۔ اسے غالباً ابھی سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ غوث مدار کا شہر ہے اور ان کا پایہ تخت ہے یا یونہی بے پرواہی سے پرواز کرتا کرتا بغداد کے شہر کی وسعت کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ اتنے بڑے شہر میں کوئی ایسا فرد نہیں جو مجھے دیکھے یا روکے۔ یہ خیال حضرت سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے دل پر القاء ہوا۔ تقریر کے دوران ایک نگاہ غلط انداز سے دیکھا تو اُڑتا ہوا شخص مسجد کے دروازے پر آ گرا۔ لوگ نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے تو اُسے زخمی اور تڑپتا ہوا پایا۔ وہ کراہ رہا تھا۔ ہر ایک کو اس کی حالتِ زار دیکھ کر دُکھ ہوا۔ کہ یہ بیچارہ کون ہے؟ وہ کئی دن مسجد کے دروازے پر پڑا رہا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض احباب اکٹھے ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس زخمی آدمی کی حالت زار بیان کی اور عرض کی حضور اس مصیبت زدہ آدمی کا کچھ کرنا چاہیے۔ خدا معلوم کون ہے؟ آپ نے فرمایا جاؤ اسے میری طرف سے کہہ دو کہ آئندہ تکبّر اور غرور سے نہ اُڑا کرے اور اب بھاگ جائے کیونکہ ہم کسی کو نقصان نہیں پہنچایا کرتے صرف غفلت پر تنبیہ کرتے ہیں۔

ع نظر کے تیر نے بڑھ کر اسے شکار کیا!

افراد کون لوگ ہیں؟

فاضل بریلوی امام اہلسنّت مجدّد مائۃ سابقہ مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور ''افراد'' کون ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا افراد اجلّہ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجات میں غوثیت کے بعد فردیت ہے۔ ایک صاحب اجلہ اولیائے کرام سے کسی نے پوچھا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ فرمایا ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی وہ بتا رہے تھے جنگل میں ٹیلے پر ایک نور دیکھا جب میں قریب آیا تو معلوم ہوا کہ ایک کمبل کے اندر ایک نور ہے۔ ایک صاحب اسے اوڑھے سو رہے ہیں۔ میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا اُٹھو مشغول بخدا ہو! آواز آئی آپ اپنے کام میں مشغول رہیئے مجھے میری حالت پر رہنے دیجیئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ تم ولی اللہ ہو۔ کہنے لگی میں بھی مشہور کردوں گی۔ کہ تم حضرت خضر علیہ السلام ہو۔ میں نے کہا میرے لیے دعا کرو کہا دعا تو آپ کا حق ہے میں نے کہا تمہیں کرنی ہوگی۔ کہا وافر اللہ حظک منہ اللہ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔ پھر کہا اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ میں نے کہا یہ تو بتاتی جاؤ کہ تو کس مرد کی بیوی ہے۔ کہا ہاں! یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہوگیا تھا ان کی تجہیز و تکفین کے لیے آئی تھی یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہوگئی۔ حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں، فرمایا یہ لوگ افراد ہیں میں نے کہا وہ کون شخص ہے جس کی طرف یہ رجوع کرتے ہیں فرمایا سید شیخ عبدالقادر جیلانی!۔

اعلیٰ حضرت سے کسی نے عرض کیا حضرت ایک غوث کے انتقال کے بعد درجۂ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے۔ ارشاد ہوا، غوث کی جگہ ''امامین'' سے کسی ایک

کو غوث بنا دیا جاتا ہے اور امامین کی جگہ اوتاد اربعہ سے اور اوتاد کی جگہ بدلا سے، بدلا کی جگہ ابدال سے اور ان کی جگہ تین سو نقباء سے، پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامۃ المومنین سے مامور کر دیا جاتا ہے کبھی اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے تو بلحاظ ترتیب کسی کافر کو بھی مسلمان بنا دیا جاتا ہے اور اس کو ابدال کا مرتبہ دے دیا جاتا ہے اور بعض اوقات ابدال سے بھی اونچا مرتبہ اسے بخش دیا جاتا ہے۔

ہر زمانے میں ایک غوث کی حکمرانی ہوتی ہے:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر زمانے میں ایک غوث کی حکمرانی ہوتی ہے۔ غوث کے بغیر زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے اس پر انہوں نے دریافت کیا کہ غوث کو کس طرح سارے انتظامات کرنے پڑتے ہیں؟ فرمایا غوث کو مراقبے میں ہی سارے کائناتی حالات منکشف ہو جاتے ہیں مگر میرا اپنا نظریہ یہ ہے کہ مراقبے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ انہیں ہر حال میں ساری کائنات آئینہ کی طرح پیش نظر ہوتی ہے۔ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں اور وزیر دستِ راست ''عبدالرّب'' اور دستِ چپ عبدالملک ہوتا ہے۔ اس سلطنت میں وزیرِ چپ وزیرِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ بخلاف سلطنت دنیا اس لیے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانب چپ ہوتا ہے۔ غوث اکبر و غوث بر الغیاث حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، پھر صدیق اکبر حضور کے وزیر دستِ چپ تھے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وزیر دست راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارتِ غوثیت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مرحمت ہوئی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم وزیر ہوئے پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی ان کے بعد مولیٰ علی اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ

عنہما وزیر ہوئے تو مولیٰ علی کو مرتبہ غوثیت عطا ہوا ان کے بعد امامین محترمین سیدنا امام حسن وسیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک سب حضرات مستقل غوث ہوتے گئے۔ اور امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل غوث تھے۔ حضور تنہا درجہ غوثیت کبریٰ پر فائز ہوئے۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی ''غوثِ اعظم'' بھی ہیں اور ''سید الافراد'' بھی آپ کے بعد جتنے غوث ہوئے ہیں اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت میں ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری پر انہیں غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

ابدال اور ان کے مقامات:

ہم سابقہ صفحات میں ''رجال الغیب'' کے مختلف افراد اور ان کے مراتب ومناصب پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ پھر ان کے امورِ تکوینی اور خداداد مقامات پر کئی اشارے کیے ہیں اور رجال اللہ (یا مردانِ خدا) کی مختلف اقسام کی طرف توجہ دلائی ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائناتِ ارضی کو جن حضرات کے سپرد کیا ہے ان میں اقطاب، غوث، امامان، اوتاد، ابدال، اخیار، ابرار، نقبا، نجبا، عماد، مکتومان اور مفردان کے مراتب ہوتے ہیں۔ ان رجال اللہ میں ابدال کو خصوصی مقامات حاصل ہیں۔ آیندہ صفحات میں ہم انہیں حضرات اور ان کے مقامات پر اظہار خیال کریں گے۔

ابدال (دوسرے الفاظ میں بدلا) ایسے حضرات ہیں۔ جو حضرات انبیاء کے نقش قدم یا قلب انبیاء علیہم السلام کے تحت کام کرتے ہیں۔ ابدال وہ لوگ

ہیں۔ جو لمحہ بھر میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچ جاتے ہیں پھر یہ لوگ کبھی مغرب کبھی مشرق کبھی آسمان کبھی زمین پر نہایت تیز رفتاری سے منتقل ہوتے رہتے ہیں ان کے لیے مشرق و مغرب شمال و جنوب کی حدود کو طے کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی۔ وہ آناً فاناً کہیں سے کہیں چلے جاتے ہیں۔

بگفتا حالِ ما برقِ جہان است
کہ یکدم ظاہر و دیگر نہان ست

ہمارا حال کوندنے والی بجلیوں کی طرح ہے کبھی ہم بادلوں کے طوفان میں چمکتے ہیں اور کبھی ایک لمحہ میں گم ہو جاتے ہیں۔

گہے برطارمِ اعلیٰ نشینیم
گہے برپشتِ پائے خود نہ بینیم

کبھی تو ہم عرش کی بلندیوں پر جا بیٹھتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی پشتِ پا کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ ابدال کائنات ارضی پر بیک وقت سات کی تعداد میں قائم و دائم ہوتے ہیں اور یہ سات انبیاء کے (قلب) مشرب پر کام کرتے ہیں۔ اس انداز میں لوگوں کی روحانی امداد کرتے ہیں اور کائنات میں تبدیلیاں لاتے ہیں۔ عاجزوں، بے کسوں، مصیبت زدہ افراد اور غم زدہ لوگوں کی فریاد رسی پر مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے طریق کار کی انجام دہی کے لیے ساری زمین کو سات اقالیم میں تقسیم کیا ہوا ہے اور یہ حضرات اپنے اپنے مقامات پر کام کرتے رہتے ہیں۔

ابدال کی قیام گاہیں اور اوصاف:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان ابدال کے علاوہ پانچ اور ابدال کا ذکر بھی فرمایا ہے جو یمن میں قیام پذیر ہوتے ہیں اور ساری اقلیم شام

(یعنی عرب کی سرزمین سے مغربی ممالک تک) پر ان کی حکمرانی ہوتی ہے یہ ''قطب ولایت'' بھی کہلاتے ہیں انہیں ان کا فیضان اقطاب اقالیم تک پہنچتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں ''ابدال'' کی تعداد تین سو پچاس اور ایک دوسری حدیث میں چار سو چار تک بتائی گئی ہے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ حضور کے بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ وہ ''سابقون الاوّلون'' میں شمار ہوتے ہیں آپ نے بتایا ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا الابدال فی الامتی ثلثون بھم تقوم الارض. وھم تمطرون وھم تنصرون۔ (یہ حدیث طبرانی میں موجود ہے)

کہ دنیا میں تیس ابدال ایسے ہیں جن کی بدولت یہ زمین قائم ہے ان کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں۔ ان کی وجہ سے فتح یابیاں ہوتی ہیں۔

مظہرِ اوصافِ حق ہیں اولیاء

ان کی ہے امداد ، امدادِ خدا

محمد بن عجلان رضی اللہ عنہ حضور کے ایک پیارے صحابی تھے انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک فرمان بیان کیا ہے کہ فی کل قرن من امتی سابقون وھم البدلا. والصدیقون بھم یسقون وبھم یرزقون وبھم یدفع البلاء عن اھل الارض۔ ترجمہ: میری امت میں سے ہر زمانہ میں سابقون ہوں گے نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے یہ ابدال ہیں۔ یہ صدیق ہیں۔ ان کی برکت سے زمین پر پانی برستا ہے ان کی طفیل روزی دی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے دنیا والوں سے بلائیں دفع ہوتی ہیں۔

ابدال کے اوصاف:

سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں ان ابدالوں کی تعداد۔

ان کے مقام قیام۔ ان کے درجات اور ان کی برکات سے ہمیں آگاہ فرمایا ہے وہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی عادات واوصاف پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ''میری امت کے ابدال کسی سے ناراض نہیں ہوتے۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ کسی پر لعنت تک نہیں بھیجتے۔ وہ نہایت خلیق اور شفیق ہوتے ہیں اور مخلوقِ خدا کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں''۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک صحابی بکر بن خُنسیں رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے الفاظ کو یوں بیان کیا ہے کہ ''علامة الابدال امتی انهم لا يلعنون شيئا ابدا''۔ کہ میری امت کے ابدال کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ کبھی کسی چیز پر قطعاً لعنت نہیں کرتے۔ یہ ابدال کی بلند اخلاقی اور اعلیٰ ظرفی کی علامت ہے۔

مختلف رجال الغیب کی تعداد:

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک اور حدیث میں ہے جسے حضرت کتانی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے مختلف رجال الغیب کی تعداد اور ان کے القابات کو بھی بیان فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ''نقبا'' تین سو ہیں، ''نجبا'' ستر ہیں۔ ''ابدال'' چالیس ہیں۔ ''اخیار'' کی تعداد سات ہے۔ ''عماد'' چار ہوتے ہیں۔ ''غوث'' صرف ایک ہوتا ہے۔ ''نقبا'' (نقیب) مغربی ممالک کی نگرانی کرتے ہیں۔ جبکہ ''نجبا'' مصر اور دیارِ مصر (افریقہ کے مختلف حصوں) میں مامور ہوتے ہیں۔ ''ابدال'' شام کی اقلیم کے نگران ہیں۔ ''اخیار'' ساری دنیا کی سیر کرتے رہتے ہیں۔ ''عمد'' (عماد) زمین کے زیرین حصوں میں رہتے ہیں۔ غوث کا پایۂ تخت مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے۔ مگر جب دنیا کے کسی حصے میں کوئی کام ہو تو وہ فوراً دادرسی کے لیے وہاں پہنچتا ہے وہ اپنے ماتحت کے نقباء، نجبا،

ابدال، اخیار اور عماد کو حکم دیتا ہے کہ فلاں مسئلہ فوری طور پر بہ منشائے ایزدی حل کیا جائے (اس حدیث کو خطیب بغدادی نے ''تاریخ بغداد'' میں اور علاقہ قسطلانی نے ''مواہب لدنیہ'' میں نقل کیا ہے۔) بحوالہ احسن الاقوال فی فضائل الابدال) مرتبہ مولانا عبدالعزیز مزنگوی رحمتہ اللہ علیہ)۔

ہم اس مقام پر ان رجال الغیب کے معانی بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں جن کا ذکر سرکار نبی کریم صاحب کوثر و تسنیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی احادیث میں کیا ہے۔ نقباء نقیب کی جمع ہے۔ اسے قوم کا مقبول ترین سردار کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ نجبا، نجیب کی جمع ہے جو انمرد بزرگ اور معزز ترین انسان کو کہا جاتا ہے۔ اخیار خیر کی جمع ہے ایسے افراد کو جو نیک اطوار ہوں اور نیکیاں پھیلاتے جائیں۔ ابدال اور اوتاد کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ غوث فریادرس کو کہتے ہیں۔

کیا صحابہ کرام میں بھی رجال الغیب تھے؟

ہم رجال الغیب کے متعلق کتابوں اور مختلف شخصیات سے معلومات حاصل کرتے رہتے ہیں اس سلسلہ میں ہمیں بعض نہایت اہم روحانی شخصیتوں سے ملاقات کا موقع ملا۔ جنہوں نے اپنی گفتگو سے ہمیں خوش کام کر دیا اور بڑے بڑے باریک نکتے بیان فرمائے۔ ہم نے ایک بزرگ سے گفتگو کے دوران یہ سوال کیا، کہ کیا صحابہ رسول میں بھی کوئی رجال الغیب میں سے تھے؟ آپ نے فرمایا۔ ماشاء اللہ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر صحابہ کرام میں ''رجال الغیب'' کے اوصاف اور احوال پائے جاتے تھے۔ مگر یہ حضرات اس آفتاب نبوت کی روشنیوں میں اپنے اوصاف کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے۔ انہوں نے کئی صحابہ کرام کے متعلق واقعات بیان فرمائے۔ آپ نے امام زرقانی

کے حوالے سے بتایا کہ حضور کے چار صحابہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق ، حضرت عثمان غنی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اور سیدہ فاطمۃ الزہرا، حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام ''قطب الاقطاب'' کے درجات پر فائز تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے وقت کے قطب تھے۔ آپ نے اکثر صحابہ کبار کی زیارت کی، ان سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کی والدہ نبی کریم صاحبِ کوثر و تسنیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی کنیز تھیں۔ خواجہ حسن بصری بچے تھے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر پرورش پاتے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں گئے تو حسن بصری بھی آپ کی خدمت کے لیے ساتھ رہے جبکہ آپ کی عمر چودہ برس تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ خیرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کام کرتی تھیں۔ خواجہ حسن بصری ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کھیلتے۔ بعض اوقات ان کی والدہ کسی کام کے لیے باہر ہوتیں تو حسن بصری کو بھوک ستاتی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنا دودھ انہیں پلاتیں۔ اس طرح حضرت خواجہ حسن بصری کو ام المومنین سے شیرخوارگی کی نعمت ملی۔

اس بزرگ نے ''تذکرۃ الاولیاء'' کے حوالے سے ایک دلچسپ واقعہ سنایا کہ ایک شخص ابوعمر جو حافظ قرآن تھے۔ ایک محفل میں ابوعمر کی نگاہ ایک خوبرو لڑکے کے چہرے پر پڑی تو نظر میں خیانت آ گئی۔ تمام قرآن کریم الحمد سے والناس تک ذہن سے محو ہو گیا۔ ابوعمر بڑے بے قرار ہوئے۔ استغفار کیا نوافل ادا کیے آہ وزاری کی۔ مگر بات نہ بنی۔ آپ حضرت خواجہ حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا حج سے فارغ ہو کر مسجد خیف میں چلے جانا۔ مسجد کے محراب میں دو بزرگ تشریف فرما ہوں گے ان کے اردگرد لوگوں کا حلقہ ہو گا۔

جب لوگ چلے جائیں تو ان سے دعا کی التجا کرنا۔ ابو عمر مسجد خیف کے ایک گوشے میں جا بیٹھے۔ ایک محراب میں ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ آپ کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم تھا چند لمحے گزرے ایک اور بزرگ تشریف لائے سلام و کلام کیا اور چلے گئے۔ دوسرے لوگ بھی جانے لگے جب وہ اکیلے رہ گئے تو ابو عمر آپ کے پاس جا بیٹھے۔ اپنا حال زار بیان کیا۔ دعا کی التماس کی۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور ابو عمر کو ایک نظر دیکھا تو سارا قرآن دوبارہ ذہن نشین ہو گیا ابو عمر فرماتے ہیں کہ میں خوشی سے ان کے قدموں میں گر پڑا۔ انہوں نے پوچھا بتاؤ میرا اپتا کس نے بتایا تھا؟ میں نے بتایا خواجہ حسن بصری نے۔ آپ کہنے لگے ہائے اس نے ہمارا راز فاش کر دیا۔ ہم بھی ان کے رازوں کو فاش کریں گے۔ پھر فرمایا جو بزرگ اس مجلس میں تھوڑی دیر نماز ظہر کے بعد آئے تھے اور چند لمحوں بعد چلے گئے وہ خواجہ حسن بصری ہی تھے مگر عام لباس سے ہٹ کر انہوں نے ایک مخصوص لباس پہنا ہوا تھا۔ تا کہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے۔ وہ بصرہ میں نماز ظہر پڑھ کر ہر روز ہمارے پاس آتے ہیں۔ چند باتیں کرتے ہیں پھر عصر کی نماز بصرہ میں جا کر ادا کرتے ہیں آئندہ کے لیے میرے پاس نہ آنا حضرت حسن بصری کے ہوتے ہوئے ہماری کیا حیثیت ہے۔ مگر وہ ان کا ادب تھا کہ ہم نے آپ کی مشکل آسان کر دی۔

وہ بزرگ کہتے ہیں۔ یہ صحابہ کرام ، یہ تابعین دراصل ''رجال الغیب'' تھے مگر وہ اظہار نہیں کرتے تھے اپنا نام اور مقام اخفا میں رکھتے تھے۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حضور کے کئی غلام رجال الغیب تھے:

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے سینکڑوں

غیر ملکی اور غیر عرب بھی تھے۔ وہ آپ کے زیر تربیت رہتے وہ آپ کے عاشقوں میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت بلال حبشی، خبیب رومی، سلمان فارسی اور حسن بصری سارے غلامان رسول تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الابدال من الموالی ولا یبغض الموالی الآمنافق۔ ترجمہ: بہت سے رجال الغیب (غلاموں) موالی سے تعلق رکھتے ہیں ایسے لوگوں سے وہی بغض رکھتا ہے جو منافق ہے۔ یہ حدیث عطا بن رباح نے روایت کی ہے۔ جسے حاکم نے اپنی مسند میں لکھا ہے حضور کے غلاموں میں بہت سے ابدال ہوئے ہیں۔ آپ ان غلام ابدالوں (موالی) کی بہت قدر کرتے تھے اور ان کے مخالفین کو منافق قرار دیتے۔ ہماری اسناد حدیث کی کتابوں میں ایسے موالی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بے شمار نام آتے ہیں جنہوں نے اسلامی تعلیمات کو عوام تک پہنچانے میں بڑا حصہ لیا۔ ان میں سے قاری اور بلند پایہ مشائخ بھی ہوئے ہیں۔ صوفیہ کی کتابوں میں ان ''رجال الغیب'' کا تذکرہ بھی ملتا ہے جو موالی تھے۔

شاہ ولی اللہ کے استاد شیخ ابو رضا محمد کی رجال الغیب سے ملاقات:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ برصغیر کے بڑے بلند پایہ عالم دین اور ولی اللہ تھے۔ آپ نے اپنی کتاب ''انفاس العارفین'' میں مختلف اولیاء اللہ کے حالات بڑی محبت سے لکھے ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے اپنے استاد گرامی مولانا شیخ ابو رضا محمد رحمتہ اللہ علیہ کے حالات بھی بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ میرے پیرومرشد نے ایک دن عالمِ بیداری میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور بڑے بڑے اسرار حاصل کیے۔ وہ مزید لکھتے ہیں۔ ایک دن انہوں نے مشاہدہ میں دیکھا کہ جنابِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اکابر اولیاء اللہ کی صفوں کے درمیان تشریف فرما ہیں اور مختلف اولیاء اللہ مربع شکل

میں آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے ہیں اور ہر ایک صف میں ایک ہزار رجال الغیب (ولی اللہ) دوزانو ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور جناب غوث پاک کی مجلس میں روحانی فیضان حاصل کر رہے ہیں اس جماعت میں ہر ایک شخص کے ہاتھ میں مورچھل تھا۔ میں اس جماعت سے الگ ایک کنارے پر کھڑا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا، کاش میں بھی اس جماعت ایک کا فرد ہوتا اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دوزانو ہو کر بیٹھا رہتا۔ میری اس تمنا پر جناب غوث پاک نے اشارہ فرمایا اور مجلس میں ایک جگہ عنایت فرمائی۔ جس شخص کے ہاتھ میں جو مورچھل تھا وہ لے کر مجھے عنایت فرمایا۔ میرے دیکھتے ہی آپ اُٹھے اور مجھے بھی اشارہ کیا۔ باہر نکلے تو آپ ہوا میں پرواز کرنے لگے اور میری انگلی پکڑ کر مجھے بھی ساتھ پرواز میں شریک کر لیا۔ باقی تمام لوگ اسی جگہ ٹھہرے رہے۔ حضور غوث پاک نے عصر کی نماز ''مسجد عالی'' میں ادا فرمائی اور نماز مغرب سے پہلے ہی واپس آئے جبکہ رجال الغیب کی وہ محفل ابھی تک لگی ہوئی تھی۔

رجال الغیب کا تلاوت قرآن کا منفرد انداز:

رجال الغیب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ تلاوت قرآن کرتے ہیں تو تھوڑے سے وقت میں کئی بار قرآن پاک پڑھ جاتے ہیں۔ انہیں نہ تو تلاوت میں وقت لگتا ہے نہ کوئی دقت محسوس ہوتی ہے، نہ وہ تھکتے ہیں نہ وہ اکتاتے ہیں۔ ان کا خلیقانہ اور مشفقانہ لہجہ سننے والوں کو خوش کر دیتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ پر کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' مؤلفہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی میں ایسے رجال الغیب کے کئی واقعات پڑھنے کے لیے ملتے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ علامہ جامی قدس سرہُ السامی نے اپنے استاد الشیخ عماد الدین سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے میرے والد

سے پوچھا کہ یہ رجال الغیب کس طرح تھوڑے سے وقت میں اس قدر ختم قرآن فرماتے ہیں تو انہوں نے فرمایا "یہ بسطِ زماں" ہے۔ جو رجال الغیب کے لیے ہوتا ہے یعنی تھوڑا سا وقت ان کے لے بہت پھیلا دیا جاتا ہے جس میں وہ بہت سا کام کر سکتے ہیں۔

بسطِ زماں پر ایک واقعہ:

ایک سنار کا واقعہ ہے اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی تصدیق کے لیے فرمایا کہ شیخ الشیوخ ابن سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک سنار مرید تھا اس کے متعلق یہ خدمت تھی کہ وہ ہر جمعہ کو صوفیہ کی جانمازیں جامع مسجد میں لے جا کر بچھا دیتا لیکن جب نماز جمعہ ہو جاتی تو انہیں اُٹھا کر خانقاہ میں رکھ دیتا۔ اس نے ایک جمعہ میں سب جائے نمازوں کو جمع کیا اور ایک جگہ باندھا اور ارادہ کیا کہ دجلے میں جا کر غسل کر لے۔ چنانچہ وہ گیا اور دجلے میں پہنچ کر کپڑے اتارے اور نہانے کے لیے غوطہ لگایا جب سر اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ دجلہ نہیں ہے بلکہ مصر کا ایک دریا ہے جس کے کنارے پر وہ کھڑا ہے۔ وہ چلتے چلتے مصر شہر میں داخل ہوا اور کسی سنار کی دکان پر جا کر رُکا۔ اس کے پاس صرف ایک ہی کپڑا تھا جس سے اس نے بدن ڈھانپ رکھا تھا اور دریائے دجلہ میں غوطہ لگایا تھا۔ دکاندار فراست سے سمجھ گیا کہ یہ بھی کوئی سنار ہے۔ اسے معلوم ہوا کہ اچھا کاریگر ہے۔ اس نے اس کی آؤ بھگت کی اور اپنے گھر لے گیا اور اپنی لڑکی سے اس کا نکاح کر دیا۔ وہ سات سال تک مصر میں رہا اس کے تین لڑکے ہوئے۔ ایک دن اتفاقاً وہ نہانے کے لیے دریا کے کنارے پر گیا تو کپڑے اتار کر ایک کپڑا باندھا اور پانی میں غوطہ لگایا۔ اب جو سر اُٹھایا تو وہ مصر نہ تھا بلکہ بغداد کے درمیان میں بہنے والا دجلہ تھا۔ وہ اسی جگہ کھڑا

تھا۔ جہاں سات سال پہلے نہا رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سارے کپڑے کنارے پر رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو پہنا، خانقاہ میں آیا اور دیکھا کہ ساری جانمازیں اسی طرح پڑی ہیں۔ بعض دوستوں نے اسے کہا جلدی کیجیے لوگ جامع مسجد میں جا چکے ہیں۔ جانمازوں کو لے کر جامع مسجد پہنچے۔ انہیں بچھایا اور نماز پڑھی۔ پھر جانمازوں کو لپیٹ کر خانقاہ پہنچا اپنے گھر آیا اس کی بیوی نے کہا کہ آپ کے دوست احباب کہاں گئے۔ جن کی آپ نے دعوت کی تھی اور ان کے لیے مچھلی تیار کرائی تھی۔ وہ مچھلی کھا کر اپنے پیرومرشد ابن سکینہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ مصر میں سات سال رہنا، تین لڑکے پیدا ہونے کا واقعہ سنایا، شیخ نے حکم دیا مصر جاؤ اور اپنے بیوی بچوں کو لے آؤ۔ وہ اپنے بیوی بچوں کو لے آیا۔ شیخ نے پوچھا تمہارے دل میں غالباً کوئی شک گزرا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں میرے دل میں خیال آیا تھا کہ یہ ''رجال الغیب'' یا اولیاء اللہ تھوڑے وقت میں کئی سو بار قرآن شریف ختم کر دیتے ہیں یہ بات عقلی طور پر مانی نہیں جا سکتی لیکن جب میں نے یہ واقعہ دیکھا تو مجھے رجال الغیب کے اس انداز پر یقین ہو گیا۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتابوں پر ایک نظر:

حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب ''الیواقیت والجواہر'' میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو ایک مہینہ سے کم میں تالیف کیا تھا۔ اور اس کے بعد ''فتوحاتِ مکیہ'' کے مباحث دیکھے ہر مبحث کے لیے کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھا اور اس باب کے موافق مضمون و عبارات نقل کیں۔ لوگ اسے میری کرامت شمار کرتے ہیں کیونکہ ''فتوحاتِ مکیہ'' کی دس جلدیں ضخیم اور موٹی موٹی ہیں اور میں ہر روز ڈھائی مرتبہ کتاب مذکور دیکھا کرتا تھا تو اس حساب سے

میں روزانہ پچیس جلدیں دیکھتا تھا میں نے لوگوں کی اس غلط فہمی کو دور کیا کہ یہ کرامت نہیں بلکہ ''رجال الغیب'' کے سامنے یہ تمام کتابیں حتیٰ کہ کلام الٰہی کھلے ہوتے ہیں اور وہ تھوڑے وقت میں جتنی بار چاہیں تلاوت کر سکتے ہیں۔

یاعباداللہ اعینونی:

رجال الغیب کی ایک جماعت دنیا کے گوشے گوشے میں سفر پر رواں دواں رہتی ہے اور جہاں کوئی مصیبت زدہ فریاد کرتا ہے اس کی امداد کو پہنچتے ہیں امام طبرانی نے سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی سنسان جنگل یا ویران جگہ میں بے یارومددگار ہو کر راستہ بھول جائے یا کوئی چیز گم کر دے تو اسے بلند آواز سے یوں کہنا چاہیے۔ یاعباداللہ ! اعینونی. یا عباد اللہ اعینونی! اللہ کے کچھ بندے جو کسی کو نظر نہیں آتے اس آواز پر امداد کے لیے پہنچتے ہیں۔ (مؤلف کتاب نے اپنی زندگی میں اس عمل کو کئی بار آزمایا ہے اور رجال الغیب سے امداد حاصل کی ہے)۔

حضرت موسیٰ سدرانی رحمتہ اللہ علیہ رجال الغیب سے تھے:

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نفحات الانس'' میں شیخ سعید الدین خرتانی رحمتہ اللہ علیہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ۶۶۵ھ میں شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ (بانی سلسلۂ سہروردیہ) کے بیٹے شیخ عماد الدین اپنے والدِ مکرم کے ساتھ حج کو گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ میں طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک مغربی شخص کو دیکھا وہ بھی طواف کر رہے ہیں ان کے ارد گرد لوگ طواف کے دوران ہی ان سے برکات حاصل کر رہے ہیں۔ طواف سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے انہیں میرے متعلق بتایا کہ یہ

خواجہ شہاب الدین سہروردی کے بیٹے ہیں۔ حضرت نے خصوصی طور پر مجھے نگاہِ التفات سے نوازا۔ مرحبا کہا، پھر میرے سر کو بوسہ دیا اور میرے لیے دعائے خیر فرمائی۔ الحمد للہ ان کی برکات کے اثرات ساری زندگی مجھے نوازتے رہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ بزرگ حضرت موسیٰ سدرانی ہیں اور سید ابو مدین مغربی کے اکابر اصحاب سے ہیں۔

میں طواف سے فارغ ہو کر اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت موسیٰ سدرانی کی ملاقات اور ان کی نظرِ شفقت کا ذکر کیا تو میرے والد بہت خوش ہوئے لوگوں نے حضرت موسیٰ سدرانی کے کمالات کا تذکرہ شروع کیا اور بتایا۔ حضرت موسیٰ سدرانی ایک رات میں ستر ہزار بار قرآن ختم فرماتے ہیں میرے والد یہ بات سن کر خاموش رہے اور فرمانے لگے "رجال الغیب" کو اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقتیں عطا فرمائی ہیں۔

ایک مجلس میں ایک اور شخص نے حضرت موسیٰ سدرانی کا ذکر کرتے ہوئے قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایک بار حضرت سدرانی کو آدھی رات کے وقت طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ میں ان کے ساتھ تھا۔ آپ نے رکن اسود کو بوسہ دیا۔ حجر اسود سے آگے بڑھے تو سورہ فاتحہ کا آغاز کیا حجر اسود سے حطیم تک پہنچے تو پورا قرآن پاک ختم کر لیا تھا۔ میں تلاوت کے وقت ان کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف واضح طور پر سنتا رہا تھا۔ حضرت خواجہ سہروردی نے یہ سن کر فرمایا سبحان اللہ! وہ رجال الغیب میں سے ہیں اور ان کے تلاوت کرنے کا انداز ایسا ہی ہوتا ہے۔

ابن عربی نے دس "رجال الغیب" سے ملاقاتیں کیں:

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے پیرومرشد شیخ ابو مدین مالکی رحمتہ اللہ

علیہ ''المغرب'' کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ حضرت جامی نے ''نفحات الانس'' میں لکھا ہے کہ ''صاحبِ کشف الظنون'' شیخ عبدالرحمٰن بدوی نے ان کا ذکر اپنی کتابوں میں بڑی تفصیل سے کیا ہے اور ان کی وفات ۵۹۴ھ میں لکھی ہے۔ ابن عربی ابو مدین رحمتہ اللہ علیہ کو رجال الغیب میں شمار کرتے ہیں آپ نے ان سے معارفِ الٰہیہ حاصل کیے تھے۔ ابن عربی نے ابو مدین کے علاوہ دس دوسرے ''رجال الغیب'' سے بھی ملاقات کی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ کائناتِ ارضی میں دس رجال الغیب خصوصی مقامات رکھتے ہیں۔ ان سے کم و بیش نہیں ہوتے وہ ''اولیائے مستورین'' میں سے ہوتے ہیں۔ ان کا جاننا یا ملاقات کرنا نہایت ہی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین و آسمان کے خفیہ مقامات پر چھپا رکھا ہے۔ یہ کامل اہلِ خشوع حضرات میں سے ہیں۔ تجلی الرحمٰن ان کے احوال پر متواتر غلبہ رکھتی ہے۔ قرآن پاک میں ان کا ذکر ان الفاظ سے کیا گیا ہے ''وخشعت الاصوات للرحمن فلا تسمع الاھمسا'' (سورہ طٰہٰ:۱۰۸) یہ لوگ ہمیشہ نرم گفتار، نرم خو اور آہستہ بات کرتے ہیں۔ پھر وعباد الرحمٰنِ الذّین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما۔ (یہ لوگ عبادالرحمٰن ہیں۔ ہمیشہ آرام اور آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ یہ لوگ خدا کے سوا کسی سے راز و نیاز کا اظہار نہیں کرتے اور اللہ کے سوا کسی چیز پر نظر نہیں رکھتے اور جاہلوں کو نظر انداز کر کے نکل جاتے ہیں۔ (فتوحاتِ مکیہ جلدِ دوم)

ابو مدین کے سات سالہ بچے کی نگاہ:

ابن عربی نے اپنی کتاب میں شیخ ابو مدین کے کمالات بیان کرتے ہوئے۔ ان کے سات سالہ بیٹے کی نگاہ کی وسعت کا ذکر کیا ہے یہ بچہ ایک دن اپنے والد کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اسے بحرِ محیط میں ایک کشتی ڈوبتی دکھائی دی وہ

مجلس میں کشتی کی کیفیت بیان کرنے لگا۔ ڈوبتی کشتی کا ایک ایک واقعہ بیان کرتا جاتا ایک ایک شخص کی کیفیت بیان کرتا جاتا۔ جب کشتی طوفان بلا سے بچ گئی تو کئی حضرات شیخ کے پاس آئے وہ تمام واقعات بیان کیے جو اس بچے نے سنائے تھے اس لڑکے سے ابن عربی نے اس دور رس نگاہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ تمام ادراک میرے والد ابو مدین کی قربت کا نتیجہ ہیں جو رجال الغیب سے ہیں اور لوگوں کے احوال پر نگاہ رکھتے ہیں۔ کشتی تو آپ کے اشارہ ابرو سے کنارے پر آ گئی مگر میں ان کی صحبت کی وجہ سے سارے واقعات دیکھتا رہا اور بیان کرتا رہا ان سے علیحدہ ہو کر میں کچھ نہیں دیکھ سکتا۔

شیخ ابو مدین کا ہفت سالہ بچہ:

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ ابو مدین کے سات سالہ بچے کے متعلق لکھا ہے کہ یہ بچہ صاحب نظر اور صاحب اسرار تھا۔ ایک دن اس بچے نے اپنے والد ابو مدین کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''ابا جان! وہ دیکھیے دور سمندر میں فلاں مقام پر ایک کشتی جا رہی ہے۔ اس میں اتنے لوگ سوار ہیں وہ یہ کام کر رہے ہیں۔ چند دنوں بعد یہ کشتی ''بجایہ'' کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوئی یہ بچہ اسی قصبہ میں رہتا تھا۔ جب کشتی والوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ فلاں دن یہ کشتی فلاں مقام پر تھی اور فلاں فلاں آدمی کشتی میں یہ یہ کام کر رہا تھا۔ جب بچے سے اس انداز سے دور دراز مقامات سے واقعات کو دیکھنے کے احوال پوچھے تو کہنے لگا میں اپنے والد کے چہرے کو دیکھ کر تمام احوال معلوم کر لیتا ہوں۔ (محی الدین ابن عربی حیات و آثار مرتبہ ڈاکٹر محسن جہانگیری صفحہ 48)

سیدنا غوثِ اعظم جیلانی کی بارگاہ میں رجال الغیب کی حاضری:

سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث الاغواث تھے۔ دنیا بھر کے رجال الغیب

کے ملجا و ماوٰی تھے۔ آپ کی مجالس میں مردانِ غیب حاضر ہوتے اور برکات حاصل کرتے تھے۔ حافظ ابو زرعہ دارانی رحمتہ اللہ علیہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجالس میں حاضری دیتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ 550ھ کو میں ایک دن سیدنا غوث الثقلین کی مجلس میں موجود تھا۔ آپ نے تقریر کے دوران فرمایا کہ میرا کلام ان لوگوں تک کو بھی سنائی دیتا ہے جو کوہِ قاف میں رہتے ہیں۔ ان میں سے بعض آج بھی میری مجلس میں حاضر ہیں ان کی محویت کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ فضا میں بھی کھڑے ہوں ان کی ٹوپیاں انتہائے شوق میں جل جائیں تو ان کو پروا نہیں ہوتی۔

تمام رجال الغیب بارگاہ غوثیت سے فیض پاتے ہیں:

شیخ ابو سعید قیلوی رحمتہ اللہ علیہ جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اس مجلس میں موجود تھے۔ جس میں آپ نے ''قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' کا اعلان فرمایا تھا۔ آپ فرماتے ہیں، کہ میں نے دیکھا کہ ہزارہا ''رجال الغیب'' ہوا میں صف بستہ کھڑے ہیں۔ مشرق سے مغرب تک آسمانوں کے کنارے بھرے ہوئے ہیں، حضرت کا اعلان سنتے ہی ہر ایک نے گردن جھکا کر ''صدقت یاغوث الوراء'' کہا جب رخصت ہونے لگے تو حضرت سیدنا غوث الثقلین نے اعلان فرمایا تمام ''رجال الغیب'' جانے سے پہلے فیضان سے اپنا اپنا حصہ لے کر رخصت ہوں۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۷)

ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ میں قطب کا مقام:

حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ جب کوئی قطب مقرر ہوتا ہے تو سب سے پہلے ''عقل اول'' اس سے بیعت کرتی ہے۔ پھر ساکنان آسمان و زمین، جنات اور ''موالید ثلاثہ'' درجہ بدرجہ بیعت کرتے آتے ہیں۔ جب ارواح بیعت

کرنے آتے ہیں تو وہ علم الٰہی سے ایک ایک سوال کرتے جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں ایسے سوالات درج ہیں۔ (دیباچہ فصوص الحکم صفحہ ۱۳)

افراد کا مقام:

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''افراد'' قطب کے تابع نہیں ہوتے، قطب کے تصرّف اور احکامات سے آزاد ہوتے ہیں، اسی طرح علیّین کے فرشتے قطب سے بیعت نہیں کرتے۔ آپ اپنی کتاب ''فتوحاتِ مکیہ'' کے (باب نمبر۶۴) میں لکھتے ہیں کہ قطب سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہوتا حضرت آدم علیہ السلام سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پچیس قطب گزرے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں نے عالمِ برزخ میں ان تمام کی زیارت کی ہے میں ان دنوں قرطبہ میں قیام پذیر تھا۔ (دیباچہ فصوص الحکم صفحہ ۱۳)

غوث اور قطب کی برکات:

فتوحات مکیہ کے باب ۴۶۴ میں لکھا ہے ہر ملک اور ہر اقلیم میں غوث کے علاوہ ایک قطب بھی ہوتا ہے۔ اس کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے ملک محفوظ رکھتا ہے خواہ اس ملک کے رہنے والے مومن ہوں یا کافر سب سے ایک سا سلوک ہوتا ہے۔ زہاد، عباد اور متوکلین میں سے بھی ایک قطب ہوتا ہے۔ اسے ''قطب مدار'' بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے ایک بار ''قطب المتوکلین'' سے ملنے کا اتفاق ہوا وہ اندلس کے ایک گھر میں قیام فرما تھے میں نے ان سے قطبیت پر گفتگو کی تو آپ نے فرمایا ایسے سوالات حاضرین کی موجودگی میں نہیں کیے جاتے جب لوگ چلے گئے تو فرمانے لگے ایک قطب اپنے عالم میں ایک زمانہ تک تصرف کرتا ہے دوسرے قطب کے مقرر ہونے تک پہلا قطب کام

کرتا رہتا ہے اس کا تصرف ایسے ہی منسوخ کر دیا جاتا ہے جیسے ایک شریعت کے آنے کے بعد سابقہ شریعت کے احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔

خانہ کعبہ میں ابدال سے ملاقات:

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے ''فتوحاتِ مکیہ'' میں لکھا ہے کہ دنیا میں سات ابدال انبیاء کرام کے نقش قدم کے تابع کام کرتے ہیں۔ جن دنوں میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھا۔ مجھے سات ابدالوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہ حطیم شریف کے پاس (جہاں حنابلہ کا مصلیٰ ہے) رکوع میں تھے، وہ اُٹھے تو میں نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں ان سے باتیں کرنے لگا۔ میں نے ساری زندگی میں ان سے بڑھ کر کسی کو شیریں سخن اور خوش خلق نہیں پایا تھا۔ ایسے ہی ایک ابدال ''ابن ساقط العرش'' کو شہرِ قونیہ میں دیکھا تھا۔ وہ فارس کے رہنے والے تھے اور فارسی میں گفتگو کرتے تھے۔ (دیباچہ فصوص الحکم صفحہ ۳۴)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا رجال الغیب کے متعلق نظریہ:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بلند پایہ فقیہ اور محدث تھے۔ انہوں نے اپنی بے شمار کتابوں میں عقائد کی اصلاح پر بڑے اہم مقالات لکھے ہیں مگر روحانی طور پر انہیں سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے عقیدت تھی اور نسبت قادریہ سے مشرف تھے۔ آپ فرماتے ہیں رجال الغیب میں سے ایک طبقہ ''افراد'' کا ہوتا ہے۔ غوثیت کے بعد فردیت کا درجہ ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں۔ رجال الغیب کے راہنما حضرت خضر علیہ السلام نے کئی بار میری راہنمائی فرمائی اور ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں وہ زندہ ہیں اور جنگلوں، بیابانوں، صحراؤں اور سمندروں میں پہنچ کر لوگوں کی دادرسی کرتے ہیں۔

ہر زمانے میں ایک غوث کی حکمرانی ہوتی ہے:

''حیات اعلیٰ حضرت'' مؤلفہ مولانا ظفر الدین رضوی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ قول درج ہے کہ ''ہر زمانہ میں ایک غوث کی حکمرانی ہوتی ہے زمین و آسمان غوث کے بغیر قائم نہیں رہ سکتے۔ غوث کو احوال معلوم کرنے کے لیے کسی قسم کی ریاضت، مجاہدہ یا مراقبے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان کے سامنے ساری کائنات ایسے ہوتی ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پر ایک آئینہ ہوتا ہے۔ اس پر سارے حالات منکشف ہوتے ہیں ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں ایک کا لقب عبداللہ ہوتا ہے اسکے دائیں ہاتھ عبدالرّب بیٹھتے ہیں اور بائیں ہاتھ عبدالملک بیٹھتے ہیں۔ دنیاوی نظام کے برعکس بائیں ہاتھ بیٹھنے والا عبدالملک غوث کا وزیر اعظم ہوتا ہے۔

آپ نے مزید لکھا ہے کہ تمام اغواث حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ ہوتے ہیں آپ نبوت و رسالت کے مناصب کے ساتھ ساتھ غوثِ اکبر کے منصب پر تشریف فرما ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں ہاتھ بیٹھتے ہیں اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دائیں ہاتھ بیٹھتے ہیں۔ غوثیت کے یہ مدارج حضرت عثمان غنی اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہما کو ملے تھے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ کے منصب غوثیت کے بعد حضرات حسن اور حسین غوثیت کے مدارج پر فائز ہوئے تھے۔ یہ سلسلہ ایک طرف امام عسکری تک جاتا ہے دوسری طرف حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت سید عبدالقادر گیلانی مستقل غوث ہیں اور غوث کبریٰ ہیں، غوث اعظم ہیں پھر آپ ''سیدّ الافراد'' ہیں آپ کے بعد حضرت امام مہدی کی آمد تک تمام غوث حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے نائب ہوں گے۔ حضرت امام مہدی کو غوثیت

کبریٰ کے منصب پر سرفراز کیا جائے گا جو براہِ راست حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عطا ہوگا۔ (حیات اعلیٰحضرت جلد اول صفحہ ۳۲۶)

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے اوتاد میں تھے:

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ ''فتوحاتِ مکیہ'' میں لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مقام ولایت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ چار اوتادوں میں سے ایک تھے حضرت خضر علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ''صدیق'' کے مقام پر فائز ہیں۔ (مقدمہ فصوص الحکم صفحہ ۳۲)

دنیا کبھی قطب سے خالی نہیں ہوتی:

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اپنی ''فتوحات مکیہ'' کے باب ۷۳ میں فرماتے ہیں کہ دنیا کبھی قطب سے خالی نہیں ہوتی جیسے کوئی زمانہ انبیاء ورسل سے خالی نہیں ہوتا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیرسایہ آج بھی چار انبیاء کرام دنیا میں موجود ہیں۔ تین ایسے رسول موجود ہیں جن کی شریعت اپنے وقتوں میں نافذ تھی۔ حضرت ادریس، حضرت الیاس اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ان تینوں نے اپنی شریعت کو نافذ کیا۔ آج ان کے شرعی احکام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کے تابع ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام ''علم لدنی'' کے حامل ہیں۔ دوسرے الفاظ میں کہ چاروں حضرات اسلام کے چار ارا کین کی طرح زندہ موجود ہیں۔ (مقدمہ فصوص الحکم صفحہ ۳۲)

مردانِ غیب کے مقامات اور فرائض:

کائناتِ ارضی کا نظام مردانِ غیب (رجال الغیب) کے زیر اثر ہوتا ہے ''قطب'' عالم کون وفساد کی حفاظت کرتا ہے۔ اوتاد مشرق ومغرب، شمال وجنوب

کی حفاظت پر مامور ہوتے ہیں۔ ابدال "ہفت اقلیم" کے نگران ہوتے ہیں۔ لیکن "قطب مدار" ان سب کا نگران ہوتا ہے۔ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ سات ابدال ہر وقت موجود ہوتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی امہات صفات سات ہیں اسی طرح سات ابدال کی موجودگی ضروری ہوتی ہے۔

چاروں جہات کی حفاظت بھی ان اوتاد کے ذمہ ہوتی ہے۔ ہر ابدال کو انبیاء علیہم السلام کی روحوں سے طاقت حاصل ہوتی رہتی ہے اور انہی کے زیر سایہ ہوتے ہیں۔ (مقدمہ فصوص الحکم صفحہ ۳۳)

فاطمہ بنتِ ولیّہ:

حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رجال الغیب میں سے ایک خاتون، فاطمہ بنت ولیّہ کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہا۔ وہ خاتون اس وقت پچانویں سال کی تھیں۔ میں ان کے چہرے کی تازگی اور رونق دیکھتا تو حیران رہ جاتا کہ وہ عالمِ شباب میں کس حسن و جمال کی مالک ہوگی وہ اللہ کے ساتھ عجیب وغریب معاملات رکھتی تھیں۔ لوگ اس کے پاس آتے ان کی دادرسی کرتی تھیں۔ وہ مجھے سب سے زیادہ پیار کرتی تھیں۔ فرمایا کرتی تھیں تم سب ملاقاتیوں سے مجھے اچھے لگتے ہو تم نے کبھی ذاتی غرض پیش نہیں کی، وہ سورۃ فاتحہ کی مدد سے لوگوں کے مسائل حل کیا کرتی تھیں۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ایک عورت آئی اور فریاد کرنے لگی کہ میرا خاوند اتنے سالوں سے فلاں شہر چلا گیا ہے اب وہ کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے خدارا میری مدد کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا میں ابھی "سورۂ فاتحہ" کو بھیجتی ہوں تیرے خاوند کو پکڑ کر لائے گی۔ حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا ایک مجسمہ انسانی آیا آپ نے اسے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد فرمایا اے فاتحۃ الکتاب!

فلاں شہر میں جاؤ۔ اس عورت کے خاوند کو پکڑ لاؤ۔ میں نے دیکھا کہ اس کا خاوند
چند دنوں کے بعد اپنے گھر آ گیا تھا۔ (فتوحاتِ مکیہ باب ۷۳)

جناب غوث اعظم کے بیٹے کا پیراہن جلنے لگا:

بہجتہ الاسرار میں واقعہ لکھا ہوا ہے۔ ایک محفل میں جناب غوث اعظم
رضی اللہ عنہ رجال الغیب کو خطاب فرما رہے تھے۔ اس مجلس میں آپ کے فرزند
ارجمند صاحبزادہ سیدنا عبدالرزاق بھی موجود تھے۔ آپ اپنے والد کے نزدیک
بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو آپ کا پیراہن جل رہا تھا اور
آپ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت غوث الاعظم منبر سے نیچے اترے اور فرمایا۔ ''بیٹا
عبدالرزاق! آج سے تم بھی ''مردانِ غیب'' میں ہو گئے ہو''۔ حافظ ابوزرعہ دارانی
فرماتے ہیں میں نے صاحبزادہ عبدالرزاق سے پوچھا۔ آج آپ کو کیا ہوا تھا
آپ نے بتایا کہ میری نگاہ فضا کی طرف اُٹھی۔ تو مجھے بے شمار ایسے لوگ نظر آئے
جو چپ چاپ ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اور سر جھکائے ہوئے سیدنا غوث الاعظم
کا کلام سن رہے ہیں۔ وہ آسمانوں کے کناروں تک چھائے ہوئے ہیں۔ ان کے
دامن جل رہے ہیں مگر ان کی محویت کا یہ عالم ہے کہ کسی کو خبر تک نہیں۔
(بہجتہ الاسرار صفحہ ۶۷۸)

شیخ ابوالخیر کرم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن میں غوث اعظم
رضی اللہ عنہ کی مجلس میں موجود تھا۔ آپ تقریر فرما رہے تھے۔ میں نے آسمان کی
طرف سر اُٹھایا دیکھا کہ لاکھوں افراد نوری لباس میں صف در صف کھڑے ہیں اور
گھوڑوں پر سوار ہیں۔ بعض رو رہے ہیں۔ بعض کے کپڑوں کو آگ لگی ہوئی
ہے۔ یہ سارے ''رجال الغیب'' تھے۔ جناب غوث پاک نے مجھے دیکھا اور کان
سے پکڑ کر فرمایا۔ آنکھیں نیچی رکھو۔ (بہجتہ الاسرار صفحہ ۲۷۸)

شیخ ابو سعید قیلوی رحمتہ اللہ علیہ حضور غوث پاک کی مجالس میں حاضر ہوتے تھے۔ فرماتے ہیں میں نے کئی بار ''رجال الغیب'' اور جنات کو حضور کی مجلس کے چکر لگاتے دیکھا۔ حضرت خضر علیہ السلام کو بھی کئی بار آتے جاتے دیکھا۔ آپ نے واقعی مرجع خلائق ہی نہ تھے محورِ رجال الغیب بھی تھے۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۸۰)

عورتیں بھی ''ابدال'' ہوتی ہیں:

حضرت شاہ ابو المعالی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تحفۃ القادریہ'' میں لکھا ہے کہ جمال العارفین ابو محمد بن بصری نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی۔ آپ کو حضرت خضر علیہ السلام نے بتایا کہ میں ایک دن بحر محیط کے کنارے جا رہا تھا جہاں دور دور تک کوئی آبادی نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص گدڑی لپیٹے سویا ہوا ہے۔ میں نے اس کے پاؤں کو ہلایا۔ اس نے کروٹ لے کر پوچھا کون ہے؟ کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا اُٹھو! اللہ کی عبادت کرو۔ اس نے بڑی بے نیازی سے کہا تم جاؤ۔ اپنی راہ لو۔ میں نے کہا اگر تم نہ اُٹھو گے تو میں لوگوں کو بتا دوں گا کہ یہ ایک ولی اللہ (رجل الغیب) سویا ہوا ہے۔ اس نے کہا اگر تم نہ جاؤ گے تو میں لوگوں کو بتا دوں گا یہ خضر ہیں۔ میں نے پوچھا تم مجھے کیسے جانتے ہو۔ اس نے کہا تم ہی تو ابو العباس خضر ہو۔ اب مجھے تم بتاؤ میں کون ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام کہتے ہیں، میں اولیاء اللہ کا نقیب ہوں۔ مگر مجھے اس شخص کے متعلق علم نہ تھا۔ اللہ کی بارگاہ میں عرض کی تو آواز آئی کہ ابو العباس تم ان اولیاء اللہ اور رجال الغیب کے نقیب ہو جو مجھے دوست رکھتے ہیں لیکن یہ وہ شخص ہے جسے میں دوست رکھتا ہوں۔ اس شخص نے سر اُٹھا کر کہا ابو العباس اب تمہیں معلوم ہو گیا ہے میں کون ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان

سے دعا کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے مقام کو اور بلند کرے یہ کہہ کر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

وہاں سے آگے چلا تو میں نے ایک ٹیلے سے نور نکلتے دیکھا۔ میں وہاں پہنچ گیا، جا کر دیکھا کہ ایک عورت گدڑی اوڑھے سو رہی ہے۔ یہ وہی گدڑی تھی جو اس آدمی پر دیکھی گئی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے پاؤں ہلانے کی کوشش کی تو آواز آئی۔ خضر! یہ بھی ان افراد (رجال الغیب) سے ہے جسے میں دوست رکھتا ہوں۔ گدڑی سے ایک عوت بیدار ہوئی اور کہنے لگی میں اس اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے مجھے مرنے کے بعد زندگی عطا کی۔ جس نے اپنی محبت سے سرفراز فرمایا۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھ کر کہنے لگی۔ ابو العباس تم نے اچھا کیا ادب سے کھڑے رہے۔ میں اس شخص (رجال الغیب) کی بیوی ہوں جسے تم نے اس وادی سے بیدار کیا تھا۔ اس جنگل میں رات ایک ابدال عورت کا انتقال ہو گیا تھا میں اس کی تکفین اور غسل کے لیے آئی تھی۔ اب مجھے نیند آ گئی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میرے لیے دعا کریں وہ بولی۔ **وفرک اللہ نصیبک منہ۔** اللہ تجھے بلند مقام عطا فرمائے۔ یہ کہہ کر وہ غیب ہو گئی۔

حضرت خضر علیہ السلام اسرار الٰہیہ کے محافظ ہیں:

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر وراق رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے بلند پایہ ولی اللہ ہوئے ہیں۔ وہ ایک دن حضرت علی بن علی حکیم ترمذی کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ تو آپ نے ابوبکر وراق کو کچھ کاغذات دیے اور فرمایا اسے دریائے جیحون میں ڈال دینا۔ جب باہر آئے تو ان کی نظر ان اوراق پر پڑی تو انہیں اسرار و معارف کا ایک خزانہ نظر آیا۔ آپ نے انہیں دریا میں ڈالنے کے بجائے اپنے

پاس محفوظ کرلیا۔ دوسرے دن حضرت حکیم ترمذی کی مجلس میں حاضر ہوئے آپ نے پوچھا ان اوراق کو دریا میں ڈالنے کے بعد تم نے کیا دیکھا عرض کی کچھ بھی نہیں۔ بس کاغذات پانی میں بہ گئے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہوسکتا تم اوراق کو دریا میں ڈال کر آؤ۔ دوسرے دن جب کاغذات دریا میں ڈالے گئے تو پانی کی لہروں سے ایک صندوق نکلا۔ اس کا ڈھکنا کھلا اور سارے کاغذات اس میں سما گئے اور صندوق پانی کی تہ میں چلا گیا۔

آپ نے سارا واقعہ حضرت حکیم ترمذی کو سنایا اور پوچھا حضرت اس میں کیا راز تھا۔ آپ نے فرمایا بیٹا۔ ان اوراق میں رجال الغیب (اولیاء و مشائخ) کے معارف و اسرار لکھے تھے۔ وہ عام آدمی تو کیا اہلِ علم و فضل کی ذہنی دسترس سے بھی بلند تر تھے۔ خضر علیہ السلام نے یہ اوراق محفوظ کرنے کے لیے مجھ سے مانگ لیے تھے۔

حدیث پاک میں ابدال کی صفات:

حضرت ابو درداء نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ابدال کے اوصاف سن کر بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے ''ابدال'' نماز، روزہ اور تسبیح کی وجہ سے فضیلت کے مالک نہیں ہیں بلکہ ان کے ہاں حسنِ اخلاق پایا جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے نہایت محبت سے پیش آتے ہیں نیک سیرت اور نیک نیت ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اہل اسلام کے لیے خصوصی محبت ہوتی ہے اور وہ اللہ کو خوش کرنے کے لیے صبر، حلیمی اور تواضع اختیار کرتے ہیں ان کے دل تمام مسلمانوں کے لیے مہربان ہوتے ہیں۔ یہ اوصاف عبادت کی عظمت کے باوجود ابدال میں نمایاں پائے جاتے ہیں۔

جامع ترمذی میں ابدال کے اوصاف:

جامع ترمذی فی النوادر عربی صفحہ نمبر ۷۰ مطبوعہ مصر میں ابدال کے اوصاف پر ایک حدیث درج ہے کہ ''رجال الغیب'' (ابدال) میں یہ صفت نمایاں طور پر پائی جاتی ہے کہ ان کی طبیعت میں سخاوت ہوتی ہے۔ وہ امت رسول کے لیے سلامتی کے طلب گار رہتے ہیں۔ وہ حلیم الطبع ہوتے ہیں اور اس حالت میں ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وہ کبھی سخت اور کبھی نرم خو ہو جائیں۔ ان کی طبیعت میں ہمیشہ اعتدال رہتا ہے۔ وہ کبھی غافل نہیں ہوتے ان کے دل آسمانوں کی بلندیوں میں ہوتے ہیں اور وہ اللہ کے قرب میں ہی خوش رہتے ہیں۔ یہ لوگ ''جند اللہ'' اللہ کا گروہ کہلاتے ہیں اور ہر وقت نیک کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شام میں چالیس ابدال کی نشاندہی کی:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ ملک شام میں چالیس ابدال موجود ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہوتا ہے تو اخیار امت ہی سے اس کی جگہ دوسرا مقرر کر دیا جاتا ہے ان ابدال کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ دشمنانِ اسلام پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکات سے دنیا سے بلائیں دور رہتی ہیں۔ یہی اہل بیت رسول ہیں یہی نائبینِ مصطفیٰ ہیں۔ اگر ان کا وجود ختم ہو جائے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے''۔ (یہ حدیث حکیم ترمذی نے نوادر الوصول میں لکھی ہے)

ابدال سخاوت اور خدمت خلق میں مصروف رہتے ہیں:

''رجال الغیب'' اور ''اولیاء اللہ'' کا یہ طبقہ سخاوت اور امت مسلمہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہے اور اللہ کی سرزمین پر انہی ہی کی وجہ سے امن وامان

برقرار رہتا ہے اور لوگوں کے مصائب کم ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ خدمتِ خلق میں مصروف رہتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اہلِ علم اور اصحاب الحدیث ہوتے ہیں۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے ایک روایت بیان کی ہے کہ ابدال کی تعداد تیس ہے جو (قلب ابراہیم علیہ السلام) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں ان میں سے جب کسی ایک کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا شخص مقرر کر دیا جاتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام سید القوم ہیں:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک روایت میں وضاحت فرمائی ہے کہ ابدال شام کی سرزمین میں رہتے ہیں۔ نجبا مصر میں قیام فرما ہوتے ہیں ''عصائب'' عراق میں میں ہوتے ہیں اور ''نقباء'' خراسان میں اور اوتاد باقی روئے زمین میں ہوتے ہیں لیکن حضرت خضر علیہ السلام ان سب کے سردار اور نگران ہیں۔ (یہ حدیث روض الریاحین میں موجود ہے)

حضرت خضر علیہ السلام سیدنا عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کی راہنمائی فرماتے ہیں:

''نفحات الانس'' میں حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کا ابتدائی دور تھا۔ آپ سلوک کی منزلیں طے کر رہے تھے اور کئی سال تک جنگلوں اور بیابانوں میں اللہ کی عبادت میں مشغول رہے ایک دن آپ کے پاس ایک شخص آیا جسے آپ پہچانتے نہیں تھے اس نے حضرت غوث اعظم سے کہا کیا تم میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا پسند کرو گے آپ نے فرمایا ہاں اس شخص نے کہا مگر میری کسی بات پر اعتراض نہیں کرنا۔ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا آپ نے فرمایا اچھا تم یہاں پر ہی ٹھہرنا میں آتا ہوں وہ چلا گیا مگر آپ ایک سال تک اسی جنگل میں آپ کا انتظار کرتے رہے وہ سال کے بعد آیا

چند لمحے آپ کے پاس بیٹھا۔ حال احوال پوچھا اور کہنے لگا جب تک میں آؤں یہاں ہی رہنا آپ وہیں رہے ایک سال پھر گزر گیا۔ وہ شخص غائب ہو گیا۔ اس طرح تین سال گزار دیے۔

ایک دن وہی شخص آیا اور ایک روٹی اور دودھ کا پیالہ لے کر آیا اور کہنے لگا میں خضر ہوں میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔ یہ کھانا اللہ کے حکم سے لایا ہوں چنانچہ دونوں نے مل کر کھانا کھایا وہاں سے اٹھ کر آپ بغداد تشریف لائے ایک دوست نے آپ سے پوچھا آپ تین سال تک کیا کھاتے رہے ہو۔ فرمایا جنگل میں جو چیزیں مل جاتیں، کھالیتا تھا اگرچہ میرا نفس بار بار اچھے کھانے کا تقاضا کرتا تھا کبھی کبھی تو وہ مجھ سے لڑنا شروع کر دیتا تھا مگر مجھے اللہ نے ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھا تھا۔

(الکوکب الدریہ، فی شرح قصیدۃ الغوثیہ مؤلفہ مولانا عبدالحکیم صفحہ 80)

اقطاب

علامہ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ

کی نظر میں

اقطاب

علامہ عبدالوہاب شعرانی کی نظر میں

ہم نے سابقہ صفحات پر اقطاب کے روحانی مقامات پر گفتگو کی ہے۔ ان کے مدارج، ان کے مقامات، ان کے فرائض۔ ان کے درجات پر مختلف انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ مگر ہم رجال الغیب کی اس بلند رتبہ شخصیت پر قطب ربانی، ہیکل صمدانی عارف باللہ حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کی روشنی میں ''اقطاب'' کے مقام پر اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہر زمانے میں ایک قطب، ''عبداللہ''، ''عبدالجامع'' کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ اسمائے الٰہیہ کے معارف اور معانی پر تحقیقی نظر رکھتا ہے۔ وہ آئینہ حق ہے۔ نعوت مقدسہ کی جلوہ گاہ ہے۔ مظاہر الٰہیہ کا محل ہے۔ صاحب الوقت ہوتا ہے۔ برگزیدۂ عالم ہوتا ہے اسے ماضی و مستقبل کے طویل زمانوں کا علم ہوتا ہے۔

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ قطب کی ایک شان یہ بھی ہے کہ ''حجاب الٰہیہ کے پیچھے رہتا ہے اس طرح لوگ اسے پہچاننے سے محروم رہتے ہیں۔ اس کا حجاب اس وقت اُٹھتا ہے جب وہ اس دنیا سے رحلت فرما جاتا ہے۔ قطب کی کارکردگی اس دربان کی طرح ہے جو تجلیات الٰہی کے ایوان کے سامنے کھڑا ہے اور اللہ کے احکامات نافذ کرنے میں مصروف رہتا ہے۔

قطب کا مقام:

اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو قطب کے مرتبہ پر فائز فرماتا ہے تو اپنی بارگاہ مثال میں ایک تخت نصب کراتا ہے۔ اس پر اسے بٹھاتا ہے۔ اس تخت پر بٹھا کر اللہ

تعالیٰ اسے اپنے اسماء کی خلعت پہناتا ہے عالم علوی۔ سفلی اور وسط پھر ظاہر و باطن کی زیب و زینت سے مزیّن کرتا ہے۔ اس مقام پر اسے ''خلیفۃ اللہ'' کا منصب بھی دیا جاتا ہے اللہ سارے جہان کو حکم دیتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اور اس کی بیعت کی جائے۔ اس بیعت میں ہر ادنیٰ اعلیٰ شریک ہوتے ہیں اگرچہ۔ ملائکہ۔ انبیاء اور بعض ارواح مقدسہ اس قطب کے تحت نہیں ہوتے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نوازشات نچھاور کرتا رہتا ہے وہ اسی مقام پر بیٹھا اللہ اور اس کے محبوب کے احکامات نافذ کرتا ہے۔

قطب سے بیعت کرنے والے:

قطب کی بیعت کے وقت .... والے اپنے اپنے مراتب کے ساتھ اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ گو وہ اس کی خوشدلی اور مجبوری کے پابند نہیں ہوتے مگر اپنی خوش دلی کا اظہار کرتے ہیں۔ جب اس سے اسرار الٰہیہ کے مسائل پوچھے جاتے ہیں تو وہ بذات خود نہیں بلکہ یوں کہتا ہے کہ فلاں نے یوں فرمایا ہے۔ یہ ادب کا ایک انداز ہے۔ قطب سے بیعت کرنے والا ہر شخص اس سے استفادہ کرتا ہے۔

حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ انسانوں کے علاوہ قطب سے بیعت کرنے والے۔ عقل۔ پھر نفس۔ پھر آسمانوں کی مخلوق۔ پھر زمینوں پر بسنے والے۔ پھر جنات۔ اور عالم برزخ کے اجسام بھی بیعت کرتے ہیں۔

قطب کے خصائص:

قطب کے خصائص میں ایک بات یہ ہے کہ وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے حضور خلوت گزین ہوتا ہے۔ یہ خصوصیت اسے ایک .... ہوتی ہے۔ پھر

جب ایک قطب فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرے قطب کو اپنے خلوت کدہ سے نکال کر اس کی جگہ پُر فرماتا ہے۔ اگرچہ قطب کے خصائص نہایت بلند درجہ رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ امام اور قطب کو اقامت دین کے فرائض عطا فرماتا ہے حضور نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی سیّدنا ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن الخطاب اقامت دین کے لیے قطبیت کے اختیارات استعمال کرتے تھے۔ ان کی قطبیت اعلانیہ تھی۔ ظاہر امور کے مختار تھے مگر دوسرے اقطاب کی شان مخفی ہونے میں ہوتی ہے۔

حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دن حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو میں نے حضرت امام شافعی کے روحانی مقام کے متعلق دریافت کیا انہوں نے بتایا وہ اوتاد اربعہ میں سے ہیں۔ میں نے امام احمد بن حنبل کے مرتبہ پر سوال کیا تو فرمانے لگے وہ اس وقت "صدیق" کے مقام پر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول کے بعد "اولی الامر منکم" کی اطاعت کا جو حکم دیا ہے وہ دراصل قطب وقت کے متعلق ہے۔

کیا قطب مرتا نہیں؟:

بعض صوفیہ کے کلام میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ **القطب لا یموت** (قطب مرتا نہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی زمانہ کو قطب سے خالی نہیں رہنے دیتا۔ ایک قطب کی رحلت پر خود دوسرا قطب اس کے منصب پر بٹھا دیا جاتا ہے جس طرح قیامت تک منہاج نبوت کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ انبیاء کرام میں سے حضرت عیسیٰ، حضرت ادریس، اور حضرت الیاس زندہ موجود ہیں۔ یہ تینوں ارباب شریعت ہیں۔ جبکہ حضرت خضر علیہ السلام علم لدنی کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نظام کائنات کے تکوینی امور کو اپنے رجال الغیب کے سپرد کیا ہے۔ جبکہ ظاہری امور کو

اسکے رسول اور انبیاء علیہم السلام نافذ فرماتے ہیں۔ ان کی شریعت اللہ کے احکام پر منضبط ہوتی ہے۔ بے شمار انبیاء اللہ کے احکامات کو نافذ کرتے رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو تمام سابقہ انبیاء کے شرعی احکامات منسوخ کر دیئے گئے۔ مگر جو انبیاء زندہ رہے انہیں بھی حضور کی شریعت کے تابع کر دیا گیا۔ حضرت الیاس۔ حضرت عیسیٰ۔ حضرت ادریس علیہم السلام جہاں جہاں بھی ہیں۔ شریعت محمدیہ کے ماتحت اللہ کی عبادات میں مصروف ہیں۔ حضرت الیاس اور حضرت خضر دنیائے ارضی پر تکوینی امور کو نافذ کرتے رہتے ہیں اور یہ سارے امور سیّد الانبیاء کے احکام کی روشنی میں سرانجام پاتے ہیں۔ زمین پر سارے انبیاء سابقہ انبیاء کرام کے نقش قدم پر چلتے ہیں اس طرح انبیاء کا وجود تسلسل کے ساتھ قائم ہے جس طرح اقطاب ہر زمانے میں موجود رہیں گے۔

صوفیا کے ہاں قطب کا مقام:

صوفیہ کے ہاں قطب وہ ہوتا ہے جو احوال و مقامات کا جامع ہو اس کا وجود شہروں، قصبوں، وادیوں میں ہر وقت موجود رہتا ہے۔ حضرت سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ''قطب الاقطاب'' ہیں۔ ''غوث الاغواث'' ہیں ان کی قطبیت کے سولہ جہان ہیں۔ ان سولہ جہانوں میں سے دنیا و آخرت ایک جہان ہے۔ اس مقام کو وہی جانتا ہے جو قطبیت کے مقام سے آگاہ ہو۔ دوسرے حضرات علم و فضل کے خزانوں کے باوجود جناب غوث پاک کے مقام قطبیت سے ناواقف ہوتے ہیں۔

بعض صوفیہ فرماتے ہیں کہ قطب کا اصل مقام مکہ معظّمہ ہے اس سے مراد ہے کہ وہ جسمانی لحاظ سے چار دانگ عالم پر نگاہ رکھتا ہے۔ مگر اس کا روحانی اثر مکہ مکرمہ ہے وہ کہیں لوہار ہے کہیں ترکھان ہے کہیں فقیر ہے کہیں بادشاہ ہے مگر اس کا

مرکز مکہ معظمہ ہے اور کعبۃ اللہ میں قیام ہوتا ہے۔

قطب الاوّل والآخر:

حضرت محی الدین ابن عربی ''فتوحات مکیہ'' میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''قطب الاوّل والآخر'' ہیں۔ پہلے انبیاء کرام کی اُمتوں میں جتنے اقطاب تھے وہ بھی حضور نبی کریم کے زیر فرمان تھے۔ حضور کا مولد مکہ ہے اس لیے تمام اقطاب کا مرکزی مقام مکہ مکرمہ ہی ہے۔ پہلے اقطاب کا بھی یہی مرکز تھا۔ حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مشہد مقدس میں عالم برزخ کا مشاہدہ عنایت فرمایا تو مجھے سابقہ اُمتوں کے تمام اقطاب کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سیّد الانبیاء تک تمام اقطاب کا مشاہدہ کیا تھا صرف ایک قطب ہے جو تخلیق کائنات سے لے قیام قیامت تک تمام اقطاب عالم کی راہنمائی فرماتا ہے۔ اور وہ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے وہ روحانی اور جسمانی دونوں انداز میں اقطاب عالم کی راہنمائی فرماتے ہیں اور کائنات ارضی پر نگاہ رکھتے ہیں۔

اقطاب کی تعداد:

حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ اقطاب کی تعداد شمار و قطار سے باہر ہے ہر شہر۔ ہر بستی۔ ہر وادی ایک قطب کی نگرانی میں ہوتی ہے۔ یہ اقطاب مسلمانوں۔ کفار۔ مشرک، خدانا شناس لوگوں پر بھی نگران ہوتے ہیں۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ میں نے ایکبار متوکلوں کے قطب سے ملاقات کی اس کے اردگرد ساری کائنات چکی کی طرح گردش کر رہی تھی مگر وہ کسی چیز کو نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ مجھے عبداللہ

بن الاستاد جو قطب اندلس تھے سے ملاقات کا موقع ملا۔ میں ۵۳۳ھ میں فاس کے شہر میں ''قطب زماں'' سے ملا تھا۔ ان کا ایک ہاتھ شل تھا میں نے ان سے مقام قطبیت کے متعلق باتیں کیں تو انہوں نے کئی اسرار سے پردہ اُٹھایا۔ مگر مجھے اشارہ کر کے کہنے لگے۔ ''ان اسرار کو چھپائے رکھنا''۔

حضرت علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں اقطاب کی تعداد پر گفتگو فرمائی ہے وہاں ان کے مختلف درجات اور مقامات پر بھی بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ہر زمانہ میں ساری دنیا میں بڑا قطب صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ اسے قطب عالم، یا قطب کبریٰ۔ قطب الارشاد، قطب مدار، قطب الاقطاب، قطبِ جہاں، قطبِ جہانگیر کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ یہ قطب عالم علوی اور سفلی پر تصرف رکھتا ہے اور سارا عالم اسی کے فیض سے قائم ہے اگر قطب الاقطاب کا وجود درمیان سے ہٹا دیا جائے تو سارا عالم درہم برہم ہو جائے۔

قطب عالم براہِ راست اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہے۔ اور اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے وہ نور خاصہ مصطفوی کی برکت سے سارے عالم پر نگاہ رکھتا ہے وہ اپنے ماتحت رجال الغیب کے ہر منصب اور عہدے کے تقرر۔ تنزل ۔ تبدیلی اور اور ترقی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

یہی قطب عالم بعض اوقات ترقی کرتا کرتا مقام فردانیت تک پہنچ جاتا ہے اس مقام کو ''مقام محبوبیت'' بھی کہتے ہیں یہ سارے مقامات انوار مصطفوی کے ماتحت ہوتے ہیں۔

قطب عالم کے تحت بے شمار اقطاب کام کرتے ہین قطب ابدال، قطب اقالیم، قطب ولایت وغیرہ اسی قطب الارشاد کے زیر سایہ کام کرتے ہیں۔ قطب

زہاد۔ قطب عباد۔ قطب عرفا۔ قطب متوکّلان ہر شہر ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں موجود ہوتے ہیں اور مخلوق خدا کے کام کرتے ہیں۔

حضرت محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں۔ کہ ''قطب الارشاد'' کے علاوہ غوث کا اپنا مقام ہے۔ ایک قطب الاقطاب ہے تو دوسرا غوث الاغواث ہے۔ یہ دونوں منصب علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ قطب الاقطاب کے دو وزیر جنہیں اماماں کہا جاتا ہے۔ عبدالملک اور عبدالرب کے ناموں سے۔ قطب الاقطاب کے دائیں بائیں بیٹھتے ہیں۔ یہ دونوں قطب الاقطاب کے زیر فرمان عالم علوی اور عالم سفلی کے حالات کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اگر قطب الاقطاب کی جگہ خالی ہوتی ہے تو ان میں سے ایک کو ترقی دے کر یہ منصب دیا جاتا ہے۔

شیخ عدی بن مسافر بھی قطب وقت تھے:

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''طبقات الکبریٰ'' میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ طریقت میں وحید العصر تھے علمائے کرام میں بلند رتبہ رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے قطب تھے۔ وہ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی احباب میں سے تھے۔ حضرت غوث الاعظم فرمایا کرتے تھے۔ ''اگر نبوت مجاہدہ سے ملتی تو شیخ عدی بن مسافر وقت کے نبی ہوتے''۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا کیا سابقہ اولیاء اللہ میں سے کسی نے قدمی هذه علٰی رقبة کل ولی الله کہا تھا۔ آپ نے بتایا۔ نہیں۔ یہ اعلان صرف حضرت غوث الاعظم نے اللہ کے حکم سے کیا تھا۔ جب اس کی وضاحت چاہی تو فرمایا یہ اعلان آپ کے مقام فردانیت کو نمایاں کرتا ہے لوگوں نے پوچھا کہ فرد تو اور بھی ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں مگر کسی فرد کو یہ اعلان کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا۔ یہ اعلان سنتے ہی سارے

اولیاء اللہ کو الہام ہوا کہ اپنی گردنیں جھکا کر ان پر سیّدنا عبدالقادر جیلانی کے قدم کو رکھیں۔ ایسے ہی حکم تھا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ یاد رکھو جس طرح فرشتوں کو صرف آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اسی طرح یہ اعلان خصوصی حضرت غوث پاک کے لیے تھا۔

حضرت شیخ ابوسعید القیلوی اکابر عارفین میں سے تھے۔ امام شعرانی طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ آپ اس مجلس میں موجود تھے جس میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان فرمایا تھا۔ وہ اُٹھے۔ اپنا کندھا حضور کے قدموں کے نیچے رکھ دیا اور کہاں کہ سارے جہان کے اقطاب نے جہاں جہاں تھے گردنیں جھکا دیں۔ مزید فرمایا بعض اقطاب کو سکوت کا حکم ہوتا ہے۔ بعض کو اعلان کرنے کا۔ اگر سکوت کا حکم نہ ہوتا تو ہر قطب جہاں کہیں بھی تھا۔ یہ اعلان عام لوگوں تک پہنچاتا۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ دنیا بھر کے مختلف خطوں میں بسنے والے اقطاب کے مریدوں نے کہا آپ ایسا اعلان کیوں نہیں کرتے وہ فرماتے سیّدنا غوث الاعظم کو ایسا اعلان کرنے کا حکم ہوا ہے ہم کون ہوتے ہیں ہم تو اس حکم کے سامنے گردن جھکا سکتے ہیں اعلان نہیں کر سکتے۔ یہی بات شیخ علی ھیتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہی تھی۔ عراق کے تمام اکابر مشائخ اور شام و مغرب کے صادقین نے یہ اعلان سن کر گردنیں جھکا دی تھیں۔

رجال الغیب کے رفیق سفر و حضر

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف

ہم نے سابقہ صفحات پر رجال الغیب کے مقامات اور واقعات بیان کیے ہیں۔ ان تمام رجال الغیب کو جس شخص سے سفر و حضر میں رفاقت رہی ہے۔ یا ان کے روحانی مقامات پر راہنمائی حاصل ہوتی رہی ہے اس کا نام نامی حضرت خضر علیہ السلام ہے۔ ہم اس باب میں حضرت خضر کے حالات پر ایک مختصر سا جائزہ ہدیہ قارئین کر رہے ہیں تا کہ انہیں معلوم ہو کہ جس جلیل القدر ہستی کا ان حضرات سے تعلق رہا ہے۔ وہ بذات خود کون تھے؟۔

علمائے روحانیت کی کتابوں، ملفوظات اور ان کی مجالس کی نفحات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا اسم گرامی بلیا بن ملکان تھا۔ آپ کا لقب خضر تھا۔ کنیت ابوالعباس تھی۔ آپ حضرت نوح کی اولاد میں سے تھے۔ اور آپ کے آباء واجداد اس کشتی میں بھی سوار تھے جو طوفان نوح میں بچ کر ان افراد کو محفوظ کرتی گئی جو کائنات ارضی پر آئندہ نسل انسانی کے آباء واجداد بنے۔

"تفسیر روح البیان" کے مصنف نے حضرت ابواللیث کی روایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو بتایا تھا کہ حضرت خضر ایک بادشاہ کے فرزند ارجمند تھے جو انہیں اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا۔ مگر حضرت خضر نے نہ صرف جانشینی سے انکار کر دیا بلکہ وہاں سے بھاگ کر کسی دور بیابان میں چلے گئے وہاں جا کر ایسے گم ہوئے کہ کوئی شخص انہیں تلاش نہ کر سکا۔

"کتاب التعرف" میں حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق بڑی عجیب بات لکھی ہے کہ آپ کے والد ابن ملکان، عرب تھے مگر والدہ فارس کے رہنے والی تھی ان کا نام "   " تھا حضرت خضر ایک غار میں پیدا ہوئے۔ ماں آپ کو تنہا چھوڑ کر چلی گئی۔ ایک بکری یا ہرنی اس غار میں آتی اور بچے کو دودھ پلاتی رہی۔ آپ

خوبصورت جوان بن کر اُبھرے۔ شہر میں گئے تو بادشاہ وقت نے اپنے بیٹے خضر کو پہچانے بغیر بڑے اعزاز سے نوازا۔ اس بادشاہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت شیث علیہما السلام کے صحیفے محفوظ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور ملک کے بہترین خوش نویسوں کو جمع کر کے اس مقدس کام پر لگا دیا۔ ان میں جواں سال حضرت خضر علیہ السلام بھی ایک کاتب کی حیثیت سے صحائف لکھنے لگے۔ حضرت خضر کی کتابت، خوشخطی اور خوشنویسی دیکھ کر بادشاہ بہت خوش ہوا پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے بتایا تو بادشاہ کو معلوم ہوا کہ یہ نوجوان تو اس کا اپنا ہی فرزند ہے چنانچہ امور سلطنت شہزادے کے حوالے کرنے کا اعلان کر دیا۔ مگر حضرت خضر کی نگاہ میں دنیا کی بادشاہت، سلطنت، امور مملکت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ وہ نوجوان بزبانِ حال پکار اُٹھا۔

برو ایں دام بر مرغے دگر نہ

کہ عنقارا بلند است آشیانہ

وہ درباری شان وشوکت کو چھوڑ کر بیابانوں کی سیاحت کو چل نکلے۔ ایک سفر کے دوران انہیں آب حیات کا چشمہ ملا۔ جس کا پانی پی کر آپ تا قیامت زندگی پانے میں کامیاب ہو گئے۔

بعض مفسرین نے معتبر احادیث کی روشنی میں لکھا ہے کہ بلیا ''خضر'' کا لقب پانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ جہاں بیٹھتے سبزہ نمودار ہو جاتا۔ سوکھی گھاس کا بچھونا بناتے تو ساری گھاس سبز ہو جاتی جہاں نماز پڑھتے زمین سے سبزہ اُگ آتا۔ جہاں قدم رکھتے سبزہ نمودار ہو جاتا۔

وہ روندتے تو سبزہ نہال ہوتا ہے

وہ توڑتے تو کلیاں شگفتہ ہوتی ہیں

سبزہ اُگنے کی وجہ سے آپ کو خضر (سبز) کہا جانے لگا۔ قرآن پاک میں

حضرت خضر کا نام تو کہیں نہیں ملتا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں آتا ہے
''عبداً مِن عِبادنا اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علما ہ'' (الکھف:۶۵) وہ ہمارے بندوں میں ایک ایسا بندہ ہے جس پر ہماری رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ہم نے اسے علم (علم لدنی) عطا فرمایا۔

خضر علیہ السلام کس زمانے میں ظاہر ہوئے:

مؤرخین اور علمائے روحانیت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ذوالقرنین کے زمانہ اقتدار میں ظاہر ہوئے تھے۔ آپ کی ذہانت، پاکبازی اور اعلیٰ کردار کو دیکھ کر بادشاہ ذوالقرنین نے آپ کو اپنا وزیر مقرر کرلیا۔ ذوالقرنین اپنا لشکر لے کر ایک طویل سفر پر روانہ ہوا۔ اسے ''آب حیات'' کی تلاش تھی۔ وہ ہزاروں میل چلتا گیا اس کے لشکر میں حضرت خضر ہراول دستہ کے سپہ سالار تھے۔ حسن اتفاق سے ذوالقرنین پانی کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ مگر حضرت خضر ایک چشمہ آب پر پہنچے۔ غسل کیا۔ پانی پیا۔ انہیں غالباً یہ معلوم نہ تھا کہ جس پانی کو وہ پی رہے ہیں وہ آب حیات یا آب بقا ہے۔ مگر بعد کے واقعات سے ثابت ہوا کہ حضرت خضر تو تا قیامت زندگی لے کر آئے ہیں اور ذوالقرنین آب حیات سے محروم رہا۔ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے زمانہ میں زندہ تھے۔ حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی۔ باہم سفر کیے۔ بعض امور پر اختلافات ہوئے۔ قرآن پاک نے ان واقعات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ دیوار یتیم کا بنانا۔ نوجوان کا قتل کرنا اور کشتی کو توڑنا ایسے واقعات ہیں جنہیں مفسرین نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ حضرت خضر کی تاریخ پیدائش کا تو کسی کو علم نہیں مگر آپ کے زندہ ہونے اور قیامت تک کے زندہ رہنے کے آثار ملتے ہیں۔

حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام:

سیّدنا خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام جنگلوں اور بیابانوں پر موکل ہیں۔ دونوں پانی اور خشکی میں لوگوں کی راہنمائی کرتے رہتے ہیں۔ ان کی دادرسی کرتے ہیں۔ زمانہء حج میں دونوں میدان عرفات میں اکٹھے ہوتے ہیں اور امت رسول کے لیے اللہ کی رحمت کے طلبگار ہوتے ہیں۔ (یہ بات تفسیر مواہب الرحمٰن میں دیکھی جاسکتی ہے)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' جلد اوّل میں وہ کلمات لکھے ہیں جو حضرت خضر اور حضرت الیاس جدا ہوتے وقت ایک دوسرے کو کہتے ہیں۔

بسم اللہ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ۔ ماشاء اللہ کل نعمۃ من اللہ۔ ماشاء اللہ الخیر کلہ .... ماشاء اللہ لا یقرف السوءِ الا اللہ ط

ترجمہ: اللہ کے نام پر۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہے اس کے بغیر کسی کو قوت نہیں جو کچھ اللہ چاہے ہر نعمت اس کے قبضہ میں ہے تمام نیکیاں اللہ کے قبضے میں ہیں۔ برائی کو وہی دور کرنے والا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور سیّد الانبیاء سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت خضر اور الیاس ہر سال حج کے موقع پر ملتے ہیں۔ حج ادا کرنے کے بعد سر منڈاتے ہیں۔ بسم اللہ ماشاء اللہ کہہ کر رخصت ہوتے ہیں۔ حج کے موقع پر آب زمزم پیتے ہیں اور یہ پانی انہیں سال بھر کے لیے کافی ہوتا ہے وہ اکثر مقامات متبرکہ پر موجود ہوتے ہیں ان کی رفتار مشرق سے مغرب تک کسی مقام پر آنکھ جھپکنے کے وقفہ

تک ہوتی ہے۔ رمضان المبارک کے دوران اکثر بیت المقدس میں قیام کرتے ہیں۔ حضرت خضر دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچتے ہیں اور لوگوں کی دستگیری کرتے ہیں عام نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ مگر جب چاہیں ظاہر ہو جاتے ہیں اور ملنے والوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ جنگل، دریا، سمندر، بیابان، شہر ان کے لئے یکساں ہوتے ہیں بعض اولیاء اللہ نے ان سے ملاقات کی ہے اور ان سے مصافحہ کرتے وقت محسوس کیا ہے کہ ان کی انگشت شہادت دوسری انگلی کے برابر ہے۔ اور انگوٹھے میں ہڈی نہیں۔

علامہ بغوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ چار انبیاء کرام زندہ ہیں اور قیامت تک اپنے ظاہری اجسام کے ساتھ زندہ رہیں گے۔ انبیاء کی زندگی تو قیامت تک روحانی ہے۔ حیات النبی پر ہزاروں شہادتیں موجود ہیں۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان چہارم اور حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں زندہ موجود ہیں۔ حضرت الیاس اور حضرت خضر دونوں زمین پر اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں۔ بعض حضرات نے حضرت خضر کو بھی انبیاء میں شمار کیا ہے۔

حضرت خضر حضور نبی کریم کی خدمت میں:

حافظ ابن حجر، علامہ قسطلانی اور جمہور علماء اور صوفیہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضور کی زیارت کی۔ اور اپنے تمام فرائض حضور کی نگرانی میں سرانجام دیتے ہیں اور شریعت محمدیہ کے مطابق عبادات کرتے ہیں اور زندگی بسر کرتے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے ''جمع الجوامع'' میں حضرت خضر کی سیّدنا عمر فاروق سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔

حضرت علی کا ایک قول امام احمد کی ''کتاب الزہد'' میں موجود ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام رمضان المبارک کے دوران بیت المقدس میں رہتے ہیں اور

وہ اکثر باب الرحمٰن اور باب الاسباط میں قیام کرتے ہیں۔

''صاحب تفسیر مظہری'' نے حضرت مجدّد الف ثانی کی روایت نقل کی ہے کہ آپ نے مراقبہ فرمایا تو حضرت خضر علیہ السلام مجسم آپ کے سامنے آگئے فرمانے لگے میں اور الیاس دونوں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں کو اتنی طاقت عطا فرمائی ہے کہ ہم اپنے اجسام کے ساتھ ہر آن جہاں چاہیں چلے جائیں اور لوگوں کی دستگیری کریں۔...... اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا ہمیں مددگار بنایا ہے۔ قطب مدار وہ ہستی ہے جس کی وجہ سے کائنات ارضی پر تکوینی نظام چل رہا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے زمانہ حیات میں قطب مدار کا مسکن ملک یمن میں تھا۔ جو امام شافعی کی فقہ پر عمل پیرا تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام صحابہ رسول کے ساتھ:

''حصن حصین'' ایک بلند پایہ معروف کتاب ہے جسے ہر عبادت گزار حرز جان بنا کر پڑھتا ہے۔ اس کتاب میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ رسالتمآب جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن صحابہ کرام کے مجمع میں ایک اجنبی شخص آیا جس کی داڑھی سفید تھی۔ رنگ گورا۔ جسم توانا۔ وہ لوگوں کی صفیں چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ بے اختیار رونے لگا۔ اور صحابہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ **ان فی اللہ غیرا من کل مصیبۃ دعوضا من کل .... و خلفا من کل ہالک فان اللہ .... الیہ فرعبوا فانما المحروم من حرم الثواب** ۔(ہر مصیبت پر تسلی۔ ہر فوت ہونے والے کا متبادل۔ ہر مرنے والے کا جانشین اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کی رضا پر سر تسلیم خم کرو۔ اسی کی طرف رجوع کرو۔ وہ شخص محروم رہتا ہے۔ جو اللہ کی رضا پر سر تسلیم خم نہیں کرتا)۔(دیکھیے معارف القرآن جلد پنجم)

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے بلاؤ۔ لوگوں نے چاروں طرف تلاش کیا مگر وہ غائب ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت علی کو بتایا۔ یہ حضرت خضر تھے۔ جو حضور کے وصال پر حاضر ہوئے اور ہمیں تسلی دیتے رہے۔ حضرت علی نے فرمایا ہاں میں انہیں پہچانتا ہوں۔ وہ حضرت خضر ہی تھے۔ مگر وہ نہایت تیزی سے نکل گئے۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک دن حضور مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ کسی اجنبی کی آواز سنی تو آپ نے حضرت انس کو فرمایا۔ کہ باتیں کرنے والے اس اجنبی کو کہو کہ میرے لیے دعا کریں۔ حضرت انس نے جا کر کہا تو وہ شخص فرمانے لگے۔ ''میں کیا دعا کر سکتا ہوں۔ جاؤ حضور سے عرض کرو۔ میں آپ کے لئے کیا دعا کر سکتا ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء کرام سے افضل بنایا ہے۔ یہ ایسی فضیلت ہے جیسے ماہ رمضان کو دوسرے مہینوں پر ہے۔ ہم تو آپ کی دعا کے محتاج ہیں''۔

''روح البیان'' میں فصل الخطاب کے حوالے سے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کئی بار حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں آپ سے بزرگان دین نے متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ جن میں حضور کے نام پر انگوٹھے چومنے کی روایت بھی ہے۔ بعض بزرگان دین نے حضرت خضر کو صحابہ رسول میں شمار کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو کسی نے دور سے آواز دی۔ ٹھہریئے! ہم بھی شریک ہوں گے۔ نماز جنازہ کے بعد حضرت عمر نے اس شخص کو بلایا مگر وہ توصفیں چیرتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ حضرت خضر تھے۔

حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن دیکھا کہ

میرے والد مکرم سیّدنا زین العابدین کے پاس ایک بوڑھا شخص بیٹھا باتیں کر رہا ہے جب وہ بوڑھا چلا گیا تو میرے والد نے مجھے فرمایا دوڑ کر اسے واپس بلاؤ۔ میں دوڑا دوڑا گیا مگر وہ شخص غائب ہو گیا تھا میرے والد نے فرمایا۔ یہ حضرت خضر تھے!

ریاح بن عبیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ۹۹ ہجری میں ایک شخص کو دیکھا کہ آپ کا ہاتھ پکڑے باتیں کرتے جا رہا ہے جب واپس آئے تو میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا۔ حضور یہ کون شخص تھا؟ جو آپ کے اتنے قریب ہو کر باتیں کر رہا تھا آپ نے فرمایا تم نہایت خوش قسمت ہو تم نے حضرت خضر کی زیارت کر لی۔ انہوں نے مجھے خلافت کے اصول اور اس پر خدمت خلق کے لیے ہدایات دیں اور اس سلسلہ خلافت کو منہاج النبوت کی حیثیت سے اپنانے کی نصیحت کی۔

حضرت خضر علیہ السلام کے دو خصوصی سفر:

حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی پر نگاہ ڈالی جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی انبیاء کرام کے علاوہ اُمت رسول کے لاکھوں صلحا اُمت سے ملاقات رہی ہے ان میں صحابہ کرام۔ اغواث، اقطاب ابرار، ابدال، اوتاد، نجباء، نقباء، رجال الغیب، مردان، مکتوبان، مفرداں، مستورین، کتمان، اولیاء اللہ، افراد، قطب مدار اور قطب الارشاد شامل ہیں۔ وہ خود رجال الغیب کے خانوادہ کے ایک ممتاز فرد تھے اور رجال الغیب کی راہنمائی، ہمنوائی اور دلربائی کرتے رہے ہیں۔

جن اولیاء کرام نے حضرت خضر کی زیارت کی ہے یا جن راعیانِ اُمت نے آپ سے ملاقاتیں کی ہیں وہ بتاتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام تمام مخلوقات کے ساتھ خلیق حلیم ہوتے ہیں۔ خوش خلقی سے پیش آتے ہیں۔ امداد کرتے ہیں۔ انکی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ بیماری، لاچاری میں دستگیری کرتے ہیں۔ لوگوں کی

مشکلات حل کرنے کے بعد کسی پر احسان نہیں جتلاتے ان کے ان اوصاف حمیدہ اور عادات عالیہ کے علاوہ ہم آپ کے احباب کا ذکر کرنا ضروری جانتے ہیں۔ جن کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات رہے ہیں اور سفر و حضر میں محبوبان خدا کی طرح ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے ساتھ حضرت خضر کا ایک سفر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت خضر کی ملاقات اور ان کے ساتھ ایک نہایت ہی اہم سفر کی رویداد قرآن پاک نے بیان فرمائی ہے پھر اس پر مفسرین قرآن نے بڑی مفید تفصیلات بہم پہنچائی ہیں۔ مفسرین کے علاوہ روحانی دنیا کے جلیل القدر افراد نے اس کی تفصیلات سے آگاہ کیا ہے۔ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کی ملاقات اور ان کے ایک اہم سفر کی روئداد لکھتے وقت تصوف کی بہت سی بلند پایہ کتابوں پر نظر ڈالی ہے۔ جسے ہم نہایت اختصار کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔ ہمارے سامنے قرآن پاک کی آیات رہی ہیں۔ احادیث کی روایات پر نظر رہی ہے۔ تصوف کی کتابوں میں سے ہم کشف المحجوب، قوت القلوب، الیواقیت والجواہر، فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، عروۃ الوثقیٰ، رسالہ قشیریہ، ابریز، لطائف اشرفی، مثنوی مولانا روم، نفحات الانس، تفسیر روح البیان، تفسیر مظہری، تفسیر مواہب الرحمٰن، مکتوبات امام ربانی، اقتباس الانوار، مرأۃ الاسرار اور جامع کرامات اولیاء جیسی کتابوں کے صفحات راہنمایانہ انداز میں ہمارے سامنے آتے رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو آزادی دلانے کے بعد کوہِ طور پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو توریت مقدس سے نوازا۔ آپ اس عظیم کتاب کے حصول کے بعد اپنی قوم کو خطاب کرنے لگے۔ ایک دن آپ بڑے عظیم مجمع میں بنی اسرائیل کو خطاب فرما رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو کلیمانہ انداز میں بیان فرما رہے تھے اس

مجمع میں سے ایک بنی اسرائیلی عالم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ حضرت! کیا آج اس زمین پر آپ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ کوئی نہیں!

آپ نے یہ بات تو کہہ دی اور ایک اولوالعزم نبی ہونے کی حیثیت سے آپ کا جواب بھی درست تھا۔ مگر مشیت ایزدی کو شائد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ انداز پسند نہ آیا۔ اور فرمایا۔ موسیٰ تم ایک آدمی کی تلاش میں نکلو۔ جو تمہیں ''مجمع البحرین'' میں ملے گا۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

واذ قال موسیٰ لفتٰه لاابرح حتیٰ ابلغ مجمع البحرین ...... الخ (پارہ ۱۸، آیت ۶۰۔۶۵)

ترجمہ: جب حضرت موسیٰ نے اپنے خادم کو کہا کہ آؤ ہم ایک سفر پر نکلیں اور ہم وہاں تک چلتے جائیں گے جہاں دو دریاؤں کا سنگم (مجمع البحرین) ہوگا۔ جب وہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچے۔ تو ان کے پاس جو مچھلی تھی اسے کنارے پر ہی بھول گئے۔ مچھلی نے پانی کو دیکھا تو چھلانگ لگا کر دریا میں کود گئی۔ حالانکہ وہ بھنی ہوئی مچھلی تھی۔ تھوڑا سا آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ نے اپنے خادم کو فرمایا بھوک لگ گئی ہے کھانا لاؤ۔ کھالیں ہم طویل سفر میں تھک بھی گئے ہیں۔ خادم نے کہا۔ حضرت میں تو مچھلی پیچھے ایک پتھر پر رکھ آیا ہوں اور شیطان نے مجھے بھلا دیا تھا میں لینے گیا تو مچھلی کود کر دریا میں اپنا راستہ بنا چکی تھی حضرت موسیٰ نے فرمایا بس یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارا مقصود تھا دونوں واپس آئے۔ اس پتھر کے قریب پہنچے۔ وہاں قریب ہی انہوں نے ہمارے ایک بندے کو سویا ہوا پایا۔ اس بندے کو ہم نے بے پناہ علم سے نوازا تھا۔ اور اپنے خصوصی علم سے حصہ عطا فرمایا تھا۔ یعنی ''علم لدنی'' عطا کیا تھا۔

ان آیات میں **فوجدا عبدا من عبادنا**۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

ہمارے بندوں میں سے ایک خاص بندے کو پالیا۔ یہ ”عبد“ حضرت خضر ہی تھے جس پتھر پر مچھلی بھول آئے تھے۔ اور وہ زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی اور اپنا راستہ بناتی گئی۔ اس کے پاس ہی اللہ کا ایک بندہ سویا ہوا پایا گیا۔ جس کے ارد گرد سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز لیٹا ہوا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے چہرے سے چادر ہٹائی تو حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں خوش آمدید کہا، حضرت موسیٰ کے دل میں حضرت خضر علیہ السلام کی عظمت تو پہلے سے موجود تھی۔ انہیں دیکھ کر نہایت ادب سے کہنے لگے، میں کچھ دن آپ کی صحبت میں گزارنا چاہتا ہوں میں آپ کے اس علم سے حصہ لینا چاہتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی طور پر نوازا ہے۔

جس علم خصوصی کے حاصل کرنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے التماس کی تھی یہ ہی ”علم لدنی“ ہے اور اسے ہی قرآن پاک نے ”رشد و ہدایت“ بتایا ہے اور یہی علم اولیائے ظاہرین کے علاوہ رجال الغیب، مردانِ خدا، رجال المستورین، واقفان غیب الغیب، اور عالمان سر الاسرار الٰہیہ کو حاصل ہوتا ہے۔

قرآن پاک کے پارہ اٹھارہ کی آیات ۶۶ تا ۷۰ میں فرمایا۔

ترجمہ: حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے عرض کیا، کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ آپ مجھے ”رشد و ہدایت“ کا وہ خصوصی علم سکھا دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ حضرت خضر نے کہا۔ آپ صبر نہیں کر سکیں گے یہ علم تو نہایت ہی صبر آزما ہے اور آپ کو صبر کرنے کی پوری طاقت نہیں ہے حضرت موسیٰ نے کہا۔ ان شاء اللہ! آپ مجھے صابر پائیں گے۔ اور میں پوری طرح آپ کی اتباع کروں گا کسی مقام پر حکم عدولی نہیں کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا اگر آپ

میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو میری کسی بات پر نہ اعتراض کرنا نہ سوال کرنا نہ ٹوکنا۔ اگر کہیں ضرورت ہوئی تو میں خود ہی وضاحت کر دیا کروں گا۔

اب دونوں حضرات چل پڑے سمندر میں ایک کشتی جا رہی تھی۔ حضرت خضر نے اسے روکا اور اس پر سوار ہو گئے۔ حضرت خضر نے کشتی میں سوراخ کرنا شروع کر دیے۔ سمندر کا پانی اندر آنے لگا۔ کشتی کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پکار کر کہا۔ خضر! کیا کر رہے ہو؟ لوگوں کو ڈبونے لگے ہو؟ یہ کیا حرکت ہے! حضرت خضر نے فرمایا، میں نے تجھے پہلے ہی کہا تھا۔ کہ تم میرے معاملات پر صبر نہ کر سکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی اور عرض کی واقعی میری بھول تھی۔ آپ سے معذرت چاہتا ہوں معاف فرما دیں۔ تا کہ ہم اپنا کام جاری رکھ سکیں۔ ٹوٹی پھوٹی کشتی کنارے لگی۔ حضرت خضر نے کچھ مرمت کر دی اور کچھ یوں ہی چھوڑ کر چل دیئے۔

چلتے چلتے ایک وادی میں جا پہنچے۔ جہاں ایک نوجوان دکھائی دیا۔ حضرت خضر آگے بڑھے اور اس نوجوان کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ اس بلا وجہ قتل پر سراپا احتجاج بن گئے فرمانے لگے۔ خضر! آپ نے یہ ناحق قتل کر دیا ہے یہ آپ نے کیا کیا؟ یہ تو بہت بُری بات ہے حضرت خضر نے فرمایا پھر تم صبر نہیں کر سکے اور میرے معاملات میں دخل دینے لگے ہو۔ حضرت موسیٰ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ معذرت طلب کی۔ اور آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔

اب پھر سفر جاری رہا۔ اب یہ دونوں حضرات ایک ایسے قصبے میں جا پہنچے جہاں کے لوگ بڑے روکھے اور پرلے درجے کے بخیل تھے۔ کھانا مانگا انہوں نے انکار کر دیا۔ مہمان بننا چاہا منہ موڑ لیے۔ بے رُخی کی انتہا کر دی۔ شہر کی بے چراغ گلیوں میں اللہ کے دونوں برگزیدہ بندے گھومتے رہے۔ حضرت خضر نے دیکھا کہ

ایک مکان کی دیوار نہایت ہی بوسیدہ ہے گرنے والی ہے۔ فوراً آگے بڑھے اور دیوار کو مرمت کرنے میں مصروف ہو گئے بہت بڑی دیوار تھی اسے گرایا۔ از سر نو تعمیر کیا۔ گارا۔ پتھر۔ مسالحہ۔ محنت مزدوری کے بغیر دیوار کو کھڑا کر دیا۔ اور چلتے بنے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر اعتراض کیا۔ کم از کم مزدوری تو لے لیں۔ پھر اس فضول کام کرنے کا کیا فائدہ؟ نہ احسان نہ مروت نہ اجرت نہ معاوضہ؟ اب حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو پھر متنبہ کیا۔ صبر نہ کرنے پر ٹوکا۔ اور فیصلہ کن انداز میں فرمایا۔ **ھذا فراق بینی وبینك** ۔ اب میرے اور تمہارے درمیان فراق کا وقت آ گیا ہے اب ہماری راہیں جدا جدا ہوں گی۔

رسالہ قشیریہ کے اوراق میں ان مسائل کا حل ملتا ہے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو ان امور کے نتائج اور عواقب سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: موسیٰ سنو۔ اور قرآن نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ (پارہ ۱۸، آیت ۷۹۔۸۲) جس کشتی کو ہم نے توڑا تھا وہ غریب لوگوں کی تھی۔ وہ محنت مزدوری کر کے گھر کے افراد کو پالتے تھے۔ وہاں ایک جابر بادشاہ تھا جو کشتیوں کو پکڑ کر اپنے استعمال میں لاتا تھا میں نے اس کشتی کو عیب دار کر دیا تا کہ یہ کشتی اس ظالم بادشاہ کے کارندوں کے ہاتھ نہ آئے اور مرمت کر کے وہ غریب لوگ روزی کماتے رہیں۔

جس نوجوان لڑکے کو میں نے قتل کیا تھا اس کے والدین ایمان دار تھے اور نیک تھے مگر اس لڑکے کی بداعمالیوں کا اثر ان پر پڑ رہا تھا ہو سکتا تھا کہ اس کی سرکشی ان نیک بندوں کو کسی مصیبت میں پھنسا دے۔ یا وہ کفر میں مبتلا ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے اسے قتل کر دیا۔

جس دیوار کو میں نے از سر نو مرمت کیا تھا وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ اس کے نیچے خزانہ دفن تھا۔ ان بچوں کا باپ بڑا نیک تھا۔ میرا خیال تھا کہ جب یہ

بچے جوان ہوں گے اپنا خزانہ نکال لیں گے ورنہ دیوار گر جاتی تو لوگ خزانہ لوٹ لیتے۔

موسیٰ! (علیہ السلام) آپ غور سے سنیں یہ سارے امور میں نے اللہ کے حکم سے سرانجام دیئے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے سفر اور مندرجہ بالا واقعات پر بہت سی کتابوں اور قرآنی تفاسیر میں تفصیل ملتی ہے۔ اور اس موضوع پر ظاہری علوم کے ماہرین، اور روحانی اسرار و رموز کے واقفین نے بڑی خوبصورت گفتگو کی ہے اور بھرپور راہنمائی فرمائی ہے ہم نے چونکہ حضرت خضر کے دو سفروں پر گفتگو کرنا ہے اس لیے ہم زیادہ تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے۔

حضرت خضر علیہ السلام اور ذوالقرنین:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت خضر کی ذوالقرنین سے رفاقت، اس کی مصاحبت اور ان کے ساتھ ایک اہم سفر ہے۔ پھر "آبِ حیات" کا نوش جان کرنا۔ اور زندگی بخش پانی کے پینے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کا تاقیامت زندہ رہنا۔ نہایت اہم موضوع ہیں۔ جس سے حضرت خضر علیہ السلام کی طویل زندگی کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ ان موضوعات پر علمائے راسخین، اور دانایانِ اسرارالٰہیہ نے بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے اور ان کی تحریریں ہماری راہنمائی کے لئے درخشاں نظر آتی ہیں۔ ہم نے ایسی بے شمار تحریروں سے استفادہ کیا ہے جن کی تفصیلات میں جانا ضروری نہیں ہاں اس سلسلہ میں ہم نے قرآن کی آیات سے راہنمائی حاصل کی ہے۔ احادیث کی روایت سے استفادہ کیا ہے اور بزرگانِ دین کی تحریروں کو مشعل راہ بنایا ہے۔

ذوالقرنین کون تھا؟:

ذوالقرنین کا نام مرزبان بن مرزیہ تھا وہ یونان کا رہنے والا تھا۔ حضرت نوح کے بیٹے یافث کی اولاد تھا۔ ''کتاب الآثار'' میں البیرونی نے لکھا ہے ذوالقرنین نے مشرق اور مغرب کے تمام ممالک کو فتح کیا۔ اور روئے زمین پر چھا گیا۔ غالباً اسے ذوالقرنین اسی لئے کہا جاتا تھا کہ وہ کائنات ارضی کے دونوں کناروں کا مالک تھا لوگوں نے سیّدالانبیاء سے دریافت کیا۔ کہ ذوالقرنین کون تھا۔ آپ نے قرآن کے الفاظ میں فرمایا:

ویسئلونك عن ذی القرنین ۔ یارسول اللہ یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں! آپ فرما دیجیے کہ ہم نے اسے ساری زمین کا اقتدار عطا فرمایا تھا۔ اس کا دبدبہ ساری روئے زمین پر قائم کیا تھا۔ اسے ہر قسم کا سازوسامان مہیا کیا۔ وہ پوری قوت کے ساتھ ایک راستہ پر چلتا گیا اور جہاں سورج غروب ہوتا ہے وہاں جا پہنچا۔ اسے سورج ایک سیاہ کیچڑ کے سمندر میں ڈوبتا دکھائی دیا اور وہاں ایک عجیب وغریب قوم کو آباد پایا۔ (پارہ ۱۸، آیت ۸۱۔۸۳)

تفسیر مواہب الرحمٰن کے مؤلف لکھتے ہیں کہ ذوالقرنین، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہمعصر تھا اس نے آپ کے ساتھ خانہ کعبہ کے طواف کی سعادت بھی حاصل کی۔ حضرت خلیل اللہ پر ایمان لایا تھا۔ ان کی پیروی کرتا رہا۔ اسی دوران اس کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ ان کی شخصیت، ان کے علم، ان کے اخلاق سے متاثر ہوا اور انہیں اپنا مشیر بنالیا۔ مصاحب بنالیا۔ اور مقرب بنالیا۔

ذوالقرنین مشرق ومغرب فتح کرنے کے بعد ایک بڑے سفر پر نکل کھڑا ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ دنیا کے اس کنارے تک سفر کرے جہاں سورج غروب ہوتا ہے چنانچہ وہ سامانِ سفر لے کر بہت بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ مغرب کی طرف روانہ ہوا۔

حضرت خضر علیہ السلام اس سفر میں اس کے شریک سفر تھے۔ وہ ایک طویل عرصہ تک مغرب کی طرف سفر کرتا گیا۔ وہ ایسے مقام پر جا پہنچا جہاں کیچڑ اور دلدل کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس دلدل میں کوئی شخص پیدل یا سوار گزرنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے نہ جہاز نہ کشتی چل سکتی تھی۔ مگر وہ اپنے عزمِ صمیم سے آگے بڑھتا گیا۔ ایک جگہ اسے یوں معلوم ہوا کہ سورج اس کیچڑ میں غروب ہو رہا ہے۔

بحر ظلمات میں بسنے والے:

ذوالقرنین نے دیکھا کہ وہاں ایک ایسی جفاکش قوم آباد ہے جو تہذیب و تمدن سے عاری تھی۔ جنگلی جانوروں کا گوشت کھاتی۔ ان کی کھالوں سے لباس بناتی۔ نہ ان کا کوئی مذہب تھا۔ نہ دین۔ ذوالقرنین نے جب ان جفاکش لوگوں کو دیکھا تو انہیں دین حق (اسلام) کی تعلیم دی۔ چنانچہ وہ دولت ایمان سے معمور ہو گئے۔

قرآن میں ذوالقرنین کے سفر کا تذکرہ:

ثم اتبع .... وکان وعد ربی حقا ط (پارہ ۱۸، آیت ۸۹ ـ ۹۸)

ترجمہ: وہ ساز و سامان لے کر نکلا۔ وہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ جا پہنچا وہاں ایک قوم دیکھی جو لباس سے عاری تھی۔ مکانوں سے محروم تھے۔ انہیں ذوالقرنین کے سامان جنگ اور سفر کا علم تھا۔ اس کی جنگی طاقت کا بھی علم تھا وہ چلتا گیا اور دو اونچے پہاڑوں کے درمیان جا پہنچا پہاڑوں کے اس پار ایک ایسی قوم آباد تھی جس کی زبان نہیں سمجھی جاتی تھی۔ وہاں کے لوگوں نے ذوالقرنین کو بتایا۔ کہ یہاں جوج ماجوج فساد کرنے چلے آتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ مہربانی کرتے ہوئے

ہمارے اور جوج ماجوج کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی کر دیں تا کہ وہ ادھر نہ آ سکیں ذوالقرنین نے لوگوں کو حکم دیا کہ لوہے کی بڑی بڑی سلیں میرے پاس لاؤ تا کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان چن دی جائیں۔ پھر اس نے کہا دیواروں کے ارد گرد لکڑیوں اور کوئلوں کے انبار لگا کر آگ لگا دو۔ لوہے کی سلیں سرخ ہو جائیں اور ان پر تانبا رکھ کر اسے پگھلنے دیا جائے تا کہ وہ سلوں کے سوراخوں میں جم کر جذب ہو جائے اس طرح ایک مضبوط دیوار بن گئی نہ اس پر یاجوج ماجوج چڑھ سکتے تھے نہ سوراخ کر سکتے تھے۔ ذوالقرنین نے کہا۔ یہ میرے اللہ کی رحمت سے بنی ہے اور اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اس کا حکم نہ آ جائے۔

آبِ حیات کی تلاش:

ذوالقرنین دنیا کے کئی معرکے سَر کر چکا تو اس کا دل دنیا کی بے ثباتی سے ڈرنے لگا۔ اس کے دل میں خیال آیا کاش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہ سکوں۔ ان خیالات سے وہ گم صم رہنے لگا۔ کسی بزرگ نے اسے بتایا کہ مغرب کے اندھیروں میں ایک ایسا چشمہ ہے جسے ”آب حیات“ کہتے ہیں۔ اگر آپ اس سے ایک گھونٹ پانی پی لیں تو قیامت تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ ذوالقرنین نے اپنے لشکروں کا رُخ وادی ظلمات کی طرف پھیر دیا۔ یہ وادی بحر ظلمات سے بھی آگے تھی وہ پورے ساز وسامان کے ساتھ ایک طویل سفر پر روانہ ہوا اس سفر میں حضرت خضر علیہ السلام اس کے رفیق سفر تھے اور لشکر کے ایک حصہ کی قیادت کر رہے تھے ذوالقرنین ”ظلمۃ الارض“ کو طے کرتے ہوئے اندھیروں میں جا پہنچا۔ رات کے اندھیروں میں رواں دواں رہنے والی سواریاں تیار کیں جن میں جواں سال گھوڑیاں تھیں جو سفر میں تھک نہ جائیں اور نہ گھبرائیں۔

تاریخی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ قافلہ ایک ہزار تیز رفتار گھوڑیوں پر سوار کئی

دنوں تک اندھیروں میں چلتا رہا۔ اس قافلہ کے ایک حصہ کی قیادت حضرت خضر کر رہے تھے وہ سردار لشکر بھی تھے اور سپہ سالار بھی۔ مگر وہ ذوالقرنین کے لشکر سے ہٹ کر رواں دواں تھے اتفاقاً انہیں پیاس لگی تو ایک چشمہ سے پانی پیا۔ وضو کیا۔ غسل کیا۔ کپڑوں کو تر کیا، تھکاوٹ دور ہوئی تو روانہ ہوئے۔ یہ پانی ''آبِ حیات'' کے چشمہ کا تھا۔ جسے خضر علیہ السلام نے تو پی لیا مگر ذوالقرنین دوسرے لشکر کے ساتھ مایوس لوٹا۔ نہ چشمہ مل سکا نہ آب حیات پی سکا واپس آئے تو ذوالقرنین آخر فنا پکارنے لگا۔ وہ زندگی سے مایوس ہو گیا تھا۔ اس کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ وہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر رہنے لگا۔ حتیٰ کہ عراق کے شہر بابل میں اس کو موت نے آدبوچا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی شخصیت نمایاں ہوگئی:

ہم نے سابقہ صفحات میں حضرت خضر علیہ السلام کے دو کامیاب سفروں کا ذکر کیا ہے ان سفروں میں آپ ہر مقام پر سرخرو ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک ہزار مسائل لے کر چلے تھے مگر حضرت موسیٰ صرف تین پُراسرار مسائل میں اُلجھ کر رہ گئے اور **ھذا فراق بینی و بینک** کا شکار ہو گئے۔ ذوالقرنین ظلمات کے سفر میں ''آب حیات'' نہ پا کر مایوس ہو گیا جبکہ خضر علیہ السلام آب حیات اور آب بقا سے مستفید ہوئے۔ ان دونوں سفروں میں جسے کامرانی اور کامیابی ملی وہ حضرت خضر علیہ السلام کی ذات گرامی تھی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے ہزاروں انبیاء کا دور دیکھا تھا۔ سرور کائنات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دی۔ صحابہ کرام سے مراسم پیدا کیے اور اُمت مسلمہ کے برگزیدہ بندگانِ خدا کے ساتھ رہے۔ ان کی مجالس میں رہے ان کے سفروں میں شریک سفر رہے ان کی امداد اور راہنمائی کرتے رہے وہ اپنی دائمی

زندگی کے دوران اگرچہ بحر وبر، خشک وتر، مشرق ومغرب پر چھائے رہے اورانہوں نے اُمت رسول کے اولیاء کرام سے ملاقاتیں کرنے کا بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ ارباب طریقت کے ساتھ رہے، پیران طریقت اور سالکان سلاسل کی راہنمائی کرتے رہے۔ کسی کو کھانا کھلایا۔ کسی کو خرقہ پہنایا۔ کسی کی مشکلات میں دستگیری کی۔ اورساری زندگی حضور کی اُمت کے منفرد افراد کے لیے سایہ رحمت بن کر کام کرتے رہے ہیں۔ اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ ہم نے بزرگانِ دین کی مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ہمیں قدم قدم پر صفحہ صفحہ پر حضرت خضر علیہ السلام کا روشن چہرہ مسکراتا دکھائی دیا آپ نے ہزاروں بزرگان دین سے ملاقاتیں کیں۔ مگر چونکہ ہم رجال الغیب کے احوال پر کتاب لکھ رہے ہیں اس لیے ہم چند برگزیدہ رجال الغیب اور اولیاء اللہ سے ملاقاتوں کا ذکر کرنا ضروری جانتے ہیں ہمارا خیال ہے کہ قارئین کتاب ان ملاقاتوں کے ذکر سے محظوظ ہوں گے اور یوں محسوس کریں گے کہ وہ بھی حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں ان واقعات سے جب قارئین کتاب باخبر ہوں گے تو وہ ایک روحانی سرور پائیں گے اور اپنے اندر ایک خوشگوار روحانی لذت محسوس کریں گے۔

قارئین کرام کے ذہن میں یہ بات رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ایک ایسی ممتاز اور منفرد شخصیت ہیں۔ جو صدیاں زندہ رہنے کے باوجود نہ تو کوئی سلسلہ روحانیت قائم کر سکے نہ مستقل کوئی خانقاہ یا دارالارشاد کی بنیاد رکھ سکے۔ انہیں جن تکوینی امور کی سرانجام دہی ملی تھی۔ اسے خوب نبھاتے رہے اور قیامت تک نبھاتے رہیں گے وہ بے شمار اولیاء اللہ کے رفیق روحانیت رہے۔ لاکھوں افراد کی دادرسی کرتے رہے۔ کروڑوں انسانوں کی دستگیری کی۔ مگرانہوں نے ہر شخص کو اسرار الٰہیہ سے اتنا ہی حصہ دیا جتنا اس کا ظرف تھا۔ آپ دیکھیں گے کہ چھوٹے چھوٹے مسائل

کو بھی حل کرنے میں کامیاب ہوئے اور قوموں کے عروج و زوال، مخلوقات کی آبادی و بربادی۔ سلطنتوں کے تہ و بالا ہونے اور شہنشاہوں کی کامرانیوں اور ناکامیوں کے معاملات کو کبھی ظاہر نہیں کیا نہ کبھی دعویٰ کیا۔ پیشگوئی کی نہ کام کرنے پر فخر نہ دستگیری پر احسان۔ یہی وجہ ہے آئندہ صفحات میں آپ ان کی خوشگوار ملاقاتوں کی ایک جھلک پائیں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام

بزرگان دین سے ملاقاتیں کرتے ہیں

حضرت داتا گنج بخش ابوالحسن علی الہجویری رحمۃ اللہ علیہ:

لاہور میں داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ صدیوں سے یہ مزار بزرگان دین، اولیائے زمانہ اور عوام الناس کے لیے ''گنج بخش فیض عالم'' رہا ہے۔ لاکھوں زائرین حاضر ہوتے ہیں اور روحانی فیضان حاصل کرتے ہیں۔ سیکڑوں رجال الغیب یہاں حاضر ہوتے ہیں۔ ہم بھی گزشتہ ستر سال سے اس مزار پر حاضری دے رہے ہیں۔ ہم نے کئی رجال الغیب کو اپنی آنکھوں سے مزار پر حاضر ہوتے دیکھا ہے۔ بعض اوقات ہم اپنے مسائل لے کر حاضر ہوئے تو کسی رجل الغیب نے آگے بڑھ کر ہمارا ہاتھ پکڑا۔ مزار کی طرف اشارہ کیا۔ ہمارا مسئلہ حل کر دیا اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ہم نے سمجھا یہ تصرف حضرت داتا گنج بخش کا ہے پھر خیال آیا حضرت گنج بخش کی نگاہ کرم اپنی جگہ مگر وہ غیب ہونے والا شخص کون تھا؟

ہمارے استاد محترم مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی جن دنوں ''تفسیر نبوی'' تالیف کر رہے تھے، فرمایا کرتے تھے جب کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا مسئلہ ذہن میں ہوتا مراقبہ کرتا۔ کوئی شخص پاس آ بیٹھتا اور آہستہ سے کہتا مولوی صاحب! یہ ہے نا آپ کا مسئلہ

اور یہ کہہ کر غیب ہو جاتا۔ مولانا فرماتے تھے حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر کئی رجال الغیب اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں نے خضر علیہ السلام کو تو نہیں دیکھا مگر خضر صورت کئی حضرات نے میری مشکلات کا ازالہ کیا۔

شہنشاہ سمنان حضرت سمنانی (جہانگیر اشرف) رحمۃ اللہ علیہ:

آپ سمنان کے بادشاہ تھے۔ سلطنت ترک کی۔ روحانی سفر پر نکلے، ہندوستان میں آئے تو شیخ علاء الدین بنگالی کے مرید ہوئے۔ مراۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت خضر نے آپ کے کان میں فرمایا شہنشاہی کرو مگر اسم اللہ کے معانی زبان کو حرکت دیے بغیر دل پر نقش کر لو۔

''لطائف اشرفیہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت جہانگیر اشرف سمنانی کے پاس رمضان کے آخری عشرے میں حضرت خضر علیہ السلام آئے فرمانے لگے۔ سلطنت کے امور کو فقر کے ساتھ چلانا مشکل ہوتا ہے۔ تاج و تخت چھوڑ و اور ہندوستان کا رخ کرو آپ کے مرشد شیخ علاء الحق تمہارا انتظار کر رہے ہیں ادھر حضرت خضر علیہ السلام نے ستر بار شیخ علاء الحق کو بتایا کہ مملکت سمنان سے ایک شہباز پرواز کرتے کرتے آپ کی طرف آ رہا ہے۔ اس پر نگاہ رکھنا۔ یہ واقعہ مرآۃ الاسرار میں بھی بڑی تفصیل سے درج ہے۔

خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ سلسلہ نقشبندیہ کے بانی ہیں۔ بخارا سے تین میل کے فاصلہ پر ''قصر عارفاں'' آپ کا دار الارشاد اور دار القرار تھا آپ فرماتے ہیں کہ میں جذبات کی رو میں بخارا کے بیابانوں میں رات کے وقت تنہا پھرا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے ایک شخص ملا پشمینے کا لباس پہنے گڈریوں کی سی لاٹھی

اٹھائے، گھوڑے پر جا رہا تھا۔ مجھے لاٹھی سے ٹھوکر مارتے ہوئے کہنے لگا، تم نے گھوڑے دیکھے ہیں۔ میں خاموش رہا اور سفر کرتا رہا۔ اس نے کئی بار میرا راستہ روکا۔ لاٹھی سے ٹھوکر ماری۔ مگر میں چلتا رہا۔ وہ رباط قراول تک میرے پیچھے آیا اور کہنے لگا۔ آؤ بیٹھ کر کچھ باتیں کریں۔ میں نے پروانہ کی۔ میں اپنے پیرومرشد حضرت سیّد امیر کلال کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ فرمانے لگے رات تم نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف توجہ نہیں کی حالانکہ وہ لاٹھی کی ٹھوکر سے تجھے متوجہ کر رہے تھے عرض کی حضور میری توجہ تو آپ کی ذات پر تھی۔ میں جانتا تھا کہ خضر ہیں۔ مگر میرے ضمیر نے اجازت نہ دی کہ ان سے بات کروں۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی:

آپ سلسلۂ نقشبندیہ کے بانی بزرگوں میں سے تھے ایک دن آپ اپنے استاد صدرالدین سے تفسیر قرآن پڑھ رہے تھے ایک مقام پر آپ نے اپنے استاد سے ایک مسئلہ کی وضاحت چاہی تو آپ نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ کوئی صاحب نظر تمہارے اس مسئلہ کا حل بتائے گا۔ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ اس دن سے میں بزرگان دین کی تلاش میں سرگرداں ہوگیا۔ جہاں کسی بزرگ کی خبر پاتا زیارت کو جا پہنچتا۔ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنا تعارف کرایا اور بتایا میں خضر ہوں میں تمہیں ایک سبق دیتا ہوں ہمیشہ اسے دہراتے رہنا۔ تم پر اسرار کھل جائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے ان کے کہنے پر عمل کیا تو مجھ پر اسرار الٰہیہ کے دروازے کھل گئے۔

کچھ عرصہ بعد خواجہ یوسف ہمدانی بخارا تشریف لائے تو ان کی مجلس میں اکثر خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو جاتی تھی۔ فرمایا کرتے کہ حضرت خواجہ خضر تمہارے "پیر اسباق" ہیں اور خواجہ ہمدانی پیر صحبت اور خرقہ ہیں۔ خواجہ عبدالخالق

غجدوانی فرماتے ہیں کہ جب حضرت خضر نے مجھے خواجہ یوسف کے سپرد کیا۔ تو اس وقت میری عمر بائیس سال تھی (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

قطب الارشاد و قطب المدار سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ:

سیّدنا غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اولیائے کاملین کے سربراہ اور رجال الغیب کے راہنما ہیں۔ آپ نے ابتدائی زندگی میں بے پناہ ریاضت کی پندرہ سال تک بغداد کے مضافات میں ''برج عجمی'' میں مجاہدہ کرتے رہے۔ ایک دن آپ کو خیال آیا جب تک اللہ مجھے نہ کھلائے گا میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ چالیس روز گزر گئے۔ اندر سے الجوع الجوع کی آوازیں آتیں مگر آپ نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ چالیس دن گزرنے کے بعد ایک شخص آیا اور میرے سامنے کھانے کی چیزیں رکھ گیا۔ میں نے ایک نگاہ ڈالی میرے نفس نے ہائے بھوک ہائے بھوک کا شور مچایا۔ مگر میں اپنے وعدے پر قائم رہا۔ اسی دوران میرے شیخ ابوسعید مخدومی بذاتِ خود تشریف لائے۔ آپ نے میرے اندر کی بے تابی پر نگاہ ڈالی۔ آواز سنی۔ پوچھا۔ عبدالقادر یہ کیسی آواز ہے؟۔ عرض کیا ''حضور یہ میرے نفس کی بے چینی ہے۔ مگر میں تو مشاہدہ حق میں مشغول ہوں'' آپ نے فرمایا میرے گھر آنا۔ مگر آپ کچھ دن اور بھوک کو برداشت کرتے رہے اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام آئے۔ فرمانے لگے، اٹھو۔ حضرت ابوسعید کے پاس چلیں۔ میں گیا تو خواجہ ابوسعید اپنے دروازے پر کھڑے میرا انتظار فرما رہے تھے۔ فرمانے لگے جو کچھ میں نے کہا وہ کافی نہ تھا۔ خضر سے سفارش کرنا پڑی۔ لو یہ لقمہ اللہ کی طرف سے ہے۔

''بہجۃ الاسرار'' میں لکھا ہے سیّدنا عبدالقادر جیلانی قطب الارشاد اور مرد کامل تھے اور اولیاء اُمت کے سربراہ تھے۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب

''نفحات الانس'' میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں ریاضت اور مجاہدہ کے مراحل طے کررہا تھا میرے پاس ایک مانوس صورت شخص آیا اور کہنے لگا۔ تم میری مجلس میں بیٹھنا پسند کرو گے! میں نے کہا۔ کیوں نہیں! وہ شخص کہنے لگا۔ مگر میرے کسی معاملے میں دخل نہ دینا۔ میں نے ہاں کرلی۔ اس شخص نے ایک جنگل کے ایک گوشے میں لے جاکر مجھے کہا یہاں بیٹھ جاؤ جب تک میں نہ آؤں کہیں نہیں جانا۔ وہ چلا گیا۔ سال گزر گیا۔ میں اسی گوشے میں بیٹھا رہا سال کے بعد آیا میرے ساتھ چند لمحے بیٹھا اور اُٹھ کر جاتے ہوئے کہنے لگا جب تک میں نہ آؤں کہیں نہ جانا ایک سال مزید گزر گیا۔ وہ پھر آیا اور اپنے ساتھ ایک روٹی اور دودھ کا ایک پیالہ لایا مجھے کھلا کر کہنے لگا۔ اب اُٹھو! اب بغداد چلتے ہیں۔ مجاہدہ ہو چکا۔ آج کے بعد بغداد شہر میں عوام کی راہنمائی کرنا ہے۔ ہم بغداد پہنچے۔ فرمانے لگے۔ میں خضر ہوں۔ مجھے حکم ہوا تھا۔ کہ آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں۔ آپ کو کھلاؤں۔ بیابانوں سے اُٹھا کر شہر لاؤں اور مخلوق خدا کی ہدایت کے لیے آپ کو مسند ارشاد پر بٹھاؤں۔

''قلائد الجواہر'' میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم کے پاس خضر علیہ السلام کا آنا جانا رہتا تھا۔ آپ انہیں بے تکلفی سے ''اسرائیلی'' کہہ کر پکارتے تھے ایک دن حضرت خضر گزر رہے تھے تو سیّدنا غوث اعظم نے آواز دے کر فرمایا۔ ''اسرائیلی! آؤ محمدی کی مجلس میں بیٹھو''۔ مگر حضرت خضر طرح دے کر نکل گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خضر کے پاس چل کر آئے تھے مگر خضر خود سیّدنا غوث الاعظم کے پاس چل کر بار بار آتے تھے۔ یہ مقام ''قطب الارشاد'' کا ہے۔ اور یہ مرتبہ سیّد الانبیاء کا عطا کردہ ہے۔

ع جناب خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی مجالس میں اکثر رجال الغیب حاضر ہوتے۔ یہ وہ رجال الغیب تھے جنہیں حضرت خضر کی زیارت ہوتی تھی۔ راہنمائی ملتی تھی۔ یہ حضرات حضرت سیّدنا غوث اعظم کے حلقہ میں دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ حالانکہ ان رجال الغیب کا مشرق و مغرب پر تصرف تھا اور حضرت فرماتے!

ومن فی اولیاء اللہ مثلی
ومن فی العلم والتصریف حامی

اولیاء اللہ میں میرے جیسا کون ہے؟ میرے تصرف اور علم کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (شیخ اکبر):

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مختلف علوم کے بحر بے کراں تھے۔ روحانیت کے بحر زخار تھے۔ غواص بھی تھے اور شناور بھی۔ آپ کی تصانیف نے دنیائے تصوف میں اپنا مقام پیدا کیا اور دنیائے تصوف کے تمام اکابرین ان میں مندرج اسرار و رموز کا مطالعہ کرنے میں مستغرق رہے ہیں۔ ''فتوحات مکیہ'' اور ''فصوص الحکم'' کے اسرار و معارف کے دو دریا بہائے جس سے ہر عارف اور عالم مستفیض ہوتا رہا ہے۔

ظاہری علوم اور اسرار الٰہیہ سے واقفیت تامہ رکھنے کے باوجود آپ رجال الغیب کی تلاش میں رہتے۔ اور رجال الغیب سے ملاقات کے لئے مشرق سے مغرب اور کوہ قاف کی وادیوں تک سیر کرتے رہے ہیں۔ رجال الغیب کی تلاش اور مردانِ خدا کی زیارت کے دوران کئی بار حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کی راہنمائی کی ہے۔

ہم سابقہ صفحات میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ان

ملاقاتوں کا تذکرہ کر آئے ہیں جب آپ اولیاء اللہ اور رجال الغیب کے دروازوں پر
دستک دیتے رہے ہیں۔ ہم نے ان پر خضر علیہ السلام کی ان نوازشوں کا بھی ذکر کیا
ہے۔ جہاں آپ کی خرقہ پوشی کی تقریبات منعقد ہوئی تھیں چونکہ یہ باب حضرت خضر
کی ملاقاتوں پر مشتمل ہے اس لیے ہم بعض واقعات کو ''قند مکرر'' کے طور پر بیان کر
رہے ہیں اور انہیں قارئین کے لیے ''گلِ تازہ'' بنا کر دعوت مطالعہ دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر محسن جہانگیری کی کتاب ''احوال و آثار محی الدین ابن عربی'' میں
آپ کی زندگی کے مختلف ادوار پر روشنی ڈالی گئی ہے آپ لکھتے ہیں۔ ۶۰۱ھ میں
حضرت ابن عربی پہلی بار بغداد تشریف لائے تو صرف بارہ دن کے لیے رُکے۔
حالانکہ یہ شہر عظیم سیّدنا غوث اعظم سیّد عبدالقادر جیلانی کا دارالارشاد تھا۔ اور حضرت
ابن عربی نے فیضان قادریہ کے چشموں سے بغداد میں ہی آب زلال پیا تھا۔ آپ کا
روحانی سلسلہ بلاواسطہ حضرت غوث الاعظم سے ملتا ہے اور خرقہ کا حصول بھی آپ
سے ہی ہوا تھا۔ بغداد میں چند روز ٹھہرے اور موصل روانہ ہو گئے جہاں عبداللہ بن
جامع سے ملاقات کی۔ ان سے اسراری علوم حاصل کیے عبداللہ بن جامع رحمۃ اللہ
علیہ حضرت خضر علیہ السلام سے راہ و رسم رکھتے تھے اسی شہر میں عالی بن جامع نے
حضرت ابن عربی کو خرقہ پہنایا تھا جو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے دیا
تھا۔ حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ میں اس اعزاز سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام
کی وساطت سے حضرت تقی الدین عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا۔ حضرت ابن
عربی فرماتے ہیں کہ میں نے کعبۃ اللہ میں حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر خرقہ
طریقت حاصل کیا تھا۔ اور یہ خرقہ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے پہنایا
تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام فرماتے تھے کہ یہ خرقہ مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے مدینہ منورہ میں اپنے دست مبارک سے عنایت فرمایا تھا۔ تاکہ ابن عربی کو

پہناؤں۔

حضرت ابن عربی فرماتے ہیں ایک دن میں تیونس کی بندرگاہ پر کھڑا تھا۔ میں نے وسیع سمندر کی لہروں پر نظر ڈالی تو چاند کی روشنی میں دور تک پھیلتی ہوئی لہریں نظر آرہی تھیں غالباً یہ چودھویں رات کا چاند تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص سمندر کی ان لہروں پر سے چلا آرہا ہے کنارے پر آیا تو میرے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس کے قدم دیکھے تو وہ خشک تھے۔ میں نے اس شخص کے ساتھ چند باتیں کیں اس نے جو اسرار و رموز بتائے میں بتانے سے قاصر ہوں۔ چند لمحوں کے بعد وہ السلام علیکم کہتے ہوئے سمندر کی لہروں پر چلنے لگا۔ دور سمندر کے درمیان ایک ٹیلہ تھا۔ جہاں کی روشنیاں سمندر میں چلنے والی کشتیوں اور جہازوں کی راہنمائی کرتی تھیں۔ وہ ٹیلہ کنارے سے دو میل دور تھا۔ وہ شخص چلتا چلتا چند لمحوں میں وہاں جا پہنچا۔ مگر میں نے دیکھا کہ اس کی ایڑیاں خشک ہیں۔ میں نے اس کی آواز سنی وہ ٹیلے پر کھڑا ہو کر اللہ کی حمد اور تسبیح بیان کر رہا تھا۔ دوسرے دن شیخ جراح بن خمیس کتانی جو بندرگاہ میں رہتے تھے سے ملاقات کرنے آیا تو مجھے گلی میں ایک نیک صالح شخص ملا اس نے پوچھا۔ کل رات کشتی کے پاس سمندر کے کنارے پر آپ حضرت خضر علیہ السلام سے ملے تھے؟ یہ ملاقات کیسی رہی! انہوں نے آپ سے کیا کیا باتیں کی تھیں؟

شیخ ابن عربی اپنی مشہور کتاب ”فتوحات مکیہ“ میں لکھتے ہیں۔ کہ میں محرم ۵۹۷ھ کو ایک قصبہ میں پہنچا۔ میں ان دنوں بلاد مغرب کا سفر کر رہا تھا۔ مجھے حیرت نے دبا لیا۔ میں وحشت محسوس کرنے لگا۔ میں اس وقت تک مقام حیرت سے بھی واقف نہ تھا عصر کی نماز کے بعد میں ایک رازدان دوست کے مکان پر گیا اسے اپنی حیرت اور وحشت کی کیفیت بیان کی۔ میں نے وہاں ایک شخص کا سایہ دیکھا۔ میں

اُٹھا شاید یہ آنے والا میری اس کیفیت سے آگاہ ہو کر کوئی تدبیر نکال لے۔ میں نے دیکھا وہ شیخ عبدالرحمان السلمیؒ تھے۔ حالانکہ انہیں فوت ہوئے۔ ایک عرصہ گزر چکا تھا۔ میں نے دیکھا ان کی روح مجسم ہو کر میرے سامنے آگئی ہے میں نے اپنی کیفیت بیان کی۔ فرمانے لگے گھبرایئے نہیں۔ بعض اوقات مسافر کو وحشت گھیر لیا کرتی ہے پھر فرمایا فکر نہ کرو اللہ کی عنایت تمہارے شامل حال ہو گی میں نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام میرے سامنے کھڑے ہیں فرمایا یہ ''مقام قرب'' ہے اور تمہیں یہ مقام قرب مبارک ہو۔ (ہم نے یہ واقعہ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کی نفحات الانس سے نقل کیا ہے۔)

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنی مسند پر جلوہ فرما ہیں۔ آپ کے ارد گرد علماء کرام کا ایک حلقہ ہے۔ ایک اجنبی شخص مجلس میں آیا اور پوچھا۔ احمد بن حنبل کون ہیں؟۔ حضرت نے فرمایا میں ہوں! فرمایئے آپ کو کیا کام ہے؟ اس شخص نے بتایا کہ میں نو سو میل سے چل کر آیا ہوں مجھے بیابانوں اور دریاؤں سے گزرنا پڑا ہے۔ مجھے ایک شخص ملا تھا وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا تم امام احمد بن حنبل کو جانتے ہو۔ کبھی ان سے ملاقات ہوئی ہے۔ میں نے جواب دیا۔ میں انہیں نہیں جانتا۔ اس نے کہا تم بغداد شہر میں جا کر ان کا پتا کرو۔ ان سے ملاقات ہو تو کہنا کہ خضر آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اور پیغام دیتے ہیں کہ آسمانوں کا مالک اللہ ہے۔ عرش کا مالک اللہ ہے۔ سیاہ و سفید کا مالک اللہ ہے وہ آپ سے راضی ہے۔ تمام ملائکہ آپ سے خوش ہیں۔ اللہ کے راضی اور فرشتوں کے خوش ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے خلق قرآن کے مسئلہ پر نہایت استقامت دکھائی ہے۔ یہ واقعہ ''جامع کرامات اولیاء'' کی جلد دوم سے لیا گیا ہے۔

حضرت نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، شاعر اور مورخ ہوئے ہیں۔ آپ نے مشہور عالم کتاب ''سکندر نامہ'' لکھی ہے۔ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی نہ صرف زیارت کی تھی۔ بلکہ ان سے تعلیم بھی حاصل کی تھی وہ فرماتے ہیں۔

ع　　مرا خضر تعلیم گر دوش بود!

''مجھے خضر علیہ السلام کل رات پڑھا رہے تھے''۔ حضرت نظامی گنجوی اپنے دور کے بلند پایہ عالم دین تھے۔ ان کی تصانیف اسرار الٰہیہ کا خزینہ ہیں۔ ''سکندر نامہ'' ان کی معرکہ آراء تصنیف ہے۔ آپ نے گوشہ نشین رہنے کے باوجود سکندر نامہ لکھا۔ جس میں بادشاہان وقت کی نہ صرف تاریخ مرتب کی بلکہ جنگی مہمات اور معرکہ آرائیوں کو سامنے لائے آپ علم کیمیا، سیمیا، ہیمیا، کے بھی ماہر تھے۔ اور ایک گوشہ میں بیٹھے تمام دنیا کے حالات آئینہ جہاں نما سے معلوم کر لیتے تھے حضرت خضر علیہ السلام نہ صرف آپ کے استاد تھے بلکہ آپ کے پاس آتے۔ آپ کی تنہائیوں میں رفیق و دمساز ہوتے اور سارے جہان کے حالات سے باخبر رکھتے۔ آپ کے متعلق ''لطائف اشرفی'' نے بڑی عمدہ گفتگو کی ہے۔

حضرت احمد بن علوی رحمۃ اللہ علیہ:

''تذکرۃ الاولیاء'' میں شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام احمد بن علوی کی مجالس میں اکثر آیا کرتے تھے اور دیر تک راز و نیاز کی باتیں کرتے رہتے۔ آپ کے ایک مرید عوض بامختار تھے انہیں حضرت خضر سے ملنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک دن عرض کی حضور مجھے بھی حضرت خضر سے ملوا دیں

آپ نے فرمایا۔ کہ تم ان سے مل تو لو گے۔ مگر وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور پروا نہیں کرتے ایک دن بامختار ایک بیابان جنگل میں جا رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص بدومی لباس میں دیہاتی وضع وقطع میں آپ کے سامنے آگیا۔ آپ انہیں پہچان نہ سکے۔ جب وہ ذرا دور ہو گیا تو اس شخص نے پلٹ کر کہا تمہارا کام ہو جائے گا میں خضر ہوں۔ اپنے مرشد شیخ احمد کو میرا سلام کہہ دینا یہ سن کر عوض نے کہا ذرا رُکیے۔ میں آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت خضر نے کہا تمہیں اپنے مرشد کی بات یاد نہیں رہی یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔

شاہ رکن عالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ ابوالفتح شاہ رکن الدین رکن عالم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ سہروردیہ کے سب سے بڑی ولی اللہ ہوئے ہیں۔ آپ شیخ صدرالدین سہروردی کے بیٹے اور خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے تھے۔ ابھی آپ چار سال کے تھے کہ اپنے دادا حضرت شیخ بہاء الدین سہروردی کی دستار اُٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ آپ کے والد صدرالدین نے بچے کو جھڑکا کہ یہ بے ادبی ہے۔ حضرت زکریا ملتانی نے فرمایا صدرالدین اسے کچھ نہ کہو یہ اس کا حق ہے اس نے اپنا حق حاصل کیا ہے آج کے بعد یہ دستار اس بچے کی ملکیت ہو گی۔ تمہیں معلوم نہیں یہ دستار مجھے حضرت خضر نے پہنائی تھی۔ اور یہ میرے پوتے رکن عالم کی امانت ہے۔

میاں میر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت میاں میر سلسلہ قادریہ کے ایک مقتدر بزرگ ہیں آپ کے دربار میں بادشاہ، امراء، اولیاء، علماء کرام اور صوفیہ عظام حاضر ہوتے تھے۔ جہانگیر، دارا شکوہ اورنگزیب جیسے جلیل القدر شہنشاہ دروازے پر غلامانہ کھڑے رہتے۔ حضرت شیخ

عبدالحق محدث دہلوی، حضرت شاہ ابوالمعالی، ملک الشعراء شیخ طالب آملی، حضرت ملا بدخشی جیسے اہل علم آپ کی مجالس میں حاضری دیتے تھے آپ کے ایک مرید، خلیفہ میاں نتھا آپ کے جلیس خاص تھے ایک دن نتھا میاں دریائے راوی پر غسل کرنے اور اپنے کپڑے دھونے کے لیے گئے یہ درویش دریائے راوی کے پانی میں بیٹھ کر اپنے کپڑے دھو رہے تھے۔ ان کے تھوڑی دور ایک اجنبی شخص بھی دریائے راوی میں بیٹھا اپنے کپڑے دھو رہا تھا۔ اس نے نتھا میاں کو کہا۔ لاؤ میں تمہارے کپڑے دھو دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں میں اپنے کپڑے خود دھولیا کرتا ہوں کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔

حضرت نتھا میاں رات اپنے پیرومرشد میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مجلس میں لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ تو آپ نے فرمایا میاں نتھے! آج حضرت خواجہ خضر دریائے راوی میں تمہارے کپڑے دھونا چاہتے تھے تم نے انکار کیوں کر دیا؟ عرض کی۔ حضور میں تو آپ کے خیال میں غرق تھا مجھے خضر کی ضرورت نہیں تھی

اگر کلیم شود ہم سخن سخن نکنیم
اگر خضر شود راہنموں بگرد انیم

مؤلف کتاب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

حضرت خضر سے ملاقات نہ کر سکے

مؤلف کتاب سراپا عجز پیرزادہ اقبال احمد فاروقی شہر سے دور دراز گاؤں میں پیدا ہوا۔ اپنے گاؤں سے چار کوس دور ایک سکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ علی الصبح سکول جاتا اور دوپہر کو چھٹی ہوتی تو شدید گرمی میں گھر لوٹتا۔ ہم جماعت

دوستوں نے اور بزرگوں نے کئی بار سمجھایا تپتی ہوئی دوپہر گھر نہ جایا کرو۔ مگر اس نے سن رکھا تھا کہ حضرت خضر سے ملاقات تپتی ہوئی ریت میں ننگے پاؤں چل کر ہوتی ہے۔ گاؤں کے بزرگوں نے بتایا تھا۔ کہ تپتی ریت میں چلچلاتی دوپہر کے وقت فلاں وقت ایک بابا آتا جاتا ہے۔ وہ دوپہر کو بھوکے پیاسے لوگوں کو ملتا ہے ان کی مدد کرتا ہے دل میں خیال آیا۔ اس بابے کی زیارت کریں اس شوق میں تپتے ہوئے صحرا میں ننگے پاؤں چل نکلتا۔ یہ ایک انجانی ریاضت تھی یا جنون تھا۔ بھلا ایک ناداں بچے کو خضر علیہ السلام کی تلاش اور بابے کی ملاقات کیسے ہوسکتی ہے۔ اسی ریتلے راہ پر ایک دوسرے گاؤں کے کمی کا ایک بچہ بھیڑیں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دوپہر کو اسے دھوپ نے تڑپا دیا۔ پیاس نے ہلکان کر دیا۔ میں حسب معمول دوپہر کی چلچلاتی دھوپ سے گزرا تو وہ بچہ راستہ میں بیٹھا رو رہا تھا۔ پوچھا تو کہنے لگا میں پیاس سے ہلکان ہو گیا تھا۔ ایک بابا آیا۔ مجھے پانی پلا کر غائب ہو گیا۔

کچھ عرصہ گزرا وہ غریب بچہ باشعور ہوا تو پتا چلا کہ اُسے زمین کے نیچے بہتے ہوئے پانی کے چشمے دکھائی دیتے ہیں۔ سارے علاقے میں جس نے کنواں کھودنا ہوتا سے بلایا جاتا۔ وہ جگہ کی نشاندہی کرتا تو پانی کا بہتا ہوا چشمہ نکل آتا لوگ اسے سونگھا کہنے لگے یعنی یہ سونگھ کر پانی کا پتا بتا دیتا تھا۔

ہمارا اپنا گھر ایک اونچی جگہ پر واقع تھا۔ کنویں کے بجائے گھر میں نلکا لگانے کی ضرورت پڑی، تو میرے والد مرحوم اس بچے کو بلا لائے وہ ہمارے گھر میں گھومنے لگا۔ جہاں ہمارا باورچی خانہ تھا۔ وہاں کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ یہاں نیچے پانی کا ایک چشمہ بہہ رہا ہے نلکا یہاں لگے گا۔ میرے والد گرامی نے بادل نخواستہ باورچی خانہ توڑا۔ نلکے کے لیے بور کرایا تو صاف ستھرا ٹھنڈا پانی ٹھاٹھیں مارتا ہوا نکلا۔ آج ستر سال گزرنے کے باوجود وہ پانی رواں دواں ہے اور لوگ ٹھنڈا میٹھا پانی

پی رہے ہیں۔ کاش وہ بابا مجھے ملتا لوگ کہتے ہیں کہ وہ حضرت خضر تھے۔ جو غریبوں، مسکینوں، مسافروں اور گڈریوں کی دادرسی کرتے ہیں۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

مؤلف کتاب نے ساری زندگی علمائے کرام کی مجالس میں گزاری اولیائے وقت کی زیارت کی۔ ان کی مجالس میں بیٹھنے کا خاصا وقت ملا۔ ان مجالس میں حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ ہوتا تو ان کی زیارت کا شوق انگڑائیاں لیتا۔ مگر من کجا و خضر کجا! مجھے بعض بزرگوں نے بتایا۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں کے انگوٹھوں کی ہڈی نہیں ہوتی انگشت شہادت دوسری انگلیوں سے یکساں ہوتی ہے۔ چنانچہ میں جس بزرگ سے بھی مصافحہ کرتا اس کے انگوٹھے ٹٹولتا۔ حضرت خضر کی تلاش میں میری یہ بچگانہ حرکت میرے ساتھ رہی۔ حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ سن رکھا تھا۔ حج کے دن میدان عرفات میں حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام دونوں موجود ہوتے ہیں لوگوں سے ملتے ہیں۔ کئی حضرات سے مصافحہ کیا مگر حضرت خضر ہاتھ نہ آئے۔

یہی میری بدنصیبی، یہی تیری بے نیازی!

دربار مصطفیٰ میں حاضری ہوئی۔ کئی بزرگان دین کی زیارت نصیب ہوئی۔ مصافحہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی مگر ایسا کوئی بزرگ نہ ملا۔ جس کے انگوٹھے کی ہڈی نہ ہو۔ ایک دن ایک بزرگ سے مصافحہ کیا انگوٹھا ٹٹولا تو وہ میری نادانی کو بھانپ گئے فرمانے لگے۔ تم دربار مصطفیٰ میں خضر کی تلاش کر رہے ہو!

مدینہ پاک کی گلیوں کی بات کیا کہنا
ہزار خضر کھڑے تیری راہگذر میں ہیں

شیخ عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد طریقت حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے ساتھ طواف کعبہ میں مصروف تھے۔ شیخ عبدالقاہر پر ایک کیفیت طاری ہوئی تو آپ دنیا و مافیہا سے لاتعلق ہو کر انوارالٰہیہ میں مستغرق ہو گئے۔ طواف کے دوران ہی حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے زیارت کی۔ مگر عبدالقاہر، ابوالنجیب نے کوئی توجہ نہ دی۔ حضرت خضر تھوڑی دیر کھڑے رہے اور غیب ہو گئے۔ طواف کے دوران ہی حضرت شیخ عبدالقاہر سہروردی ہوش میں آئے تو گردوپیش پر نگاہ ڈالی۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے دریافت کیا کہ آپ کو کیا ہو گیا تھا۔ حضرت خضر بذات خود تشریف لائے تھے مگر آپ نے پروا نہیں کی۔ حضرت نے ان کی طرف دیکھا۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا کوئی بات نہیں، حضرت خضر تو آتے جاتے رہتے ہیں۔ پھر آ جائیں گے۔ مگر مجھ پر انوارِ الٰہیہ کی جو بارش ہو رہی تھی اور مجھے جس انداز سے شرابور کر رہی تھی۔ اس وقت اگر ___ ''کلیم شود ہم سخن سخن نکنیم'' ___ کا سماں تھا۔ ہم مشغول بحق تھے اگر ذرہ بھر غفلت ہوتی تو قیامت تک محرومی رہتی یہ وقت بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ ابھی دونوں حضرات یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام دوبارہ تشریف لے آئے۔ آپ نے خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور معذرت کر کے گفتگو شروع کی۔ حضرت خضر نے فرمایا میں نے آپ کی کیفیت قلبی دیکھ لی تھی تو واپس چلا گیا تھا۔

یہ بات صاحب اخبار الاخیار حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھی ہے آپ نے اس خط کا حوالہ بھی دیا۔ جو حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی نے اپنے ایک مرید کو لکھا تھا اور اس میں یہ واقعہ بیان کیا تھا۔

بشر بن حارث رضی اللہ عنہ:

آپ متقدمین میں سے تھے۔ احادیث رسول اللہ کے عامل کامل تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کے زمانہ سے پہلے جب فتنہ خلق قرآن نے سر اٹھایا تو آپ نے وقت کے اقتدار پسندوں کے خلاف احتجاج کیا، سختیاں برداشت کیں مگر تھک کر گوشہ نشین ہو گئے اور حضرت احمد بن حنبل سے پہلے ہی انتقال فرما گئے واثق کے دور میں خلق قرآن کا فتنہ زوروں پر تھا آپ ان دنوں گوشہ نشین تھے مگر اس فتنہ پر سخت احتجاج کیا کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر آیا تو دیکھا کہ ایک شخص میرے مکان میں پہلے سے موجود ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس شخص نے کہا۔ میں خضر ہوں۔ اور آپ کو فتنہ خلق قرآن پر احتجاج کرنے آواز بلند کرنے اور سختیاں سہنے پر مبارک دینے آیا ہوں۔ حضرت بشر بن حارث نے کہا میرے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے ثابت قدم رکھے اپنی اطاعت میرے لیے آسان کر دے حضرت خضر نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی اطاعت کو اپنے مستور بندوں کے ساتھ قبول فرمائے۔ (تفصیل کے لئے رسالہ قشیریہ اور نفحات الانس دیکھیں)

خواجہ عبداللہ انصاری (شیخ الاسلام) رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ عبداللہ انصاری اولیائے امت میں بلند درجہ کے بزرگ تھے۔ علوم حدیث میں آپ کو تین ہزار احادیث رسول یاد تھیں۔ ہر حدیث ایک ایک ہزار سند سے بیان فرمایا کرتے تھے عربی ادب میں اتنے باکمال تھے۔ کہ آپ کو زمانہ جہالت کے شعراء کے سترہ ہزار اشعار یاد تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ حافظہ تھا۔

حضرت خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ میرے والد مکرم ابو منصور محمد بلخ

میں خواجہ شریف ہمزہ بھسیلی کی خدمت میں رہتے تھے مگر آپ کی خدمت میں رہتے رہتے شادی سے گریزاں تھے مگر خواجہ شریف ہمزہ نے فرمایا بیٹا تم شادی کرو گے اللہ تمہیں ایک بیٹا عطا فرمائے گا۔ جو دنیا کے اہل علم اور اہل عرفان میں نام پائے گا۔ میرے والد ہرات چلے آئے۔ شادی کی۔ اللہ نے بیٹا (خواجہ عبداللہ انصاری) عطا فرمایا۔ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ شریف ہمزہ کو بتایا کہ ابومنصور کو اللہ نے بیٹا عطا فرمایا ہے آپ کی ولادت بوقت شام ۲ شعبان ۳۹۶ھ کو ہوئی تھی۔

مولانا جامی ''نفحات الانس'' میں لکھتے ہیں کہ جب عبداللہ انصاری پیدا ہوئے تو خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تم نے پوسنگ (ہرات) میں اس لڑکے کو دیکھا ہے جس کے نور سے مشرق و مغرب کے اطراف روشن ہو گئے۔ ہرات میں خاتون بانوئے عالیہ نہایت شان و شوکت والی خاتون تھی۔ حضرت خضر ان سے ملاقات فرماتے اور اسرار الٰہیہ پر گفتگو فرماتے۔ بانوی عالیہ فرماتی ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام میرے پیر و مرشد ہیں۔ آپ نے مجھے بتایا ایک سترہ سالہ لڑکا تمہارے شہر میں رہتا ہے لوگ اس کے مقام سے ناواقف ہیں حتیٰ کہ اس کے والد محترم بھی ان کے مقام کو نہیں جانتے۔ میں تمہیں بتاؤں ایک وقت آئے گا کہ مشرق و مغرب کے اہل علم و عرفان اس کے گرد جمع ہوں گے۔

''مرآۃ الاسرار'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری نے حضرت خضر علیہ السلام کی رفاقت میں ساری زندگی بسر کی۔

شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ سیّدنا غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے قریبی مصاحب تھے ان پر حضرت شیخ جیلانی کی عنایات کا یہ عالم تھا۔ کہ حضرت کی مجالس میں بیٹھے بیٹھے سیّدالانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی زیارت ہوتی شیخ اکثر خطاب فرمارہے ہوتے تو انبیاء کرام کی ارواح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے خطاب کو قوت دینے کے لیے آتیں۔ اور حضرت قیلوی زیارت کرتے۔ حضرت ابوسعید قیلوی فرماتے ہیں کہ میں نے غوث الاعظم کی مجالس میں ہزاروں رجال الغیب کی زیارت کی۔ حضرت خضر علیہ السلام اکثر تشریف لاتے اور زیارت سے محظوظ فرماتے آپ نے حضرت غوث الاعظم کے روحانی مقامات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تمام اولیاء اللہ ان کے وظیفہ خوار ہیں وہ روحانیت کے بحر ناپیدا کنار ہیں۔ اللہ نے انہیں محبوبیت کے مقام پر فائز کیا ہے۔ یہ تفصیلات ہم نے قلائد الجواھر، بہجۃ الاسرار سے نقل کی ہیں۔

علامہ محمد اقبال لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت خضر سے ملاقات:

حضرت علامہ اقبال شاعر مشرق بھی تھے اور پاکستان کے تخیل کے موجد بھی۔ آپ کی شاعری نے ملت اسلامیہ کو نئی زندگی بخشی اور اسے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت دی۔ علامہ اقبال کی حضرت خضر سے ملاقات کی کیفیت خود ان کی زبانی پیش کی جارہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک شام دریا کے کنارے بیٹھا تھا کہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام ملے۔

خضر راہ

ساحل دریا پہ میں اک رات تھا محو نظر
گوشہء دل میں چھپائے اک جہانِ اضطراب
شب سکوت افزا' ہوا آسودہ' دریا نرم سیر
تھی نظر حیراں کہ یہ دریا ہے یا تصویرِ آب
جیسے گہوارے میں سو جاتا ہے طفلِ شیر خوار
موجِ مضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مست خواب

رات کے افسوں سے طائر آشیانوں میں اسیر
انجم کم ضو گرفتارِ طلسم ماہتاب
دیکھتا کیا ہوں کہ وہ پیک جہاں پیما خضر
جس کی پیری میں ہے مانند سحر رنگ شباب
کہہ رہا ہے مجھ سے اے جویائے اسرارِ ازل
چشم دل وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب
دل میں یہ سن کر بپا ہنگامۂ محشر ہوا
میں شہیدِ جستجو تھا، یوں سخن گستر ہوا
اے تری چشم جہاں بیں پر وہ طوفاں آشکار
جن کے ہنگامے ابھی دریا میں سوتے ہیں خموش
"کشتی مسکین" و "جانِ پاک" و "دیوارِ یتیم"
علم موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش
چھوڑ کر آبادیاں رہتا ہے تو صحرا نورد
زندگی تیری ہے بے روز و شب و فردا و دوش
زندگی کا راز کیا ہے؟ سلطنت کیا چیز ہے
اور یہ سرمایہ و محنت میں ہے کیسا خروش
ہو رہا ہے ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک
نوجواں اقوامِ نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش
گرچہ اسکندر رہا محرومِ آبِ زندگی
فطرتِ اسکندری اب تک ہے گرمِ ناؤ نوش
بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰ

خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

آگ ہے، اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

جوابِ خضر

کیوں تعجب ہے مری صحرا نوردی پر تجھے؟
یہ تگا پوئے دمادم، زندگی کی ہے دلیل
اے رہینِ خانہ تو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل
ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام
وہ حضر بے برگ و ساماں، وہ سفر بے سنگ و میل
وہ نمودِ اخترِ سیماب پا ہنگامِ صبح!
یا نمایاں بامِ گردوں سے جبینِ جبرئیل
وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل
اور وہ پانی کے چشمے پر مقامِ کارواں
اہل ایماں جس طرح جنت میں گردِ سلسبیل
تازہ ویرانے کی سودائے محبت کو تلاش!
اور آبادی میں تو زنجیریِ کشت و نخیل!

پختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی
ہے یہی اے بے خبر رازِ دوامِ زندگی

سلطنت

آ بتاؤں تجھ کو رمزِ آیہ اِنَّ الملوک
سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری
جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز
دیکھتی ہے حلقہء گردن میں سازِ دلبری
خونِ اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری
سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری
از غلامی فطرتِ آزاد را رُسوا مکُن
تاتراشی خواجہء از برہمن کافر تری
ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری
گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری
اس سرابِ رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو

آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تُو

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

دنیائے اسلام

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیل
خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاکِ حجاز
ہوگئی رسوا زمانے میں کلاہِ لالہ رنگ!
جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبورِ نیاز
لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستان سے پارس
وہ مئے سرکش، حرارت جس کی ہے مینا گداز
حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز
ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلماں کا لہو!
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز
گفت ''رومی'' ہر بنائے کہنہ کآ باداں کنند
می ندانی اول آں بنیادرا ویراں کنند؟
ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں
حق ترا چشمے عطا کردست غافل در نگر
مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست

مور بے پر! حاجتے پیش سلیمانے مبر

ربط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات

ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو

ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائے گا

ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی

اُڑ گیا دنیا سے تو مانند خاکِ رہگذر

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش

اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی

اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج

موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے

اے مسلماں آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود
مر کے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہانِ پیر دیکھ
کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ
آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس
سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھ!
مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
برزماں پیش نظر لایُخلِفُ المِیعَاد دار

علامہ اقبال نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر اپنی کتاب ''بانگ درا'' میں کیا ہے اور حضرت خضر سے جو گفتگو کی ہے اور جو سوالات اُٹھائے ہیں ان کو نہایت دلسوزی سے پیش کیا ہے پھر حضرت خضر نے علامہ اقبال کے سوالات کے جوابات جس خوبی سے دیئے ہیں ان کا تذکرہ بڑا فکر افروز ہے۔ جسے ہمارے قارئین پسند کریں گے۔

آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو بڑے ادب سے پوچھا: حضور مجھے یہ تو بتایئے۔ زندگی کا راز کیا ہے؟ دنیا کی سلطنت کیا چیز ہے؟ پھر آج ایشیا میں کیا ہو رہا ہے۔ آج کا مسلمان ناموس دین مصطفیٰ کو کیوں فروخت کر رہا ہے؟ آج ترکستان کی عظیم قوم خاک وخوں میں کیوں تڑپ رہی ہے؟

حضرت خضر نے علامہ اقبال کے ہر سوال کا مفصل جواب دیا اور بتایا کہ زندگی سود و زیاں سے برتر ہے تم نے سلطنت کے بارے میں سوال کیا ہے۔ ''سلطنت تو اقوام غالب کی ایک جادوگری'' کا نام ہے۔ محکوم قوموں کو حکمراں کی ساحری سلا دیتی ہے۔ سرمایہ داری اور محنت کش طبقہ کی کشمکش کے سوال پر حضرت خضر

علیہ السلام نے فرمایا کہ مزدور کو میرا پیغام دے دو کہ اسے مکار سرمایہ دار کھا گیا ہے وہ اپنی مکر کی چالوں سے بندہ مزدور کو تباہ کر گیا ہے۔ اب بھی اگر مزدور بیدار ہو جائے تو سرمایہ دار نظر نہیں آئے گا آپ انہیں بتا دیں

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

آج کا مسلمان غیروں کی تقلید کر رہا ہے اگر آج بھی اپنے اختلافات کو بھلا کر یکجان ہو کر کھڑا ہو جائے تو کفر کے طوفان چھٹ جائیں گے۔

اے گرفتارِ ابوبکر و علی ہوشیار باش!

حضرت علامہ اقبال حضرت خضر علیہ السلام کی گفتگو سے بڑے مطمئن ہوئے اور مسلمانانِ عالم کو بیداری کا پیغام دیتے رہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ عارفانِ اسلام کے مقتدا تھے۔ آپ نے اپنے مرشد خواجہ شمس الدین تبریزی سے عرفانی تربیت پا کر ''مثنوی رومی'' جیسی بے مثال کتاب تصنیف کی جو عرفان و معرفت کا ایک سمندر ہے اور جسے صدیاں گزرنے کے باوجود اہل دل وظیفہ جان بنا کر پڑھتے ہیں۔

ایک دن حضرت مولانا روم جوانی کے دنوں میں منبر پر بیٹھے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے ان تین واقعات پر روشنی ڈال رہے تھے جن کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔ آپ کے ایک دوست شمس الدین عطار مجلس کے ایک گوشے میں بیٹھے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک عام وضع قطع کا شخص دوسرے گوشے میں بیٹھا مولانا روم کی گفتگو کو بڑی دلچسپی سے سن رہا ہے اور سر ہلا ہلا کر داد دے رہا ہے۔ شمس الدین عطار کے دل میں خیال آیا کہ غالباً یہ خضر علیہ

السلام ہیں۔ وہ اپنی جگہ سے اُٹھے۔ اس شخص کے قریب جا بیٹھے۔ اس کا دامن پکڑ کر توجہ مبذول کرائی۔ حضرت خضر نے فرمایا۔ مولانا کی خوش گفتاری کے سامنے کسی دوسرے کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔ آج کے تمام ابدال، اوتاد، افراد اور اقطاب مولانا سے استفادہ کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت خضر غائب ہو گئے۔ تقریر ختم ہوئی تو مولانا شمس الدین عطار حضرت مولانا روم سے مصافحہ کرنے کے لئے آگے بڑھے تو آپ نے فرمایا "آج خضر تم پر بڑے مہربان نظر آتے تھے"۔

صوفیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا روم کی مثنوی حضرت خضر کے اسرار و افکار کا آئینہ ہے۔ جن دنوں حضرت مولانا روم دمشق کے دار العلوم میں زیر تعلیم تھے تو حضرت خضر علیہ السلام ان کے حجرے میں اکثر آیا کرتے تھے اور ان سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ عارفانِ اسلام نے مثنوی کو زبانِ خضر کا خلاصہ قرار دیا ہے جسے شمس تبریزی نے آئینہ بنا کر چمکا دیا تھا۔

ہم نے "مناقب رومی" کے اوراق میں ایک جگہ لکھا دیکھا ہے کہ حضرت مولانا شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خضر کے ممنون تھے۔ اور یہ بات مشہور تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام بعض اوقات شمس تبریزی کے لباس میں بھی آیا کرتے تھے اور حضرت مولانا روم سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سعدی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی معروف کتاب گلستان اور بوستان نے ہر صاحب علم کو متاثر کیا ہے آپ حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے علاوہ آپ نے سیکڑوں اولیاء اللہ، رجال الغیب اور مشائخ سے ملاقات کی۔ ان کی صحبت اختیار کی اور استفادہ کیا۔ آپ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے جب نیشاپور

گئے۔ تو حضرت سعدی کی ارادت کا یہ عالم تھا کہ چھ ماہ تک آپ کی زندگی میں حضرت کی مجالس سے استفادہ کیا۔ ''لطائف اشرفی'' فارسی کے صفحہ ۳۶۴ میں لکھا ہے کہ حضرت سعدی شیرازی نے بڑے سفر کیے سیکڑوں اولیاء اللہ اور ہزاروں علماء عصر کی زیارت کرتے رہے۔ ہندوستان پہنچے۔ سومنات میں چند روز رہے۔ سومنات کے بت کو توڑ پھوڑ کر شیراز چلے آئے۔ اسی طرح آپ ایک طویل عرصہ تک بیت المقدس میں رہے ایک دن اپنے کندھوں پر پانی کا مشکیزہ بھر کر لا رہے تھے کہ ایک شخص سامنے آگیا اور پانی مانگا۔ شیخ سعدی نے کہا ''تم دریا کے کنارے پر کھڑے ہو وہاں سے پانی پیو۔ میں تو پیاسوں کے لیے پانی لے جا رہا ہوں''۔ اس شخص نے کہا۔ میں خضر ہوں میں اس لئے آیا تھا۔ کہ تم کو آب حیات نہ سہی آب زلال تو پلا دوں۔ مگر تم نے انکار کر دیا۔ یہ کہہ کر حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے۔ حضرت سعدی کو بڑا ملال ہوا۔ چالیس سال تک پانی پلاتے رہے اور حضرت خضر کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ ایک دن اچانک وہی شخص (حضرت خضر) نمودار ہوئے۔ فرمانے لگے آؤ آج آب زلال پیو۔ میرے ساتھ چل کر حج بیت اللہ کرو۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے بیعت کروائی اور گلستان کا دیباچہ سنا۔ حضرت سعدی کی وفات بروز جمعہ، شوال ۶۹۱ھ میں ہوئی تھی۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ:

پنجاب میں سلسلہ چشتیہ کے برگزیدہ قطبِ زمانہ حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان، افغانستان اور بلوچستان کے لاکھوں مرید حضرت کے تصرفات کی زندہ کرامت ہیں۔ آپ نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان عام کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ مختلف تذکروں میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے کئی ملاقاتوں سے مشرف

ہوئے۔ ''تذکرہ غوث زماں'' مؤلفہ پروفیسر افتخار احمد چشتی نے آپ کی حضرت خضر سے کئی ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے۔

سیّد مستان شاہ کابلی، حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے ایک دن وہ حضرت خواجہ تونسوی کا دامن پکڑے حضرت مسعود فرید شکر گنج کے عرس پر جا رہے تھے۔ سیّد مستان شاہ نے دیکھا کہ ایک اجنبی شخص حضرت خواجہ تونسوی کے ساتھ باتیں کرتا ساتھ ساتھ جا رہا ہے حضرت خواجہ نے مستان شاہ کابلی کو فرمایا یہ حضرت خضر ہیں۔ کوئی بات پوچھنا ہو تو پوچھ لو۔ حضرت مستان شاہ نے عرض کی حضور آپ کی راہنمائی میں حضرت خضر علیہ السلام کی حاجت نہیں۔ آپ ہی ہمارے لیے خضر راہ ہیں۔

ایک بار حضرت بابا فرید شکر گنج کے سالانہ عرس پر پاکپتن گئے۔ قبلہ عالم حضرت خواجہ تونسوی نے مجلس سماع برپا کی۔ مجلس وجد و کیف کی حالت میں جب حضرت نے اہل مجلس پر نگاہ ڈالی تو مسکرا دیئے۔ مولانا نور احمد بھی مجلس میں موجود تھے۔ مسکرانے کا سبب پوچھا تو آپ نے مزید مسکرا کر فرمایا۔ دیکھو! اس محفل میں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام بھی تشریف لائے ہیں۔ مگر لوگ انہیں بیٹھنے کی جگہ بھی نہیں دے رہے۔ بلکہ بعض لوگ انہیں دھکے دے کر اپنے لئے جگہ بنا رہے ہیں۔ حضرت خضر ہیں کہ ان درد کے ماروں کو کچھ نہیں کہتے اور جہاں جگہ مل رہی ہے وہاں ہی تشریف فرما ہو رہے ہیں۔

اسی کتاب میں ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد خواجہ نور محمد مہاروی کی زیارت کے لیے چشتیاں جا رہے تھے۔ حضرت مولانا نور احمد بھی ساتھ تھے۔ ریگستان میں ایک اجنبی شخص نمودار ہوا اور ہر ایک کے ساتھ مصافحہ کرنے لگا۔ کسی کے ساتھ معانقہ کرتا کسی کے ساتھ

مصادرہ کرتا۔ جب وہ شخص مولانا نور احمد کے قریب آیا تو مصافحہ و معانقہ کے لئے آگے بڑھا۔ تو مولوی نور احمد ایک طرف کھسک گئے۔ وہ شخص حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب چلا گیا۔ آپ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے لگا۔ تھوڑی دور جا کر اجازت لے کر چلا گیا اور غائب ہو گیا۔

حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی نور احمد کو بلا کر پوچھا۔ تم نے اس شخص سے مصافحہ کیوں نہیں کیا؟۔ عرض کی یا حضرت میں نے سنا ہے کہ بعض بزرگ حضرات مصافحہ کرتے وقت نعمتِ ولایت سلب کر لیتے ہیں۔ میں ڈر گیا کہ یہ بزرگ ایسے صاحبِ تصرف ہی نہ ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ مولوی صاحب یہ ایسے بزرگ نہیں کہ نعمتیں سلب کریں۔ یہ تو لوگوں پر نوازشیں کرتے ہیں۔ منشی رحمت کے قلمدان کے مالک ہیں۔ رحمت کے خزانے لئے پھرتے ہیں۔ نعمتیں عطا کرتے ہیں۔ برکتیں بانٹتے ہیں۔ مولوی صاحب نے پوچھا۔ حضرت یہ کون تھے؟ فرمایا یہ حضرت خضر تھے۔ جو تمہاری روگردانی پر بھی ناراض نہیں ہوئے اور چلے گئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سلسلہ چشتیہ کے درخشاں آفتاب تھے آپ نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کو عام کیا اور ہزاروں لوگوں کو راہِ ہدایت پر لائے۔ آپ نے سن رکھا تھا کہ حضرت خضر حضرت خواجہ تونسوی کی مجالس میں تشریف لاتے ہیں ایک دن حاضر ہوئے تو ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ کہیں حضرت خضر تشریف لائے ہیں یا نہیں۔ ایک دن مجلس لگی ہوئی تھی۔ ایک بوڑھا آدمی سفید ریش بال بکھرے ہوئے پیٹھ پر لکڑیوں کا ایک گٹھا اُٹھائے آپہنچا۔ لنگر خانہ میں لکڑیاں پھینک کر حضرت خواجہ کے پاس آبیٹھا۔ حضرت نے بڑی شفقت فرمائی احترام کیا۔ حال احوال پوچھا چند لمحوں بعد وہ چلا گیا۔ اس کے جانے

کے بعد لوگوں نے دریافت کیا یا حضرت یہ کون تھا؟ آپ نے اس کی بڑی عزت فرمائی۔ فرمایا یہ خواجہ خضر علیہ السلام تھے جو اس انداز میں آئے تاکہ انہیں کوئی پہچان نہ سکے۔ آپ نے فرمایا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی کو حضرت خضر علیہ السلام سے بڑا تعلق خاطر تھا اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے ایک دن محفل سماع برپا تھی۔ حضرت خضر آئے ایک صوفی جو وجد و مستی میں تھا اس کے پاس آ بیٹھے اس کے کندھوں کو تھپکتے رہے۔ مگر وہ حال مست تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء حضرت خضر کی یہ ادا دیکھ کر مسکراتے رہے ''مرت العاشقین'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص کو حضرت خضر کی زیارت کا بڑا اشتیاق تھا۔ کسی نے بتایا۔ تم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی مجالس میں جایا کرو۔ وہاں حضرت خضر تشریف لاتے رہتے ہیں۔

حضرت ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت ابن جوزی بڑے عالم فاضل اور محقق تھے۔ آپ کو علم احادیث پر بڑا عبور حاصل تھا۔ علوم دینیہ پر پوری طرح حاوی تھے آپ کی بے شمار کتابیں اربابِ علم وفضل کے لیے مشعل راہ ہیں آپ اپنے علم کی بدولت اہل علم میں ہر مقام پر نمایاں نظر آتے تھے آپ حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ہمعصر تھے ہم شہر تھے۔ انہیں اپنے علم پر بڑا ناز تھا۔ مگر حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ روحانیت کے بلند مقام پر بھی فائز تھے جن کی مجالس میں دنیا بھر کے اولیاء اللہ گردنیں جھکائے بیٹھے رہتے تھے اور رجال الغیب ہاتھ باندھے صف بستہ کھڑے رہتے تھے۔

حضرت علامہ ابن جوزی دو سال تک قرآن پاک کی اس آیت کی تشریح کرتے رہے۔ **کل یوم ھو فی شان**۔ ایک دن بھری مجلس میں ایک شخص نے اچھل کر کہا۔ حضور! یہ تو بتائیں کہ اللہ اس وقت کیا کر رہا ہے؟ ابن جوزی خاموش

رہے۔ محفل ختم ہوگئی۔ دوسرے روز پھر محفل جمی تو اس شخص نے پھر اُچھل کر پوچھا کہ اللہ کی اس وقت کیا شان ہے؟ ابن جوزی! یہ بتاؤ کہ اللہ اس وقت کیا کر رہا ہے؟ حضرت ابن جوزی پھر خاموش رہے۔ تیسرے روز اس شخص نے پھر وہی سوال دہرایا۔ ابن جوزی پھر چپ رہے۔

اس بھری محفل میں ابن جوزی اس شخص کے سوال سے گھبرائے بھی تھے اور شرمسار بھی۔ رات کے وقت بڑے پریشان ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے اپنے عجز کا اظہار کیا اور استمداد کی۔ خواب میں حضور کی زیارت نصیب ہوئی۔ ابن جوزی نے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ عرض کی۔ یارسول اللہ۔ مجھے ایک شخص نے بھری محفل میں زچ کر دیا ہے۔ میری امداد فرمائیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ فرمایا جانتے ہو وہ کون شخص ہے؟ عرض کی حضور کوئی اجنبی سا دیہاتی ہے۔ مگر اس کے سوال نے مجھے لاجواب کر دیا ہے۔ فرمایا: وہ حضرت خضر ہیں۔ دوسرے دن مجلس لگی تو خضر علیہ السلام پھر اُٹھے اور اپنا سوال دہرایا۔ ابن جوزی نے بتایا۔ اللہ کی مختلف شانیں ہیں اس کی شان کی نہ ابتداء ہے نہ خاص وقت معین ہے۔ وہ اپنی ہر شان کو لمحہ بہ لمحہ مختلف انداز میں ظاہر کرتا ہے۔ **کل یوم ھو فی شان**۔ ہر لمحہ اس کی شان کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ جس ذات سے تم مسئلہ دریافت کر کے آئے ہو۔ ان پر میری طرف سے لاکھوں سلام اور کروڑوں درود پیش کرنا۔ **وعدد ما فی علم اللہ**! اور غائب ہو گئے۔ یہ واقعہ نزہۃ المجالس میں درج ہے۔

حضرت علامہ ابن جوزی ظاہری علوم کے بحر زخار تھے۔ کتابوں کے انبار آپ کے اردگرد جمع رہتے۔ آپ نے تحریر و تصنیف میں اتنا کام کیا کہ موت کے قریب وصیت کی کہ میرے کمرے کے ایک گوشے میں ان قلموں کے تراشے پڑے

ہوئے ہیں جن سے میں لکھا کرتا تھا۔ مجھے غسل دینے کے لئے جو پانی استعمال کیا جائے وہ ان تراشوں اور چھلکوں سے گرم کیا جائے۔

علامہ ابن جوزی باایں علم وفضل، حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے روحانی افکار سے نہ صرف ناواقف تھے۔ بلکہ منکر تھے ایک دفعہ ابن جوزی نے بغداد میں اعلان کر دیا کہ میں سیّدنا عبدالقادر جیلانی سے مناظرہ کروں گا۔ حضرت غوث الاعظم نے اس چیلنج کو قبول کرلیا۔ دوسرے دن حضرت غوث پاک کی محفل میں ہزاروں افراد بیٹھے تھے۔ ان میں رجال الغیب بھی تھے اور حضرت خضر علیہ السلام بھی۔ علامہ ابن جوزی جھومتے جھومتے مناظرہ کے لیے جا پہنچے۔ آگے بڑھے۔ جناب غوث پاک نے انکی علمی خدمات کے پیش نظر راستے میں اپنا عمامہ کھولا اور علامہ ابن جوزی کے راستہ میں بچھا دیا۔ ساتھ ہی ایک نگاہ سے اس کے سارے علوم سلب کر لیے۔ علامہ ابن جوزی خالی الذہن ہو گئے۔ آگے بڑھے جناب غوث پاک کے عمامہ کو اُٹھایا۔ چوما۔ آنکھوں سے لگایا۔ اور سر پر رکھ کر سٹیج پر جا بیٹھے۔ حضرت غوث اعظم نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ابن جوزی! مناظرہ شروع کرو۔ حضرت علامہ ابن جوزی اُٹھے۔ تو بسم اللہ تک ان کے حافظے سے سلب ہو چکی تھی بڑے گھبرائے۔ مگر زبان حرکت میں نہ آئی اس موقع پر حضرت خضر علیہ السلام آگے بڑھے۔ سیّدنا غوث اعظم کی خدمت میں گزارش کی یہ "عالم" ہے جانے دیں۔ معاف کردیں۔ نگاہ سلب واپس لے لیں۔ جناب غوث پاک نے ابن جوزی کا بازو پکڑ کر گلے لگالیا۔ ؎ جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کر!

حضرت شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات میں شیخ بدرالدین غزنوی کا تذکرہ بڑی عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ نظام

الدین اولیاء نے شیخ بدرالدین سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقاتوں کا بڑے اچھے انداز میں تذکرہ کیا ہے۔ حضرت شیخ بدرالدین کے والد مکرم نے اپنے بیٹے سے کہا۔ مجھے حضرت خضر سے ملاقات کا بڑا شوق ہے۔ اگر وہ آئیں تو ملاقات کرانا۔ ایک دن شیخ بدرالدین ایک مجلس میں وعظ فرمارہے تھے حد نگاہ تک سامعین کا مجمع تھا۔ حضرت خضر اس مجمع کے آخر میں ایک اونچے چبوترے پر تشریف فرما تھے۔ شیخ بدرالدین نے اپنے والد کو بتایا۔ وہ حضرت خضر بیٹھے ہیں۔ یہ بات سن کر ان کے والد اُٹھے اور مجمع کے پار اس چبوترے کے قریب جا بیٹھے۔ جہاں حضرت خضر بیٹھے تھے مگر وعظ ختم ہوتے ہی حضرت خضر غائب ہو چکے تھے اور وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دیکھتے دیکھتے غائب ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہ حضرت خضر ہیں۔ ایک لمحہ میں غائب ہونا اور مشرق و مغرب کے فاصلہ طے کر لینا حضرت خضر علیہ السلام کا ہی کام ہے۔ ''سیر الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ حضرت خضر ایک آن میں ساری زمین پر سیر کر لیتے ہیں۔ اور زمین کے ذرے ذرے سے واقف ہو جاتے ہیں۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے با خاکساراں ہم نشینم

حضرت عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد گرامی تھے مکہ میں زندگی کا طویل حصہ گزارا۔ اور عالم اسلام کے مشاہیر علماء کرام کو احادیث کا سبق فرمایا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں میں بچپن کے زمانہ میں اپنے والد کے ساتھ ہندوستان کے علاقہ مندو میں گھوم رہا تھا۔ ہندوستان ان دنوں انقلابی دور سے گزر رہا تھا نظام سلطنت درہم برہم ہو چکا تھا۔ لوگ افراتفری کا شکار تھے۔ حادثات کے

طوفان ٹوٹتے رہتے تھے۔ ہم مصائب میں پھرتے پھراتے ان بیابانوں میں جا پہنچے جہاں کھانے پینے کو کوئی چیز میسر نہ آتی تھی۔ میں تو بھوک کے مارے رونے لگا۔ مگر میرے والد گرامی نے مجھے دلاسہ دیا اور کہا تھوڑا سا اور صبر کرو اللہ تعالیٰ کوئی صورت پیدا کرے گا۔ رات کے اندھیرے چھا گئے تھے۔ تو شیر، چیتے کچھاروں سے باہر نکل آئے۔ بھیڑیئے ڈربوں سے برآمد ہو گئے۔ لگڑ بگڑ دوڑنے لگے۔ ڈر کے مارے ہم باپ بیٹا ایک درخت پر چڑھ گئے۔ ساری رات خوف میں گزار دی۔ صبح ہوئی۔ سورج نکلا تو درخت کے نیچے میٹھے پانی کا ایک چشمہ اُبل رہا تھا۔ ہم چشمے کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ ایک نورانی صورت شخص آیا۔ اپنی بغل سے دو گرم گرم روٹیاں نکال کر ہمیں دیں۔ پھر ذرا سورج کی روشنی بڑھی تو قریب ہی کسی گاؤں کے لوگوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم پانی پی کر روٹی کھا کر اس آبادی کی طرف بڑھے۔ ہم گاؤں میں پہنچ کر بڑے خوش تھے۔ ہم دوبارہ اس چشمے کی طرف گئے مگر درخت کے پاس نہ چشمہ تھا۔ نہ وہ نورانی شخص، میرے والد نے بتایا وہ نورانی شخص حضرت خضر تھے جو ہماری دستگیری کے لیے آئے تھے۔ یہ واقعہ ''اخبار الاخیار'' میں شیخ عبدالحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد مکرم کے حالات میں لکھا ہے پھر ایک وقت آیا کہ مکہ مکرمہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

حضرت جعفر مکی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں سیّد شیخ محمد جعفر مکی سرہندی کے متعلق لکھا ہے کہ مجھے حضرت نے فرمایا کہ دو شخصیتیں مقام قطبیت سے ترقی کر کے مقام محبوبیت تک پہنچی ہیں۔ ایک سیّدنا عبدالقادر جیلانی اور دوسرے خواجہ محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہما۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں دریائے نیل میں ایک کشتی میں بیٹھا

حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے مشاہدے پر گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے بتایا۔ حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی مقام محبوبیت تک پہنچے ہیں دائرہ قطبیت میں خواجہ نظام الدین کا حلقہ علاقائی ہے مگر سیّدنا غوث اعظم کا حلقہ مکان و زمان کے حدود پر چھایا ہوا ہے۔ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں مشکوٰۃ محمدیت کے انوار براہِ راست وارد ہوتے ہیں۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ میں کئی سال تک حضرت خضر علیہ السلام کی زیر تربیت رہا ہوں۔ مجھے آپ نے اسرار و معانی کے خزانے عطا کئے تھے بعض اوقات خضر مجھے اسرار الٰہیہ کے گہرے راز بیان کرنے کا فرماتے مگر میں زبان پر وہ اسرار نہ لاتا۔ مجھے یاد ہے کہ ابتدائی دور میں جب مجھے حضرت خضر تربیت دیا کرتے تھے تو کئی باتیں چھپا جاتے تھے میں اصرار کرتا تو فرماتے یہ تمہارے ظرف کے پیمانہ سے زیادہ ہیں۔ مگر جب مجھے اسرار الٰہیہ سے نوازا گیا تو مجھے حضرت خضر علیہ السلام ان اسرار کے افشا کرنے کا کہتے تو میں ٹال جاتا۔ میرے اندر جو اسرار تھے وہ اللہ کی امانت تھے اگر ان کے لئے ہزار جانیں بھی نثار کرنا پڑیں تو میں اپنے لبوں پر نہ لاتا۔

ہزار نقطۂ باریک تر زمو اینجا ست!

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ چشتیہ کو پھیلانے اور اس کی بنیادیں مضبوط کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جس روحانی سلسلہ کی بنیاد اجمیر شریف میں رکھی تھی۔ اسے سارے برصغیر میں رائج کرنے کا سہرا حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی نے اپنے ملفوظات

میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ جسے ''مراۃ الاسرار'' کے مصنف نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے آپ لکھتے ہیں کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی جن دنوں ''روش'' میں رہتے تھے وہاں ایک ویران سی مسجد تھی جس کا صرف ایک ہی مینار تھا اسے ''ہفت مینارہ'' کہا کرتے تھے۔ شیخ قطب الدین کو کسی بزرگ نے بتایا کہ اس مینار پر چڑھ کر اگر ایک دعا مانگی جائے تو وہ ''ہفت دعا'' کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر کوئی شخص حضرت خضر کی زیارت کرنا چاہے تو مینار پر چڑھ کر دعا کرے۔ حضرت شیخ قطب الدین کو حضرت خضر سے ملنے کا بڑا شوق تھا۔ وہ رمضان کے مہینہ میں ایک رات اس ویران مسجد میں گئے۔ دو نفل ادا کیے اور مینار پر چڑھ کر دعا کی۔ جب نیچے اُترے رات کافی ہو چکی تھی۔ مسجد سے باہر نکلے۔ دیکھا ایک آدمی کھڑا ہے آپ کو آواز دے کر کہنے لگا۔ تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو۔ آپ نے فرمایا۔ میں حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔ مگر وہ نہیں ملے۔ اس شخص نے کہا تم خضر کو مل کر کیا کرو گے؟ وہ تو خود سر ہیں۔ متکبّر ہیں۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اسی دوران اس آدمی نے پوچھا کیا تم حضرت خضر کو مل کر دنیا کی دولت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ فرمایا نہیں۔ مجھے دولت دنیا کی تمنا نہیں ہے۔ کیا تم مقروض ہو اس لیے آئے ہو؟ فرمایا نہیں۔ مجھے قرض کے لیے کچھ نہیں چاہیے اس شخص نے کہا۔ خضر کو چھوڑ۔ اس شہر میں فلاں آدمی ہے۔ جس کے گھر حضرت خضر ہر روز دس بار آتے ہیں مگر وہ شخص حضرت خضر کی پروا نہیں کرتا۔ دونوں یہ باتیں کر رہے تھے کہ ایک نورانی شکل وصورت خوش لباس آدمی آ گیا۔ ان بزرگ کو دیکھ کر اس شخص نے آپ کی بڑی تعظیم کی احترام کے لیے سر جھکا دیا۔ ان کے قدموں کو بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ آنے والے شخص نے مجھ سے باتیں کرنے والے شخص کو کہا یہ مقروض بھی نہیں اور دنیاوی دولت کا بھی طالب نہیں صرف آپ سے ملاقات کے لیئے بے تاب ہے۔

ہفت مینارہ پر چڑھ کر ''ہفت دعا'' بھی کر آیا ہے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مسجد سے
اذان کی آواز آئی۔ ہم تینوں مسجد میں داخل ہوئے۔ اس خوش شکل شخص نے جماعت
کرائی۔ نمازیوں میں صوفیہ، درویش اور کئی رجال الغیب آنے لگے اور مسجد بھر گئی۔
تراویح شروع ہوئیں تو اس شخص نے ایک رکعت میں بارہ سیپارے پڑھ لئے۔
میرے دل میں خیال آیا یہ شخص کتنا اچھا قرآن پڑھتا ہے۔ کاش یہ پڑھتا جاتا۔ مجھے
بتایا گیا۔ کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ نماز ختم ہوئی تو وہ فوراً غائب ہو گئے۔ یہ
واقعہ ''سیر العارفین'' میں تفصیل کے ساتھ درج ہے۔

محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ:

محمد بن سماک اپنے زمانہ میں مقتدر اولیائے کبار میں شمار ہوتے تھے۔
''رسالہ قشیریہ'' کے مصنف نے آپ کے حالات پر بڑی خوبصورت باتیں لکھی ہیں۔
''جامع کرامات اولیاء'' کے مصنف نے آپ کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔
انہوں نے لکھا ہے ایک دفعہ آپ بیمار ہو گئے۔ مقامی معالجین نے علاج کیا، مگر آرام
نہ آیا۔ آپ نے اپنا قارورہ ایک عیسائی طبیب کو بھیجا تا کہ علاج تجویز کر سکے۔ وہ
عیسائی طبیب سارے ملک میں علاج معالجے میں مشہور تھا۔ عیسائی لوگ اسے مسیحا
کہتے تھے۔ حضرت امام قشیری فرماتے ہیں کہ ہم قارورہ لے کر حیرہ اور کوفہ کے
درمیان پہنچے تو ہمیں ایک خوش شکل، خوش لباس شخص ملا۔ اس نے پوچھا آپ لوگ
کہاں جا رہے ہیں۔ ہم نے بتایا محمد بن سماک بیمار ہیں۔ انکا قارورہ لے کر فلاں
عیسائی طبیب کے پاس جا رہے ہیں۔ وہ شخص یہ بات سن کر بولا۔ سبحان اللہ۔ اللہ
کے ولی کا قارورہ اللہ کے دشمن کے ہاتھ میں جائے گا۔ اسی وقت قارورے والی بوتل
پکڑی اور سوکھے درخت پر دے ماری۔ وہ درخت اسی وقت سبز ہو گیا۔ اور کہنے لگا
جاؤ ابن سماک کو کہنا کہ درد کے مقام پر انگلی رکھ کر یہ آیت پڑھیں۔ **وبالحق**

انزلناه وبالحق نزل (ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا اور حق کے ساتھ ہی وہ نازل ہوا) یہ کہہ کر وہ شخص تو غائب ہو گیا ہم واپس آئے۔ حضرت کی خدمت میں واقعہ سنایا۔ آپ نے درد کی جگہ انگلی رکھ کر آیت کریمہ پڑھی تو درد ختم ہو گیا۔ حضرت ابن سماک کہنے لگے وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام تھا۔

اے طبیب جملہ علتہائے ما

اے تو افلاطون و خضر راہ ما

حضرت ابوالحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سیّد ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ۵۵۳ھ میں مراکش کے پہاڑی علاقہ کے ایک گاؤں غمارہ میں پیدا ہوئے ''درۃ الاسرار تحفۃ الابرار'' میں آپ کے حالات لکھے ہیں آپ اپنے وقت کے قطب تھے۔ حضرت ابوالحسن شاذلی کا یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ آپ ایک دن ایک بیابان میں گھوم رہے تھے تھک کر بیٹھ گئے جنگل کے درندوں اور جانوروں نے آپ کا گھیراؤ کر لیا اور غرانا شروع کر دیا آپ اُٹھے اور ایک ٹیلے پر جا بیٹھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ تمام درندے اور خونخوار جنگلی جانور پنجے زمین پر بچھائے ساری رات سر جھکائے بیٹھے رہے۔ صبح ہوئی تو آپ ایک تالاب کے کنارے پہنچے جہاں وضو کرنے لگے۔ مگر وہاں ہزاروں تیتر موجود تھے وہ پھڑ پھڑائے تو ابوالحسن شاذلی ڈر گئے۔ ایک شخص غیب سے ظاہر ہوا۔ اور کہنے لگا رات درندوں کے گھیرے میں بیٹھے رہے ہو۔ اب تیتروں کے پَروں کی پھڑ پھڑاہٹ سے ڈر گئے ہو۔ آپ نے فرمایا یہ ڈر میرے نفس کی بزدلی سے ہے۔

آپ نے قطب وقت حضرت ابوالعباس المرسی سے ملاقات کی تو ان سے بہت سے علوم حاصل کیے۔ آپ کی کتاب ''حزب البحر'' کو اتنی شہرت ملی کی اولیائے

کرام اور مشائخ طریقت کا وظیفہ بن گئی اس کتاب کی برکات تمام دنیا پر مسلّم ہیں اس کے اثرات سات سمندروں کی گہرائیوں تک پہنچتے ہیں۔

سیّدنا ابوالحسن الشاذلی ایک سفر میں نکلے۔ چلتے چلتے شہر تیونس جا پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ تیونس شہر کے لوگ شدید قحط اور افلاس کا شکار ہیں۔ بھوک کی وجہ سے بازاروں اور گلیوں میں بھوکے لوگوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں۔ آپ کو خیال آیا ۔کاش میرے پاس اتنی رقم ہوتی تو میں ان بھوکوں کو روٹی کھلاتا اور یہ مرنے سے بچ جاتے۔ میں ایک تندور پر پہنچا روٹیاں لیں۔ بھوکوں کو کھلائیں۔ مگر جب تنور والے کو پیسے دیئے تو وہ کہنے لگا یہ سکّے جعلی ہیں، کھوٹے ہیں۔ میں نے اپنے کپڑے تندور والے کے پاس رہن رکھ دیئے اور ''باب المنارہ'' کی طرف چل پڑا۔ راستے میں ایک شخص ملا کہنے لگا۔ علی! وہ روپے کہاں ہیں؟ میں نے جیب سے نکال کر دیئے۔ اس نے ہاتھ میں لے کر زور سے ہلائے اور کہا اب ٹھیک ہو گئے ہیں۔ جاؤ تندور والے کو دے آؤ۔ میں گیا تندور والے نے وہی روپے لے لیے۔ اور کہا یہ ٹھیک ہیں۔ میں نے اپنے کپڑے سنبھالے ''باب المنارہ'' کی طرف بڑھا تا کہ اس شخص کو مل کر شکریہ ادا کروں مگر وہ غائب ہو گیا تھا۔ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

حضرت ابوالحسن شاذلی کہتے ہیں قحط زدہ لوگوں کی حالت دیکھ کر مجھے بڑا دُکھ ہوا نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے مسجد زیتون میں گیا۔ نماز پڑھنے کے بعد سلام پھیرا تو دیکھا ایک شخص میرے دائیں جانب بیٹھا ہے میں نے سلام کیا وہ مسکرایا اور کہنے لگا۔ علی! تیری دلی خواہش ہے کہ اگر تمہارے پاس کچھ ہوتا تو بھوکوں کو کھلا کے جاتا۔ تم اللہ کی مخلوق کے لیے کیوں فکر مند ہو۔ وہ اپنی مخلوق کا خود حافظ ہے۔ تم سے زیادہ مہرباں ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں خضر ہوں۔ میں چین میں تھا۔ مجھے حکم ہوا فوراً تیونس میں پہنچو اور علی شاذلی کو ملو۔ میں اسی لیے تمہارے

پاس آیا ہوں۔ حضرت ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں میں نے نماز پڑھی سلام پھیرا۔ ادھر اُدھر دیکھا تو حضرت خضر غائب تھے۔ (زیارات مصر۔ افتخار احمد حافظ، تذکرہ قطب زماں ابوالحسن شاذلی)

قطب الاقطاب شیخ ابومدین رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت ابومدین اپنے وقت کے اکمل علماء کرام میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے مجاہدہ کیا۔ ریاضت کی۔ کشف و کرامات میں مصروف ہوئے۔ اور وقت کے مشائخ کبار میں سر برآوردہ ہوئے آپ ابوسعید اندلسی کے خلیفہ تھے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ایک عرصہ تک آپ کے زیر تربیت رہے۔

۵۸۰ھ میں ایک عارف باللہ سے حضرت خضر علیہ السلام نے ملاقات کے دوران بتایا کہ شیخ ابومدین جو اس زمانہ میں صدیقوں کے امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم لدنی سے نوازا ہے۔ خضر علیہ السلام اکثر حضرت ابومدین کی مجالس میں آیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عربی نے اپنے پیرو مرشد کی ملاقاتوں کے دوراں حضرت خضر کو دیکھا۔ ابن عربی کی خرقہ پوشی اگرچہ حضرت خضر کے ہاتھوں انجام پائی تھی۔ مگر یہ حضرت ابومدین کے زیر نگاہ ہوئی تھی۔ ابن عربی فرماتے ہیں مجھے جس خرقہ سے نوازا گیا وہ حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی کا فیضان تھا ابومدین کی زیر نگاہ تھا مگر حضرت خضر کے ہاتھوں موصل شہر میں ۶۰۱ھ میں پہنایا گیا۔

ابن عربی وہ عارف کامل ہیں جنہیں کئی رجال الغیب سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ خود بھی جہاں جہاں رجال الغیب کے متعلق اطلاع پاتے سیکڑوں میل سفر کر کے پہنچ جاتے تھے۔ ہم نے حضرت ابومدین رحمۃ اللہ علیہ کے مقام روحانیت کا تذکرہ سابقہ صفحات میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کی مجالس میں کس انداز سے آتے تھے اور ان سے ابن عربی سے تعلقات

استوار ہوتے گئے حضرت ابوالعباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عالم ملکوت کی سیر کے دوران ابومدین رحمۃ اللہ علیہ کو عرش معلیٰ کے ایک ستون کے سایہ میں دیکھا۔ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے کتنے علوم پر دسترس حاصل کی ہے فرمایا اے علوم حاصل کرنے کے بعد عرش معلیٰ کے ستون پر قیام پذیر ہوا ہوں۔

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ عصرِ حاضر کے ولی کامل اور کامل فرد تھے آپ ہری پور ہزارہ (سرحد) کے ایک گاؤں چھوہر شریف میں پیدا ہوئے اور علم وعرفان میں ساری زندگی گزاری۔ آپ ۸۰ سال کی عمر میں یکم ذوالحجہ ۱۳۴۲ھ کو واصل بحق ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے باکمال فرد تھے جنہیں غوثیت کا درجہ حاصل تھا۔ آپ نے تیس جلدوں میں سرکار دو عالم ﷺ کے مجموعہائے درود پر بے مثال کتاب لکھی جس کا نام "مجموعہ صلات الرسول" ہے۔ سیّد محمد طاہر شاہ اور صاحبزادہ پیر صابر حسین شاہ سابق وزیراعلیٰ سرحد نے یہ کتاب بڑے اہتمام سے شائع کی اہل محبت کے لیے حرز جاں بنی ہے حضرت خواجہ چھوہروی کو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوتی تھی آپ کے حالات میں مولانا علامہ سیّد عصمت اللہ سری کوٹی نے لکھا ہے کہ حضرت قبلہ عبدالرحمٰن چھوہروی ابھی بچے تھے تو رات کی تنہائی میں خوش آوازی سے نعت رسول پڑھ رہے تھے آواز دلنشیں تھی۔ اچانک ایک خوبصورت شخص نہایت نفیس لباس میں سامنے آگیا اور کہنے لگا مجھے نعت سناؤ۔ جب نعت سنا چکے تو وہ شخص کہنے لگا مجھے جانتے ہو؟ میں خضر ہوں۔ تمہاری خوش آوازی نے مجھے متاثر کیا ہے میں آئندہ بھی آتا رہوں گا میں بشارت دیتا ہوں کہ آپ ایک دن مقام غوثیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ پر فائز ہوں گے پھر فرمایا روحانیت میں بیعت

سنت ہے کسی ولی اللہ سے بیعت کریں ۔ حضرت خضر علیہ السلام اکثر آپ سے ملاقات کرتے اور راہنمائی فرماتے آپ نے منازل سلوک طے کیں۔ تو مقام غوثیت پر پہنچے۔ آپ نے اپنے وقت کے شیخ کامل حضرت اخون رحمۃ اللہ علیہ سیدو شریف سے ملاقات کی آپ نے فرمایا اپنے گھر رہو۔ تمہارے پیر و مرشد خود تشریف لا کر بیعت فرمائیں گے آپ یاد الٰہی میں مصروف تھے کہ ایک دن کشمیر سے حضرت یعقوب شاہ قادری گن چھتری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرمایا۔

''مجموعہ صلوٰۃ الرسول'' آپ کا بے مثال کارنامہ ہے حضور کی بارگاہ میں درود و سلام کا اتنا بڑا مجموعہ کہیں نہیں ملتا۔ یہ کارنامہ آپ کے عاشق رسول ہونے کی دلیل ہے اور آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ اس مجموعہ کے لکھتے وقت حضرت خضر علیہ السلام کا تعاون حاصل رہا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی شخصیت:

ہم نے سابقہ صفحات میں حضرت خضر علیہ السلام سے بزرگان دین کی ملاقاتوں کا مختصر تذکرہ کیا ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ہزاروں رجال الغیب، بزرگان اُمت اور عام لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ ہم ان ملاقاتوں کی روشنی میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نہایت ہی خوش شکل۔ خوبصورت اور حسین و جمیل شخصیت کے مالک ہیں وہ جہاں جاتے ہیں۔ کشادہ رو اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے ہیں۔ کسی سے ناراض نہیں ہوتے۔ غصہ نہیں کرتے۔ رنج و ملال کا اظہار نہیں کرتے دادرسی کرتے ہیں۔ راہنمائی فرماتے ہیں۔ کسی کا کام کر کے احسان نہیں جتلاتے اور کسی کی مدد کرتے تھکتے نہیں۔ بزرگانِ دین سے ملاقات کرتے وقت رازہائے قدرت افشاء نہیں

کرتے۔ اسرار و رموز سے پردہ نہیں اُٹھاتے وہ اگرچہ اسرار الٰہیہ تقسیم کرتے جاتے ہیں۔ مگر اس کا اظہار نہیں کرتے۔ نہ فخر و مباہات کرتے ہیں۔ وہ مستقبل کے حالات پر پوری طرح نظر رکھتے ہیں مگر انہیں افشاء نہیں کرتے اور ملاقات کرتے وقت اسرار الٰہیہ پر گفتگو کرتے ہیں مگر اس کا اظہار نہیں ہونے دیتے وہ رازہائے سربستہ سے پردہ نہیں اُٹھاتے وہ حضرت موسیٰ کی رفاقت میں آنے والے واقعات کے متعلق سب کچھ جاننے کے باوجود اس وقت تک اظہار نہیں کرتے جب تک اس کے اظہار کی ضرورت نہ پڑی ہو۔ وہ "قطب الارشاد" سے لے کر عامی آدمی سے ملاقات کرتے جاتے ہیں مگر نہ کہیں فخر کرتے ہیں نہ ندامت کا اظہار کرتے ہیں۔ لوگوں کی امداد کرنے ان کی دادرسی کرنے میں تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام اور ملائکہ مقربین:

حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کائنات ارضی کے چپہ چپہ سے واقف ہیں۔ زمین کا ذرہ ذرہ انکے سامنے ہے۔ مشرق سے مغرب تک ایک آن میں آتے جاتے ہیں مگر ان کا رویہ ہمیشہ ہمدردانہ و مشفقانہ رہا ہے کشتی کا توڑنا۔ دیوار یتیم کا تعمیر کرنا۔ پھر سرکش نوجوان کو قتل کرنے میں بھی ان کا حلم اور شفقت نمایاں ہے۔ اس کے برعکس جلیل القدر ملائکہ مقربین کا کردار جداگانہ ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام اسرافیل علیہ السلام سرخیل ملائکہ انبیاء کرام کے رفیق ہیں۔ اللہ کے سفیر ہیں۔ زمین و آسمان ان کی پرواز کے سامنے ہیچ ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ سے لے کر تحت الثریٰ تک ان کی نگاہ ہے مگر جب وہ ایکشن پر آتے ہیں۔ ایک لمحہ میں زمینوں کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ ایک چیخ سے سرکش قوموں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ ایک پر ہلانے سے ملکوں کے ملک ہلا دیتے ہیں اور سرکش قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتے ہیں۔ وہ اولوالعزم رسولوں اور انبیاء کرام کے دوست بھی۔ مگر جب پر

پھیلاتے ہیں تو مشرقین اور مغربین کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اس کے برعکس حضرت خضر علیہ السلام سب کچھ دیکھتے ہوئے سب کچھ جانتے ہوئے، مجسم شفقت بنے رہتے ہیں اور کسی کو کچھ نہیں کہتے۔ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی دہشت اور گرفت سے کون واقف نہیں۔ ہر ذی روح ان کے تصور سے کانپ جاتا ہے وہ ایک نگاہ غلط انداز سے جانداروں کو بے جان کر دیتے ہیں نہ کسی پر رحم نہ ترس۔ اسرافیل کا مقام تو ایسا ہے کہ وہ جس انداز میں جلوہ فرما ہیں ایک لمحہ میں قیامت برپا کر دیتے ہیں۔ حضرت میکائیل اگرچہ زمین کی شادابی اور آبادی کے مالک ہیں۔ مگر جب وہ چاہیں طوفاں برپا کر دیتے ہیں اور آن واحد میں ہر چیز کو طوفانوں کی زد میں لپیٹ دیتے ہیں۔ کائنات ارضی کی تبدیلیوں کے مالک ہیں۔ قوموں کے عروج و زوال انکے گوشہ ابرو کی ایک جھلک ہے ہم نے حضرت خضر، حضرت الیاس علیہما السلام کا موازنہ ان ملائکہ سے کیا ہے جو اپنے اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہیں۔

ہمارے قارئین جب حضرت خضر کی ملاقاتوں کے دوران چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھتے ہیں تو انہیں یہ خیال آتا ہوگا کہ اتنی بڑی ہستی چھوٹے چھوٹے کاموں میں لگی رہتی ہے۔ کسی کو پانی پلا دیا۔ کسی کو کھانا کھلا دیا۔ کسی کو منزل مقصود پر پہنچا دیا یہ کیا بات ہوئی۔ مگر ہم ان کتابوں کی تحریروں کی روشنی میں جن میں حضرت خضر کا ذکر آتا ہے۔ اپنے قارئین کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت خضر بڑے بڑے اسرار الٰہیہ اور نہایت اہم کارنامے سرانجام دیتے ہیں مگر ان اسرار کے افشاء کا حکم نہیں وہ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہِ الٰہی پر بے پناہ اسرار الٰہیہ نچھاور کرتے ہیں مگر نہ وہ خود اظہار کرتے ہیں نہ وہ بزرگان خدا ان اسرار کو لب پر لاتے ہیں اندریں حالات وہ اپنی ملاقاتوں کے دوران مختصر سی باتیں اور لطیف واقعات ہی بیان کرتے جاتے ہیں

تا کہ ہم اپنی عقل کے مطابق ان سے مستفیض ہوسکیں ورنہ

فاش می گویم جہاں برہم شود

ہم نے بندگانِ خدا۔ رجال الغیب اور حضرت خضر علیہ السلام پر اپنی ناقص معلومات جمع کرنے کے لئے بزرگان دین کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان روحانی .... سے ایک ایک دانہ چنا۔ اور کتاب کے صفحات پر بکھیر دیا۔

دانہ می چیدیم ہر جائے کہ خرمن یا فتیم

ہم نے اپنی بساط اور رسائی کے مطابق مختلف ماخذ سامنے رکھے۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث کے ذخائر سے لے کر کئی کتابوں پر نگاہ ڈالی۔ ہمارے سامنے عام طور پر جو کتابیں رہی ہیں اور ہم نے ان سے استفادہ (نقل) کیا ہے ان میں سے جواہر البحار۔ جامع کرامات اولیاء۔ جوامع الکلم۔ احیاء العلوم۔ اخبار الاخیار۔ لطائف اشرفی۔ تذکرۃ الاولیاء۔ مثنوی مولانا روم۔ بہجۃ الاسرار۔ اقتباس الانوار۔ فتوحات مکیہ۔ احوال و آثار محی الدین ابن عربی۔ سیر الاولیاء، قصر عارفاں۔ رسالہ قشیریہ۔ کشف المحجوب۔ گلستان سعدی۔ الابریز، عروۃ الوثقیٰ تفسیر روح البیان۔ عوارف المعارف۔ سکندر نامہ۔ سلاسل انوار فی سیر الابرار۔ قلائد الجواہر۔ فصوص الحکم۔ مراۃ الاسرار۔ نزہۃ المجالس۔ نفحات الانس۔ تفسیر مظہری۔ تفسیر مواہب الرحمٰن۔ حیات خضر۔ احوال ابدال۔ حرب البحر۔ دلائل الخیرات۔ مکتوبات مجدد الف ثانی۔ مبدء و معاد۔ جیسی معتبر کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ علامہ محمد ریاض قادری کی کتاب حیاتِ خضر نے ہمارے لیے بڑی آسانیاں بہم پہنچائیں۔ ہم نے اپنی تصنیف احوال ابدال کو اس کتاب کی بنیاد بنا کر اس پر ایک عمارت کھڑی کی ہے۔

رجال الغیب کا جہاں:

رجال الغیب کا جہاں ایک انوکھا جہاں ہے۔ روحانیت کی دنیا میں بسنے والے لوگ اپنی مخصوص دنیا آباد کیے ہوئے ہیں۔ ان تک رسائی کے لیے بڑے کوہ قاف عبور کرنے پڑتے ہیں۔ پھر ایمانی قوت کی چکاچوند روشنیوں سے آگے بڑھنا پڑتا ہے ہر پڑھا لکھا آدمی اس راہ پر نہیں چل سکتا۔ ہر مکتب فکر کا دانشوران وادیوں میں نہیں جاسکتا۔ ظاہری علوم کے پروں پر پرواز کرنے والے اس فضاء میں بے بال وپر ہو جاتے ہیں۔ علم وفن کے دعویٰ دار بھی عام طور پر اس راہ پر چلتے آبلہ پا ہو جاتے ہیں اور دم توڑ دیتے ہیں۔ بعض تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بعض اپنے علم کے اندھیروں میں کھو کر رجال الغیب کے وجود کے ہی انکاری ہو جاتے ہیں۔

ہم رجال الغیب کو پا نہ سکے۔ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات نہیں کر سکے۔ مگر ہم نے محسوس کیا ہے کہ یہاں ایک جہاں آباد ہے جہاں اولیاء اللہ، غوث و قطب، افراد، ابدال، اوتاد، نقبا، ....، اخیار اللہ تعالیٰ کے انوار میں رُخ تاباں اور درخشاں لے کر موجود ہیں۔ لوگوں کی دستگیری کر رہے ہیں۔ اللہ کے رسول کی اُمت کی دادرسی کر رہے ہیں۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کو تقسیم کر رہے ہیں۔ مگر میاں

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

رجال الغیب سے ملاقات کا طریقہ

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ؒ کے تجربات

ہم نے پچھلے صفحات پر رجال الغیب کے مقامات، مراتب، اوصاف پھر مخلوقِ خدا سے ان کی محبت، مصیبتوں میں لوگوں کی دادرسی، اہلِ علم وروحانیت کی راہنمائی پر اظہار خیال کیا ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی ؒ کی زندگی کا بڑا حصہ رجال الغیب کی تلاش میں گزرا۔ آپ نے ان کی تلاش میں دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ بے شمار رجال الغیب سے ملاقاتیں کیں ان کی زیارتیں کیں۔ پھر اُن سے روحانی فیض اٹھاتے رہے ہیں۔ بعض اوقات ان کی مجالس کے جلیس رہے ہیں۔ اسی وجہ سے اکثر علمائے روحانیت

نے آپ کو بھی رجال الغیب میں شمار کیا ہے۔ان کی تصانیف رجال الغیب پر روشنی ڈالتی ہیں خصوصاً ''فتوحات مکیہ'' رجال الغیب کے احوال و مقامات پر بڑی مفید معلومات بہم پہنچاتی ہے۔

جہاں انہوں نے رجال الغیب کے احوال و مقامات کی نشاندہی کی ہے۔وہاں رجال الغیب سے ملاقات کے طریقے بھی بتائے ہیں۔ہم اپنے قارئین کو ان کی کتاب ''معرفت رجال الغیب'' کے صفحات سے چند حقائق پیش کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا::

جس شخص کو رجال الغیب سے ملاقات کا شوق ہو وہ اس طریق کار کو اپنائے۔وہ فرماتے ہیں کہ جب ''رجال الغیب'' میں سے کسی ایک رجل غیب کو دیکھنے کی خواہش ہو۔تو پہلے یہ بات سامنے رکھے کہ وہ کسی ایسی مشکل میں ان کی امداد چاہتا ہے جس کا حل کسی ممکنہ طریقہ سے نہ ہو سکے۔جس وقت اسے ایسی مشکل درپیش ہو۔یا کوئی ایسا کام ہو جس کے حل کرنے میں ساری تدابیر عاجز اور متحیر ہو جائیں اور اس کی عقلی تدابیر کسی صورت کارگر نہ ہو سکیں تو وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نہایت تضرع وزاری اور خشوع وخضوع سے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔

ہر شخص حضور نبی کریم کی بارگاہ میں درودِ پاک کی تعداد خود متعین کر سکتا ہے۔پھر یہ کلمات ادا کرے:

السلام علیکم یا رجال الغیب السّلام علیکم یا ارواح مقدسه! اَعِینُونِی بغوثة وانظرونی به نظرة یا رقبا، یا نجبا، یا ابدال، یا اوتاد، یا قطب یا غوثه اعینونی بغوثه و انظرونی به نظرة ورحمونی برحمته و حصلو الی مرادی و مقصودی و حوائجی و یَسّروا مرادی عند الناس فی الظاهر به حرمة محمد صلی اللہ علیه وسلّم، صلی اللہ علیه و آلہٖ۔

یہ التجا کرنے کے بعد چند قدم چلیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی مشکلات کو دُور فرمائے گا اور اپنی عنایات نازل فرمائے گا۔ خواہ رجال الغیب متشکل ہوں یہ نہ ہوں۔ اگر کسی دشمن پر حملہ کرنا مقصود ہو تو میدانِ جنگ میں اس کے پیچھے نہ جائے۔ اور اس کی پسپائی کے دن تعاقب نہ کرے اللہ تعالیٰ خود ہی دشمن کو شکست سے دوچار کردے گا اگر دشمن کا منہ دوسری طرف ہو تو چند قدم بڑھ کر استعانت طلب کرنا چاہیے اور اللہ سے مدد مانگے اور اسے یقیناً فتح و کامرانی حاصل ہوگی۔ اسی طرح مجلس میں اپنی حاجات کو پیش کرے اور مشکلات و مہمات کو سامنے رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان رجال الغیب کی طفیل اس کے تمام مقاصد اور مطالب کو پورا کرے گا۔

اگر کوئی ایسی مشکل آپڑے کہ اسے بادشاہ، حاکم یا ظالم سربراہ سے سابقہ پڑے تو اس کی طرف جاتے وقت اللہ سے استمداد کرے۔ اور اس کی پشت کی طرف سے جائے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو راستہ بدل کر جائے۔ اس طرح اس کی مہمات اور مشکلات حل ہو جائیں گی اور وہ معزز اور مکرم ہو کر لوٹے گا۔ ان شاء اللہ۔

حضرت قطب الموادین، محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں رجال الغیب کی زیارت اور ان کے ذریعہ مشکلات کے حل کا طریقہ بتایا ہے وہاں اپنے رسالہ ''معرفت رجال الغیب'' میں قطب الاقطاب کے مقام پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ قطب الاقطاب کو غوث الاغواث یا غوثِ اعظم بھی کہتے ہیں۔ وہ کعبۃ اللہ میں قیام فرما ہوتا ہے۔ ابدال اور رجال الغیب جو دنیا بھر کی مخلوقات کی دادرسی کے لیے بحر و بر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ''طی الارض'' کی قدرت اور کرامت سے نوازا ہوا ہے یہ تمام حضرات فجر کی نماز مکہ مکرمہ میں قطب الاقطاب کی اقتداء میں ادا کرتے ہیں۔ نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد قطب الاقطاب کی زیرِ نگاہ اوراد مکمل کر کے اطراف و اکناف عالم میں پھیل جاتے ہیں انہیں چونکہ طی الارض کی کرامت حاصل ہوتی ہے۔ ایک لمحہ میں ساری کائنات کے گوشے

گوشے میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس لیے کعبۃ اللہ سے نکل کر اپنے اپنے مقامات پر فرائض سرانجام دینے لگتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں ان حضرات میں ایک ایسی جماعت بھی ہوتی ہے جنہیں ''بہادراں'' کہا جاتا ہے۔ یہ سات افراد ہوتے ہیں، اور قلب ابراہیم علیہ السلام کے زیرِ اثر ہوتے ہیں ان کے ذمہ سارے جہان کی حمایت اور نگرانی ہوتی ہے۔ پھر ایسے رجال الغیب بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں بدلا یعنی ابدال کہا جاتا ہے۔ انہوں نے سارے جہان کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے وہ ہر روز سارے جہان کا چکر لگاتے ہیں اور حیات عالم اور کائناتِ ارضی پر نگرانی کرتے ہیں۔ اور اہلِ جہان کی دادرسی کرتے ہیں، خصوصاً جو لوگ ان سے استمداد کرتے ہیں ان کی راہنمائی اور حاجت روائی کے لیے نگاہِ لطف و کرم سے نوازتے ہیں۔

حضرت ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے دائرے کی شکل میں ایک نقشہ مرتب کیا ہے۔ جن سے ان کے مقامات کا پتا چلتا ہے۔

۳۲۱۲۲ | در جنوب اند | ۲۲۱۱۱ | جانب مشرق | ۲۰۲۰۱۰ | میان آسمانہا | بازنان جبانشون نباید کردن | نوشیدن نشاید | ۹۲۱۹۹ | زیر زمین | وقت زوال در آب نباید رفتن | با خواتین صحبت نباید کردن | ۸۸۱۶۸ | ۷۸۱۷۷ | ۶۶۱۶۶ | ۵۲۱۵۵ | جانب مغرب | ۴۲۱۴۴ | میان قبلہ و مغرب | ۳۲۱۳۳ | جانب قبلہ

دو نیم اُن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
پہاڑ اُن کی ہیبت سے مانند رائی

احادیثِ مبارکہ میں

رجال الغیب کا تعارف

مرتبہ

حضرت مولانا محمد عبدالعزیز مزنگوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

میری اُمت میں تیس ابدال ہیں

حدیث نمبر۱: عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الابدال فی امتی ثلثون بهم تقوم الارض و بهم تمطرون و بهم تنصرون۔ رواہ الطبرانی و رواہ الحکیم باختلاف یسیر۔

(نوادر صفحہ ۶۹ مطبوعہ قسطنطنیہ ۱۲۹۳ھ، تصنیف حکیم ترمذی)

ترجمہ: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدال میری اُمت میں تیس ہیں اُنہیں سے زمین قائم ہے، اُنہیں کے سبب تم پر مینہ اُترتا ہے، اُنہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

روایت کیا اس کو طبرانی نے (کبیر میں سند صحیح سے) الامن والعلی (صفحہ ۲۲) اور روایت کیا اس کو حکیم نے تھوڑے سے اختلاف سے۔

حدیث نمبر ۲۔عن محمد بن عجلان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم فی کل قرن من امتی سابقون و هم البدلآء الصدیقون بهم یسقون و بهم یرزقون و بهم یدفع البلاء عن اهل الارض رواہ الحکیم فی النوادر۔

ترجمہ: روایت ہے محمد بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قرن میں میری اُمت سے سابق (نیک کاموں میں سبقت کرنے والے) لوگ ہیں، وہی صدیق (بڑے راستباز) ہیں اُن کے ذریعے سے پانی برسایا جاتا ہے، اور ان کے طفیل روزی دی جاتی ہے اور اُن کی برکت سے زمین والوں سے بلا دفع کی جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۔عن مکحول عن ابی الدرداء قال ان الانبیآء کانوا اوتاد

الارض فلما انقطعت النبوۃ ابدل اللّٰه مکانهم قوما من امة محمدؐ صلی اللّٰه علیه و اٰله و اصحابه وسلم یقال لهم الابدال۔

ترجمہ: مکحول رحمۃ اللہ علیہ ابو الدرداء صحابی رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اوتاد الارض تھے، جب نبوت کا سلسلہ ختم ہوا تو اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قوم کو خدا تعالیٰ نے مقرر فرمایا جن کو ابدال کہتے ہیں۔

لم یفضلوا الناس بکثرۃ صوم و لا صلٰوۃ ولا تسبیح و لکن بحسن الخلق و بصدق الورع و حسن النیة و سلامة قلوبهم لجمیع المسلمین و النصیحة للّٰه ابتغاء لمرضاۃ اللّٰه بصبر و حلم و لب و تواضع فی غیر مذلة فهم خلفآء من الانبیآء و قومٌ اصطفاهم اللّٰه لنفسه و استخلصهم بعلمه لنفسه۔

ترجمہ: انہوں نے نماز روزے تسبیح کی کثرت سے لوگوں پر فضیلت حاصل نہیں کی بلکہ حسن خلق اور سچی پرہیزگاری اور نیک نیتی سے اور تمام اہل اسلام کے لیے ان کے دل کا سلامت ہونا اور نصیحت اللہ تعالیٰ کے لیے خدا کو خوش کرنے کے لیے صبر، حلم اور عقل اور تواضع سے بغیر مذلت کے وہ انبیاء علیہم السلام کے خلیفے ہیں، اور وہ ایک ایسا گروہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں اپنے لیے خاص طور پر چن لیا اور پسند فرمایا۔

میری امت کے چالیس صدیق ہیں

و هم اربعون صدیقا منهم ثلثون رجلا علی مثل یقین ابراهیم خلیل الرحمٰن بهم تدفع المکاره عن اهل الارض و البلایا عن الناس و بهم یمطرون و بهم یرزقون لا یموت الرجل منهم ابدا حتی یکون اللّٰه قد انشا من یخلفه لا یلعنون شیأً ولا یؤذون من تحتهم ولا یتطاولون علیهم ولا یحقرونهم ولا یحسدون من فوقهم ولا یحرصون علی الدنیا لیسو بمتما وتین ولا متکبرین ولا متخشعین اطیب الناس خبرًا واو رعهم انفسا۔

ترجمہ: اور وہ چالیس صدیق ہیں، ان میں تیس آدمی مثل یقین ابراہیم خلیل الرحمٰن

کے ہیں اِن کے ذریعے زمین والوں سے تکالیف اور بلائیں دُور ہوتی ہیں، اور اِن کے ذریعے مینہ آتے ہیں، اوران کی برکت سے روزی دی جاتی ہے، اِن سے کبھی کسی کا انتقال نہیں ہوتا، مگر اس کی جگہ خدا تعالیٰ ایک اور جانشین پیدا فرما دیتا ہے، وہ کسی کو لعن طعن نہیں کرتے اور اپنے ماتحت کو ایذا نہیں دیتے اور ان پر دست درازی نہیں کرتے، اوران کو حقیر نہیں جانتے اور اپنے سے اوپر والوں کا حسد نہیں کرتے، اور نہ وہ دنیا کے حریص ہیں، وہ موت سے ڈرنے والے نہیں اور نہ تکبر کرنے والے ہیں، اور نہ ہی آنکھ کان بند کرنے والے ہیں، وہ لوگوں سے زیادہ شیریں کلام ہیں، اور نفوس سے زیادہ پرہیزگار۔

طبیعتھم السخآء و صفتھم السلامۃ من دعوی الناس قبلھم لاتتفرق صفتھم لیس الیوم فی حال خشیۃ و غدا فی حال غفلۃ و لٰکن مداومین علٰی حالھم و ھم فیما بینھم و بین ربھم لا تدرکھم ریح العاصف ولا الخیل المجراۃ قلوبھم تصعد فی السماء ارتیاحا الی اللہ تعالٰی واشتیاقا الیہ قدما فی اشتیاق الخیرات اولٓئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون قلت یا ابا الدرداءِ ما شیءٌ اثقل علیَّ من ھٰذہ الصفۃ التی و صفتھا فکیف لی بان ادرکھا قال لیس بینک و بین ان تکون فی اوسط ذٰلک الا ان تبغض الدنیا فاذا ابغضت الدنیا اقبل علیک حب الاٰخرۃ فبقدر ما تزھد فی الدنیا تحب الاٰخرۃ و بقدر ما تحب الاٰخرۃ تبصر ما ینفعک وما یضرک فاذا علم اللہ صدق الطلب من عبدہٖ افرغ علیہ السّداد واکتنفہ بعصمتہٖ و تصدیق ذٰلک فی کتاب اللہ العزیز ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون فنظرنا فی ذٰلک فما تلذَّذَ المُتَلَذِّذون بشیءٍ افضل من حب اللہ تعالٰی فطلب مرضَاتِہٖ۔ (رواہ الحکیم الترمذی فی النوادر صفحہ ۷۰ مطبوعہ استمبول قسطنطنیہ ۱۲۹۳ھ ہجرت المقدس النبوی علی صاحبھا

الصلوٰة والسلام الیٰ یوم القیام مع الاحترام والاکرام)

ترجمہ: ان کی طبیعت سخاوت ہے، اور صفت ان کی سلامت ہے، لوگوں کے دعووں سے ان کی طرف ان کی صفت دوامی ہے، یہ نہیں کہ وہ آج خشیت میں توکل غفلت میں ہمیشہ اُن کی حالت ایک ہی ہے، خا کے ساتھ اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ، ان کو تند ہوا اور تیز رفتار گھوڑا نہیں پکڑ سکتا، اُن کے دل آسمان میں خدا کے پاس خوش ہونے کے لیے صعود کرتے ہیں، اور ان کا اشتیاق نیک کاموں میں آگے بڑھا ہوا ہے، یہی لوگ اللہ کے گروہ ہیں، ہاں اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا اور غالب ہے، مَیں نے کہا: اے ابالدرداء رضی اللہ عنہ اس صفت سے جو تو نے مجھے بتائی ہے کوئی اور چیز مجھ پر ثقیل نہیں، چہ جائیکہ مَیں اس کو حاصل کرسکوں، کہا کہ متوسط درجہ یہ ہے، کہ تو دنیا کو دشمن رکھ اگر تو دنیا سے بغض رکھے گا، تو آخرت کی محبت تیرے پاس آئے گی، اور جس قدر تو دنیا سے الگ ہوگا، اتنا ہی آخرت کو دوست رکھے گا، اور جس قدر تو آخرت سے محبت رکھے گا، تم کو اپنا نفع اور نقصان معلوم ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی طلب کی صداقت معلوم ہوتی ہے، تو اس پر راستی اور مضبوطی انڈیل دیتا ہے، اور اس کو اپنی حفاظت اور احاطہ میں کرلیتا ہے، اور اِس کی تصدیق کتاب عزیز قرآن مجید میں ہے، ''بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی اور محسن ہیں''، پس جب ہم نے اس میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضامندی چاہنے سے کوئی چیز زیادہ لذت والی نہیں اور افضل نہیں جس سے کوئی لذت حاصل کرنے والا مزہ لیوے، روایت کیا اس حدیث کو حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول الملقب بسلوۃ العارفین دبستان الموحدین مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۷۰۔

چالیس ابدال ملک شام میں رہتے ہیں

حدیث نمبر ۴۔ عن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجهه قال قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و اٰلهٖ و اصحابهٖ وسلم یقول ان الابدال یکونون

بالشام و هم اربعون رجلا کلما مات منهم رجل ابدل اللّٰہ مکانه رجلا بهم یسقی الغیث و ینصر بهم علی الاعدآء و یصرف عن اهل الارض بهم البلآء فهؤلاء اهل بیت رسول اللّه صلی اللّه علیه و آلهٖ و اصحابهٖ وسلم و امان هذه الامة فاذا ماتوا فسدت الارض و خربت الدنیا و هو قوله تعالیٰ و لولا دفع اللّٰہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض۔ رواه الحکیم فی النوادر۔ (صفحہ ۲۶۳)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے، کہا انہوں نے کہ سنا میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے، ابدال شام میں ہیں، اور وہ چالیس مرد ہیں جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے، ان کے ذریعے سے مینہ دیا جاتا ہے، اور ان سے اعداء پر مدد لی جاتی ہے، اور ان کی برکت سے زمین والوں کی بلا ردہوتی ہے، یہی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور امان اس اُمت کی، اگر وہ مرجائیں تو زمین خراب اور دُنیا تباہ ہوجائے اور یہی ہے قول اللہ تبارک وتعالیٰ کا "اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرے تو زمین برباد ہوجاوے"۔

روایت کیا اس حدیث کو حکیم ترمذی نے نوادر الوصول کے اصل صفحہ ۲۲۲ صفحہ ۲۶۳ میں۔

حدیث نمبر ۵۔ عن یزید بن هارون قال الابدال هم اهل العلم و قال احمد ان لم یکونوا اصحاب الحدیث فمن هم (کذافی المواهب)

ترجمہ: یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ابدال اہل علم ہیں، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اگر اصحاب حدیث نہیں ہیں، تو اور وہ کون ہیں۔ اسی طرح مواہب میں ہے۔

ابدال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہیں

حدیث نمبر ۶۔ عن ابن مسعود رضی اللّه عنهما قال قال رسول اللّه صلی اللّه علیه و اله وسلم لا یزال اربعون رجلا من امتی علی قلب ابراهیم علیه السلام یدفع اللّه بهم من اهل الارض یقال لهم الابدال انهم لم یدرکوها

کے دل پر اور وُہ ابدال کی ایک صنف ہے۔ (رواہ الحکیم)

حدیث نمبر ۸- عن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و اٰلہٖ و اصحابہٖ وسلم الابدال فی ھذہ الامة ثلثون رجلا قلوبھم علٰی قلب ابراھیم خلیل الرحمن کلما مات رجل منھم ابدل اللہ مکانہٗ رجلاً۔ رواہ احمد و رواہ الحکیم فی النوادر باختلاف یسیر۔

ترجمہ: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا، اُنہوں نے کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدال اس اُمت میں تیس آدمی ہیں، ان کے دل ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے دل پر ہیں جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ اور بدل دیتا ہے۔

روایت کیا اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم ترمذی نے نوادر الوصول میں اختلاف یسیر سے۔

حدیث نمبر ۹- روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیه و اٰلہٖ و اصحابہٖ وسلم انہٗ قال یکون فی ھذہ الامة قلوبٌ علٰی قلب ابراھیم و ھم صنفٌ من البدلآء رواہ الحکیم فی النوادر۔

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے، اس اُمت میں کچھ دل ہوں گے، اوپر دل ابراہیم علیہ السلام کے اور وہ ابدال کی ایک قسم ہے۔

روایت کیا اس کو حکیم ترمذی نے نوادر الوصول میں۔

حدیث نمبر ۱۰- عن عوف بن مالك قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و اٰلہٖ و اصحابه وسلم الابدال فی اھل الشام بھم ینصرون و بھم یرزقون رواہ الطبرانی۔

ترجمہ: عوف بن مالک اشجعی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا اُنہوں نے کہ فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدال اہل شام میں ہیں انہیں سے مدد دی جاتی ہے اور انہیں کی برکت سے لوگوں کو روزی دی جاتی ہے۔

روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے۔

حدیث نمبر ۱۱– و عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ و اصحابہ وسلم الابدال بالشام و ھم اربعون رجلا کلما مات رجلٌ ابدل اللّٰہ مکانہ رجلا یستقٰی بھم الغیث و ینتصر بھم علی الاعدآءِ و یصرف عن اھل الشام بھم العذاب (رواہ احمد رحمۃ اللّٰہ علیہ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انہوں نے، فرمایا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدال شام میں چالیس آدمی ہیں جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے، اِن کی برکت سے بارانِ رحمت کی جاتی ہے اور دشمنوں پر ان سے مدد دی جاتی ہے، اور شام والوں سے اِن کے ذریعے سے بلائیں دور کی جاتی ہیں۔

روایت کیا اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے۔

حدیث نمبر ۱۲– و عن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ و اصحابہ وسلم لا تسبوآ اھل الشام فان فیھم الابدال۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل شام کو گالی نہ دو بے شک ان میں ابدال ہیں۔

روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں۔

دنیا کے مختلف مقامات پر رجال الغیب کا قیام

حدیث نمبر ۱۳– و عن انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم قال بدلآءُ امتی اربعون رجلا اثنان و عشرون بالشام و ثمانیۃ عشر بالعراق کلمامات منھم واحد ابدل اللّٰہ مکانہ اٰخر فاذا جاء الامر قبضوا۔ رواہ روض الریاحین فی حکایات الصالحین عن جماعۃ من الایمۃ و رواہ الحکیم فی النوادر موقوفًا و رواہ ابن عدی فی الکامل۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے

ابدال چالیس ہیں، بائیس شام میں، اور اٹھارہ عراق میں جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے، تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرا مقرر فرما دیتا ہے، جب امر (قیامت) آئے گا۔ تو وہ سب قبض کیے جائیں گے۔

روایت کیا اس حدیث کو روض الریاحین فی حکایات الصالحین میں (صفحہ ۸) ائمہ کی ایک جماعت سے اور روایت کیا اس کو حکیم ترمذی نے نوادر الوصول میں موقوفاً (صفحہ ۶۹ مطبوعہ مصر) اور روایت کیا اس کو ابنِ عدی نے کامل میں۔

حدیث نمبر ۱۴۔ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ قال البدلآءُ بالشام و النجبآءُ بمصر و العصآئب بالعراق و النقبآءُ بخراسان والاوتاد بسائر الارض و الخضر علیہ السلام سید القوم۔ رواہ فی روض الریاحین۔

ترجمہ: حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا آپ نے ابدال شام میں اور نجباء مصر میں اور عصائب عراق میں اور نقباء خراسان میں اور اوتاد باقی زمین میں اور حضرت خضر علیہ السلام سب قوم کے سردار ہیں۔

روایت کیا اس کو روض الریاحین میں صفحہ ۸ مطبوعہ مصر ۱۳۰۷ھ مقدس نبوی۔ و نیز مطبوعہ ۱۳۲۴ھ صفحہ ۸۔

حدیث نمبر ۱۵۔ عن حذیفۃ بن الیمان قال الابدال بالشام و ھم اربعون ثلثون رجلا علی منھاج ابراھیم کلمامات رجل ابدل اللہ تعالیٰ مکانہ اخرو العصب بالعراق اربعون رجلا کلمامات رجل ابدل اللہ مکانہ اٰخر عشرون منھم علی اجتھاد عیسیٰ علیہ السلام و عشرون منھم قد اوتوا مزامیر ال داوٗد و العصب رجال یشبھون الابدال۔ رواہ الحکیم فی النوادر۔

ترجمہ: حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ابدال شام میں چالیس ہیں ان میں سے تیس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منہاج پر ہیں، جب کوئی انتقال فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا مقرر فرما دیتا ہے، اور عصب عراق میں چالیس آدمی ہیں، جب

البدلآء اربعون و الاخیار سبعة و العمد اربعةٌ و الغوث واحد فمسکن النقبآء المغرب و مسکن النجبآء مصر و مسکن الابدال الشام و الاخیار سیاحون فی الارض و العمد فی زوایا الارض و مسکن الغوث مکة فاذا عرضت الحاجة من امر العامة ابتهل فیها النقبآء م النجبآء ثم الابدال ثم الاخیار ثم العمد فان اجیبو و الا ابتهل الغوث فلا یتم مسئلته حتی تجاب دعوته (رواه الخطیب فی تاریخ بغداد کذافی المواهب)

ترجمہ: کتانی رحمۃ اللہ علیہ محدث روایت کرتے ہیں، کہ نقباء تین سو ہیں اور نجباء ستر ہیں اور ابدال چالیس ہیں اور خیار سات ہیں اور اوتاد چار ہیں، اور غوث ایک ہے، نقباء کا مسکن مغرب ہے، اور نجباء کا مصر، ابدال کا مسکن شام ہے، اور اخیار زمین میں سیاحت کرتے ہیں، اور اوتاد جہات اربعہ میں (یعنی ایک مشرق دوسرا مغرب تیسرا جنوب چوتھا شمال میں ہے) اور مسکن غوث (وہ قطب فرد جامع ہے) مکہ مکرّمہ زادہا اللہ تشریف وتعظیما ہے، جب امر عامہ سے کوئی حاجت پیش ہوتی ہے، تو نقباء خلوص دل سے دعا کرتے ہیں، پھر نجباء پھر ابدال، پھر اخیار پھر اوتاد اگر قبول ہو جائے تو فبہا ورنہ غوث دعاء مانگتے ہیں، حتیٰ کہ ان کی دعا، قبول کی جاتی ہے۔

روایت کیا اس کو خطیب نے اپنی کتاب تاریخ بغداد میں اسی طرح مواہب اللدنیہ مطبع شرقیہ مصر کی جلد اول کے صفحہ ۴۳۰ وغیرہ میں ہے اور نیز زرقانی جلد خامس مطبوعہ مطبع ازہریہ جلد پنجم کے صفحہ ۴۴۰ میں ہے۔

ابدالوں میں تیس مرد اور تیس خواتین ہیں

حدیث نمبر ۱۹–عن عبادة بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ و اصحابہٖ وسلم الابدال ثلثون رجلا قلوبھم علی قلب ابراھیم خلیل الرحمن کلمامات رجل ابدل اللہ مکانہٗ رجلاً۔ رواہ احمد۔

کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (زرقانی صفحہ ۳۹۷، الامن والعلی صفحہ ۲۴)

تین سو رجال الغیب انبیاء اور ملائکہ کے زیرِ سایہ رہتے ہیں

حدیث نمبر ۲۲- عن بن مسعود رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ان للہ تبارک و تعالیٰ فی الارض ثلثمائۃ رجل قلوبھم علی قلب اٰدم علیہ السلام و لہ اربعون قلوبھم علی قلب موسیٰ علیہ السلام و لہ سبعۃ قلوبھم علی قلب ابراھیم علیہ السلام و لہٗ خمسۃ قلوبھم علی قلب جبریل علیہ السلام و لہ ثلثۃ قلوبھم علی قلب میکائیل علیہ السلام و لہٗ واحد قلبہ علی قلب اسرافیل علیہ السلام فاذامات الواحد ابدل اللہ مکانہٗ من الثلثۃ و اذامات من الثلثۃ ابدل اللہ مکانہٗ من الخمسۃ و اذامات من الخمسۃ ابدل اللہ مکانہٗ من السبعۃ و اذامات من السبعۃ ابدل اللہ مکانہٗ من الاربعین و اذامات من الاربعین ابدل اللہ مکانہٗ من الثلثمائۃ و اذامات من الثلثمائۃ ابدل اللہ مکانہٗ من العامۃ فیھم یحی و یمیت و یمطر و ینبت و یدفع اللہ بھم البلاء من ھذہ الامۃ (رواہ فی روض الریاحین عن جماعۃ من الائمۃ و رواہ ابو نعیم کذا فی الزرقانی)

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ کے لیے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے دل قلب آدم علیہ السلام پر ہیں اور چالیس کے دل قلب موسیٰ اور سات کے دل ابراہیم اور پانچ کے قلب جبرئیل اور تین کے قلب میکائیل اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے، علیہم السلام جب ان میں ایک مرتا ہے، تین میں سے کوئی ایک قائم مقام ہوتا ہے، اور جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے، تو پانچ میں سے ان کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین انہیں (تین سو چھپن اولیاء) کے ذریعہ سے خلق کی حیات، موت، مینہ کا برسنا، نباتات کا اگنا، بلاؤں کا دفع ہونا، ہوا کرتا ہے۔ روایت کیا اس کو

روض الریاحین صفحہ (۸) میں جماعت ائمہ سے اور روایت کیا ابونعیم نے۔ (حلیہ میں اور ابن عساکر نے) اسی طرح زرقانی (شرح مواہب اللدنیہ) میں ہے۔ (الامن و العلی حدیث پندرہ)

حدیث نمبر ۲۳-و عن الخضر علیه السلام انه قال ثلثمائة هم الاولیآء و سبعون هم النجبآء و اربعون هم اوتاد الارض و عشرة هم النقبآء و سبعة هم العرفآء و ثلثة هم المختارون و واحد منهم هو الغوث رضی اللّٰه تعالٰی عنهم اجمعین۔ رواه فی روض الریاحین۔ (مصری صفحہ ۸ مطبع میمنہ)

ترجمہ: اور خضر علیہ السلام فرماتے ہیں، تین سو اولیاء ہیں، اور ستر نجباء اور چالیس اوتاد زمین اور دس نقباء اور سات عرفاء اور تین مختار اور ایک ان سے غوث ہے، راضی ہو اللہ تعالٰی ان سب سے روایت کیا اس کو روض الریاحین میں۔

حدیث شریف ۲۴-عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و اٰله و اصحابه وسلم لن تخلو الارض من ثلثین مثل ابراهیم خلیل الرحمٰن بهم تغاثون و بهم ترزقون و بهم تمطرون۔ رواه ابن حبان فی تاریخه (وسیلہ جلیلہ صفحہ ۱۱۴)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ خالی رہے گی زمین تیس اولیاء اللہ سے مثل ابراہیم خلیل الرحمٰن کے ان کے ذریعے فریاد کو پہنچتے ہو اور انہیں کی برکت سے رزق اور مینہ دیئے جاتے ہو، روایت کیا اس کو حبان نے اپنی تاریخ ثقات میں۔

ابدال کی خصوصیات

حدیث نمبر ۲۵-عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و اٰله وسلم خیار امتی فی کل قرن خمسمائةٍ و الابدال اربعون فلا الخمسمائة ینقصون و لا الاربعون کلما مات رجلٌ ابدل اللّٰه من الخمسمائة مکانه و

ادخل فی الاربعین مکانہ یعفون عمن ظلمھم و یحسنون الی من اسآء الیھم و یتواسون قیما اتاھم اللہ رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ۔

(اشعۃ اللمعات صفحہ ۷۵۷، زرقانی صفحہ ۳۹۸، مظاہر حق صفحہ ۲۲۹ جلد ۴)

چالیس رجال الغیب لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں

ترجمہ: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین امت سے ہر قرن میں پان سو آدمی ہیں، اور چالیس ابدال کبھی ان سے کم نہیں ہوتے، جب ابدال سے کوئی مرتا ہے، تو پانچ سو سے ایک ابدال میں بھرتی ہوتا ہے، عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں ان کے اعمال بتائیے، فرمایا، جو ان پر ظلم کرے، اس کو معاف کرتے ہیں، اور جو ان کے ساتھ برائی کرے اس سے احسان کرتے ہیں، اور اللہ کے دیئے ہوئے میں ایک دوسرے کی یاری اور مدد کرتے ہیں، روایت کیا (وسیلہ جلیلہ ۱۱۳) اس حدیث کو ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں (مرفوعاً) اور زرقانی میں۔

حدیث نمبر ۲۶- و عن مُعاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہٖ و اصحابہٖ وسلم ثلٰث من کن فیہ فھو من الابدال الرضآء بالقضآء و الصبر من محارم اللہ و الغضب فی ذات اللہ عزوجل (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس)

ترجمہ: معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں جس میں ہوں، وہ ابدال (کے گروہ) سے ہے۔

1- رضا بقضاء

2- محرمات الٰہی سے صبر

3- اللہ تعالیٰ کی ذات میں (اسی کے لیے) غصہ

روایت کیا اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں۔

رجال الغیب کی خوش عادات

حدیث نمبر۲۷– و عن ابی الدردآء انه قال ان للّٰه عباد یقال لهم الابدال لم یبلغوا ما بلغوا بکثرة الصوم و الصلوٰة و التخشع و حسن الحلیة و لکن بلغوا بصدق الورع وحسن النیة و سلامة الصدور و الرحمة لجمیع المسلمین اصطفاهم اللّٰه بعلمهٖ و استخلصهم لنفسه وهم اربعون رجلاً علٰی مثل قلب ابراهیم لا یموت الرجل منهم حتٰی یکون اللّٰه قد انشأ من یخلفهٗ۔ (رواهُ فی روض الریاحین)

ترجمہ: ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں، جن کو ابدال کہتے ہیں، وہ اس مرتبہ پر کثرت نمازوں اور روزوں اور خشوع سے نہیں پہنچے، لیکن وہ صدق ورع اور نیک نیتی، اور سلامتی صدور اور رحمت سے پہنچے، اللہ تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ کیا، اپنے علم سے اور خاص کرلیا اپنے نفس کے لیے اور وہ چالیس آدمی ہیں، ان میں سے کسی کا انتقال نہیں ہوتا، حتی کہ اللہ تعالیٰ اس کا خلیفہ پیدا نہیں فرمالیتا۔

(روایت کیا اس حدیث کو کتاب روض الریاحین صفحہ ۸ مطبوعہ مصر میں)

حدیث نمبر۲۸– عن ام سلمة عن النبی صلی اللّٰه علیه و اٰلهٖ و اصحابه وسلم قالت یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هاربًا الی مکة فیاتیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهو کارہ فیبایعونه بین الرکن و المقام و یبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیدآء بین مکة و المدینة فاذا رای الناس ذلك اتاه ابدال الشام و عصائب اهل العراق فیبایعونه ثم ینشأ رجل من قریش اخواله کلب فیبعث الیهم بعثًا فیظهرون علیهم و ذٰلك بعث کلب و یعمل فی الناس بسنة نبیهم و یلقی الاسلام

بجرانہٖ فی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی و یصلی علیه المسلمون۔

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: روایت ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس نے نقل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا واقع ہوگا، اختلاف نزدیک مرنے خلیفہ کے پس نکلے گا، ایک شخص اہل مدینہ میں سے درحالیکہ بھاگنے والا اور جانے والا ہوگا، طرف مکہ کے (اس لیے کہ وہ جائے امن ہے، ہر اس شخص کی، کہ پناہ پکڑے ساتھ اُس کے اور عبادت گاہ ہے، ہر شخص کا) پس آویں گے اس کے پاس لوگ اہل مکہ سے یعنی بعد ظاہر ہونے امر ان کے اور پہچاننے قدر ان کی کے پس نکالیں گے، ان کو یعنی گھر ان کے سے اور امام پکڑیں گے، ان کو بخواہش و الحاح حالانکہ ناراض ہوں گے، امامت سے بخوف فتنے کے، پس بیعت کریں گے، لوگ ان سے درمیان حجر اسود اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے، اور بھیجا جاوے گا، طرف اس شخص کے ایک لشکر شام سے یعنی بادشاہ کہ اس وقت میں شام میں ہوگا، ایک لشکر واسطے جنگ وقتال امام مہدی کے بھیجے گا، پس دھسایا جاوے گا وہ لشکر بیداء میں کہ نام ایک جگہ کا ہے، درمیان مکہ اور مدینہ کے، پس جب دیکھیں گے اور جانیں گے لوگ یہ حال اور سنیں گے خبر ہلاک ہونے سفیانی کی آویں گے، مہدی کے پاس ابدال ولایت شام سے اور جماعتیں اہل عراق سے پس بیعت کریں گے، وہ مہدی علیہ السلام سے پھر ظاہر ہوگا ایک مرد اور قریش سے مخالف مہدی کا ماموں اس کے یعنی ننھیال اس کی قبیلہ کلب سے ہوں گے (کہ ایک مشہور قبیلہ ہے عرب سے اور دحیہ کلبی اسی قبیلہ سے تھے) پس بھیجے گا وہ مرد بھی طرف مہدی علیہ السلام کے اور تابعون ان کے ایک لشکر اور مدد ڈھونڈھے گا، ننھیال اپنی سے کہ بنی کلب ہیں، پس غالب آویں گے، مہدی علیہ السلام اور تابع ان کے اِس لشکر پر اور یہ مذکور فتنہ لشکر کلب کا ہے، کہ یہ بھی علامت خروج مہدی سے ہے) اور امام مہدی لوگوں میں موافق سنت اور روش پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے کے کار کریں گے، کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ڈالے گا دین مسلمان گردن اپنی زمین پر (یعنی ثبات وقرار پاوے گا، جیسے کہ اونٹ جب بیٹھتا ہے، اور آرام پکڑتا ہے، تو پھیلا

دیتا ہے، گردن اپنی) پس ٹھیریں گے امام مہدی سات برس پھر وفات کیے جاویں گے وہ اور نماز پڑھیں گے، ان پر مسلمان۔ نقل کی یہ ابوداؤد نولکشوری ۱۲۹۳ھ نے صفحہ ۲۳۲ پر۔

ابدال کے اوصاف

حدیث نمبر ۲۹–عن الحسن قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہٖ وسلم ان بدلاء امتی لم یدخلوا الجنۃ بکثرۃ صوم ولا صلوۃ و لکن دخلوھا برحمۃ اللّٰہ و سلامۃ الصدور و سخاوۃ الانفس و الرحمۃ لجمیع المسلمین (رواہ الحکیم فی النوادر)

ترجمہ: حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا، اُنہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت کے ابدال کثرت نماز و روزوں سے بہشت میں داخل نہیں ہوں گے لیکن اللہ کی رحمت اور سلامتی قلوب اور سخاوت نفس اور اہل اسلام کے ساتھ رحم کرنے سے جنت میں داخل ہوں گے، روایت کیا اس حدیث کو حکیم ترمذی اور نوادر الوصول صفحہ ۷۰ میں۔

رسول اللہ کی امت کے غلاموں میں رجال الغیب

حدیث نمبر ۳۰–عن عطاءٍ مرسلاً قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ و اصحابہ وسلم الابدال من الموالی و لا یبغض الموالی الا منافق (رواہ الحاکم فی الکنیٰ)

ترجمہ: عطاء سے نقل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابدال موالی سے ہیں اور موالی کو سوائے منافق کے کوئی دشمن نہیں رکھتا، روایت کیا، اس کو حاکم نے کنی میں۔

(زرقانی جلد خامس صفحہ ۳۹۷)

حدیث نمبر ۳۱–عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہٖ و اصحابہٖ وسلم لا یزال اربعون رجلاً من امتی علٰی قلب ابراھیم یدفع اللّٰہ

بھم عن اھل الارض یقال لھم الابدال انھم لم یدرکوھا بصلٰوۃ ولا بصوم ولا بصدقۃٍ قال فبم ادرکوھا یا رسول اللّٰہ قال بالسخآء و النصیحۃ للمسلمین رواہ فی الحلیۃ کذافی المواھب اللدنیۃ علی منح المحمدیۃ)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا اُنہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ چالیس آدمی میری اُمت سے اوپر قلب ابراہیم علیہ السلام کے ہوں گے، زمین والوں سے ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ بلا دفع کرتا ہے، ان کو ابدال کہتے ہیں، اس درجہ کو اُنہوں نے نماز روزہ اور صدقہ سے حاصل نہیں کیا، عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ان کو یہ فضیلت کس چیز سے ملی، فرمایا سخاوت اور مسلمانوں کی خیر خواہی سے۔

(روایت کیا اس کو ابونعیم سے حلیۃ الاولیاء میں کذافی المواہب صفحہ ۴۳۰ جلد اول)

حدیث نمبر ۳۲-عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال الا وتاد ابنآء الکوفۃ۔ رواہ ابن عساکر کذافی الزرقانی و قال ای اصلھم لآ انھا مقرھم۔

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اوتاد بنائے کوفہ سے ہیں، روایت کیا اس کو ابن عساکر نے اسی طرح زرقانی شرح مواہب اللدنیہ صفحہ ۲۶۶ تا ۳۹۹ میں ہے، اور کہا ہے، کہ اصل ان کی کوفہ ہے نہ ٹھکانا اِن کا۔

ابدال سابقون اور برگزیدہ افراد ہوتے ہیں

حدیث نمبر ۳۳-عن البرآء بن عازبٍ رضی اللّٰہ عنہ انہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہٖ وسلم ان للّٰہ خواص یسکنھم الرفیع من الجنان کانوا اعقل الناس قال قلنا یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و اٰلہٖ وسلم فکیف کانوا اعقلُ الناس قال کان ھمتھم المسابقۃ الٰی ربھم عزوجل و المسارعۃ الٰی ما یرضیہ و زھدوا فی الدنیا و فی فضولھا و فی ریاستھا و نعیمھا فھانت علیھم فصبروا قلیلًا و استراحوا طویلا (رواہ فی روض الریاحین)

قال فی کل قرن من امتی سابقون و ھم البدلآء الصدیقون بھم یسقون و بھم یرزقون و بھم یدفع البلاء عن اھل الآرض (رواہ الحکیم الترمذی)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا آپ نے میری اُمت میں ہر زمانے میں سبقت لے جانے والے ہیں، اور وہ بدلاء صدیق ہیں، انہیں کی بدولت مینہ برسائے جاتے ہیں اوران کی برکت سے روزی دیئے جاتے ہیں، اور اُنہیں کے ذریعے زمین والوں سے بلائیں دفع کی جاتی ہیں، روایت کیا اس حدیث کو حکیم ترمذی نے۔

حدیث نمبر۳۷-عن عآئشة رضی اللہ عنھا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم انہ قال طوبیٰ للسابقین الیٰ ظل اللہ قیل من ھم یا رسول اللہ قال الذین اذآ اعطوا الحق قبلوا و اذا سئلوا بذلوہ و الذین یحکمون للناس بحکمھم لانفسھم- رواہ الحکیم فی النوادر-

سابقون کی عادات

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری ہے، سابقون کے لیے، طرف سایہ الٰہی کے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون لوگ ہیں، فرمایا وہ، وہ لوگ ہیں، جب حق دیئے جاتے ہیں، تو قبول کر لیتے ہیں، اور جب سوال کیے جاتے ہیں، تو خرچ کرتے ہیں، اور وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے لیے وہی حکم کرتے ہیں جو اپنے لیے کرتے ہیں، روایت کیا اس کو حکیم نے نوادر میں۔

حدیث نمبر۳۸-عن ابی امامة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم صفوة اللہ فی ارضہ الشام و فیھا صفوتہٗ من خلقہٖ و عبادہٖ و لید خلن الجنة من امتی ثلثة لا حساب علیھم ولا عذاب (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ زمینوں سے شام ہے، اور اس میں اس کی خلقت اور بندوں سے برگزیدہ

لوگ ہیں، اور وہ ضرور ضرور داخل ہوں گے، جنت میں میری اُمت سے ایک گروہ جن پر عذاب وحساب نہیں، روایت کیا اس کو طبرانی نے۔

امت رسول کے لیے دعا کرنے والا ابدال کے مقام فائز ہوتا ہے

حدیث نمبر۳۹- عن معروف الکرخی قال من قال "اللّٰھم ارحم امة محمد" فی کل یوم کتبه اللّٰه من الابدال۔ (رواہ فی المواھب)

ترجمہ: معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جو شخص ہر روز (یہ دعا پڑھے) اے اللہ امت محمد پر رحم فرما، اللہ تعالیٰ اس کو ابدال میں لکھ دے گا۔ روایت کیا اس کو مواہب۔

(جلد اول صفحہ ۴۳۰، زرقانی صفحہ ۴۴۰)

حدیث نمبر۴۰- و عنه قال من قال فی کل یوم عشر مراتٍ "اللّٰھم اصلح امة محمد اللّٰھم فرج عن امة محمد اللّٰھم ارحم امة محمد" کتب من الابدال (رواہ فی الحلیة کذافی المواھب) (زرقانی صفحہ ۴۰۰)

ترجمہ: حضرت معروف کرخی فرماتے ہیں، جو شخص ہر روز دس بار یہ دعا (پڑھے) اے اللہ امۃ محمد کی اصلاح کر، اے اللہ امت محمد سے غم دُور کر، اے اللہ اُمت محمد پر رحم کر، تو وہ ابدال میں لکھا جائے گا۔

حدیث نمبر۴۱- عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و اٰله وسلم من استغفر للمؤمنین و المؤمنات کل یوم سبعا و عشرین مرة کان من الذین یستجاب لھم یرزق بھم اھل الارض (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص مومن مردوں اور عورتوں کے لیے ہر روز ستائیس بار استغفار کرے وہ مستجاب الدعوات لوگوں سے ہو جائے گا، جن کی برکت سے اہل زمین کو روزی پہنچائی جاتی ہے۔ (روایت کیا اس کو طبرانی نے)

قطب الارشاد اور قطب الاقطاب

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

کی مجالس میں حضرات رجال الغیب کی حاضری

کرتے رہے اور لوگوں کو ہدایت کی راہوں پر چلاتے رہے۔

قلائد الجواہر کے مصنف آپ کی زندگی کے ابتدائی حالات آپ کی زبانی نقل فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

"میں عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں پچیس برس اس طرح پھرتا رہا کہ نہ مجھے کوئی پہچانتا اور نہ میں کسی کو جانتا تھا۔ ہاں اس دوران میرے پاس جنات کے لشکروں کے لشکر آتے۔ اور پھر رجال الغیب دنیا کے گوشے گوشے سے میرے پاس آ بیٹھتے۔ اور وقت گزارتے، باتیں کرتے، اپنے احوال بیان کرتے اور میری باتوں سے بہت کچھ حاصل کر کے چلے جاتے۔ اسی دوران حضرت خضر علیہ السلام میرے رفیقِ تنہائی ہی نہیں رفیقِ سفر بن گئے۔ اگرچہ میں ان سے واقف نہیں تھا۔ اور وہ بھی ایک عرصہ تک اپنا تعارف کرانے سے گریز کرتے رہے۔ مگر میں نے ان سے ایک معاہدہ کر لیا کہ میں ان کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کروں گا اور نہ ہی ان کے کسی ارشاد کی مخالفت کروں گا"۔

جنگلوں اور بیابانوں کی تنہائیوں سے نکل کر آپ شہر میں آ گئے اور اس طرح حضرت غوث اعظم نے بغداد شریف کو اپنا مسکن بنا لیا اور اپنی مسجد کو دارالارشاد بنا لیا۔ وقت کے علماء و مشائخ آپ کے ارشادات سننے کے لیے جمع ہونے لگے۔ نوبت بایں جا رسید کہ بغداد شہر کے علاوہ سارے عراق کے مشائخ اور علماء آپ کی مجالس میں آنے لگے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مشرق و مغرب کے گوشے گوشے سے لوگ چل کر آپ کی مجلس میں حاضر ہونے لگے۔

اب وقت آیا کہ ظاہر اولیائے وقت اور علمائے عصر کے علاوہ دنیا بھر سے رجال الغیب دور دراز سے پرواز کرتے بغداد پہنچنے لگے جن دنوں آپ نے اللہ کے حکم سے

قدمی هٰذه علی رقبة کل ولی اللہ

کا اعلان فرمایا تو اس دن آپ کے دارالارشاد میں علماء و مشائخ کے علاوہ ستر ہزار

رجال الغیب موجود تھے۔ جو جگہ نہ ملنے کی وجہ سے آسمانوں کی بلندیوں میں قطار در قطار کھڑے نظر آتے۔ جب یہ اعلان فرمایا تو تمام حاضرین مجلس نے جن میں مشائخ اور رجال الغیب تھے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ بلکہ دور دراز علاقوں میں جہاں جہاں اولیاء اللہ اور رجال الغیب موجود تھے انہوں نے بھی اپنی گردنیں جھکا دیں۔ بعض نے تو گردن جھکا کر علیٰ راسی و عینی کہہ کر لبیک کہا۔

گردنیں جھک گئیں، سر بچھ گئے، دل ٹوٹ گئے
کشفِ ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں میرے آقا تیرا

بقسم کہتے ہیں شاہانِ صریفین و حریم
کہ ہوا ہے نہ ولی ہو کوئی ہمتا تیرا

شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ محمد الخضر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دن حضرت غوث پاک کی مجلس میں آگئے تھے ان کے دل میں خیال آیا۔ یہاں مجھے کوئی رجال الغیب میں سے نظر نہیں آرہا کیا اچھا ہو شیخ احمد رفاعی جو رجال الغیب میں ممتاز ہیں۔ ان کی زیارت ہو جائے۔ حضور غوثِ اعظم نے ان کی خواہش کو بھانپ لیا اور کہا وہ دیکھو حضرت شیخ احمد رفاعی آرہے ہیں۔ آنکھ اٹھا کر دیکھا تو حضرت رفاعی جناب غوثِ پاک کے دائیں ہاتھ کھڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا جناب غوث الاعظم کی زیارت کے بعد میری زیارت کی کیا حاجت ہے! میں خود ان کی زیارت کو حاضر ہوتا ہوں۔ وہ تو غوث الاغواث ہیں قطب الاقطاب ہیں قطب الارشاد ہیں۔

اصفہان کی ایک عارفہ:

ایک دن آپ منبر پر جلوہ فرما تھے تقریر کے دوران آپ کے عمامہ کا ایک پلہ کھل گیا۔ حاضرین مجلس نے ازراہِ ادب اپنے اپنے عماموں کے پلے کھول دیئے بعض نے اپنے عمامے اتار کر آپ کے منبر کے نیچے پھینک دیے۔ مجلس ختم ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا اپنے اپنے عمامے اٹھالو۔ عمامے اٹھالیے گئے سب کو دے دیئے مگر ایک پٹکا بچ گیا۔ آپ نے اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ مگر دیکھتے دیکھتے وہ پٹکا آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ لوگ حیران تھے۔ آپ نے فرمایا ہماری ایک بہن عارفہ کاملہ (رجال الغیب) میں سے ہے، اصفہان میں رہتی ہے جب اہلِ مجلس نے اپنے عمامے پھینکے تو اس نے اصفہان میں بیٹھے بیٹھے اپنا دوپٹہ پھینک دیا۔ اب یہ دوپٹہ اس نے ہاتھ بڑھا کر میرے کندھے سے اٹھالیا۔ (زبدۃ الآثار صفحہ ۷۵)

غوثِ پاک کی مجالس میں رجال الغیب:

مشائخ کرام نے اپنی تصانیف میں شیخ ابوالحسن طنطنہ بغدادی، کی ایک روایت نقل کی ہے ''مَیں نے ایک ضروری کام کے لیے سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے گھر میں چند روز قیام کیا۔ مَیں اکثر رات بیدار رہتا۔ حضرت کو کوئی ضرورت پیش آتی تو خدمت کے لیے حاضر ہوتا ایک رات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اٹھے۔ گھر سے باہر نکلے اور تن تنہا اپنے مدرسہ کی طرف چل پڑے مَیں آپ کے وضو کے لیے پانی کا لوٹا لیے آپ کے پیچھے ہولیا۔ میں نے دیکھا کہ مدرسے کا دروازہ خود بخود کھل گیا ہے۔ مَیں بھی آپ کے پیچھے چلتا رہا۔ ہم دونوں چلتے گئے بغداد شہر کے بیرونی دروازے پر جا پہنچے یہ دروازہ بھی خود بخود کھل گیا۔ ہم باہر نکلے تو دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ ہم تھوڑا فاصلہ چلے تھے کہ ایک شہر نظر آیا۔ ہم ایک مکان کی طرف بڑھے۔ وہ گھر ایک سرائے کی طرح نظر آتا تھا۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ چھ آدمی بیٹھے تھے حضرت

توان سے باتیں کرنے لگے مگر میں دیوار کی اوٹ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ مجھے کسی کے رونے کی آواز آئی پھر وہ آواز خود بخود رک گئی ایک شخص نکلا اور جدھر سے رونے کی آواز آ رہی تھی ادھر گیا میں نے دیکھا کہ وہ شخص ایک آدمی کو اپنی گردن پر اٹھائے لا رہا ہے۔ ایک اور شخص ننگے سر لمبے بالوں والا وہاں بٹھا لیا گیا جسے اٹھا کر حضرت سیدنا غوث الاعظم کے پاس لے آئے اور سامنے بٹھا کر اس کے لمبے لمبے بال اور مونچھیں کاٹ دیں اور پھر اس کو نہلا دھلا کر عمدہ لباس پہنا دیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو اس مرنے والے ابدال کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے جس کا رات انتقال ہوا تھا۔ تمام لوگوں نے تصدیق کی اور شہادت دی۔ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ باہر نکلے ان لوگوں کو وہیں چھوڑ دیا میں بھی حضرت کے پیچھے پیچھے آ گیا ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ہم بغداد کے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں۔ دروازہ کھل گیا ہم اپنے مدرسے کی طرف آ گئے مدرسے کا دروازہ بھی کھل گیا تو ہم اپنے گھر آ گئے۔

صبح ہوئی تو میں حضرت شیخ کے پاس آ بیٹھا۔ میں تھکا ہوا تھا۔ کچھ پڑھنا چاہا مگر میری زبان پر کوئی حرف نہ آیا۔ دراصل مجھے رات کے واقعہ کی ہیبت نے دہشت زدہ کر دیا تھا۔ حضرت نے فرمایا بیٹا! یہ الفاظ پڑھو تاکہ تمہیں کوئی غم و فکر نہ رہے۔ میں نے پوچھا حضرت رات آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا ہم بغداد سے چل کر نہاوند چلے گئے تھے۔ اور جن چھ افراد کو رات تم نے دیکھا تھا وہ دراصل ابدال تھے ان میں سے ایک آدمی فوت ہو گیا تھا اور جس شخص نے ایک شخص کو کندھے پر اٹھا رکھا تھا وہ ابوالحسن حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جن لوگوں کو میں نے گواہ بنایا تھا وہ قسطنطنیہ کے رہنے والے تھے۔ لیکن جس کے سر کے بال کاٹے گئے مونچھیں کاٹ دی گئیں وہ مصر کا رہنے والا ایک نصرانی تھا۔ اسے کلمہ پڑھایا گیا مونچھیں اور سر کے بال کاٹ دیئے گئے اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد خوبصورت لباس پہنا تو مجھے حکم ہوا کہ مرنے والے ابدال کی جگہ اسے سرفراز کیا جائے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے اس شخص کی اتنی

نیکیاں تھیں کہ حساب میں نہیں آتی تھیں۔ پھر اس نے ساری زندگی اللہ کی مخلوق کی خدمت میں گزار دی تھی۔ اللہ نے اسے اسلام لانے کی توفیق دی پھر مجھے حکم دیا کہ اسے ابدال کا عہدہ دے دیا جائے۔ اب وہ ابدالوں کی جماعت میں ہے۔

سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا میری زندگی میں اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ (زبدۃ الآثار صفحہ 92 تا 93)

حضرت غوثِ اعظم کا رجال الغیب کی ایک محفل میں خطاب:

حافظ ابوزرع طاہر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضور غوث پاک کی ایک مجلس میں آپ کو خطاب کرتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا آج میرا خطاب ان لوگوں کے لیے ہے جو کوہ قاف کے رہنے والے ہیں۔ جو ہواؤں اور فضاؤں میں پرواز کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان کے قلوب اللہ کی بارگاہِ قدس میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ جہاں جاتے ہیں ان کے کان میرے خطاب پر لگے ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آج وہ میرا خطاب سنیں تو لقائے خداوندی کے شوق میں ان کے دامن اور ٹوپیاں جل اٹھیں۔

آپ یہ فرما رہے تھے کہ آپ کے بیٹے سید عبدالرزاق جو آپ کے منبر کے پاس آپ کے قدموں میں بیٹھے ہوئے تھے ان کی ٹوپی اور پیراہن کو آگ لگ گئی۔ گھبرا کر اٹھے مگر ان پر غشی طاری ہوگئی حضور غوث اعظم منبر سے نیچے اترے۔ آگ بجھائی بیٹے کو تسلی دی اور فرمایا "عبدالرزاق یہ رجال الغیب کی مجلس ہے تم اپنا خیال کرو! لیکن آج سے تم بھی رجال الغیب کی جماعت میں شامل ہو گئے ہو"۔

مجلس کے بعد لوگوں نے سید عبدالرزاق سے پوچھا آپ کو کیا ہو گیا تھا۔ آپ نے بتایا کہ مَیں نے دیکھا کہ ہزاروں رجال الغیب سر جھکائے آپ کا خطاب سن رہے ہیں ان کے دامن جل رہے ہیں کپڑوں کو آگ لگی ہوئی ہے مگر اُن کو کوئی پروا نہیں مگر مَیں دیکھ رہا تھا کوئی گرتا ہے کوئی چلاتا ہے مگر بیان سننے میں منہمک ہے۔ مَیں یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ (غوث الاغیاث صفحہ 256 بحوالہ قلائد الجواہر)

شیخ ابی محمد قاسم بن عبید بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے بتایا کہ وہ اس وقت کے ''فرد احباب'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی ولی اللہ کو مرتبۂ عالی عطا نہیں فرماتا جب تک حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کو منظور نہ ہو۔ کسی مقرب ولی اللہ کو اس وقت تک بزرگی نہیں دی جاسکتی، جب تک وہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بزرگی کا اعتراف نہ کرلے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک اپنا ولی نہیں بناتا جب تک اُس کے سینہ میں حضرت غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا ادب بدرجۂ اتم موجود نہ ہو۔

شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ میں حضرت خضر علیہ اسلام کو تین سال تک ملتا رہا۔ ایک روز میں نے آپ سے مشرق و مغرب کے مشائخ کے متعلق گفتگو کی اور اس سلسلہ میں سیدنا شیخ عبدالقادر کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا: وہ صدیقوں کے امام ہیں۔ عارفین کے لے محبت ہیں اور معرفت ہیں روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ میں ان کی شان بڑی نادر اور باکمال ہے۔ اولیاءِ کرام کے درمیان ایک بھی ایسی شخصیت نہیں جس کا مقام جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ سے بلند ہو۔ میں بھی جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ کے بلند مقام کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں نے خضر علیہ السلام سے اس سے زیادہ تعریف کسی ولی کے حق میں نہیں سنی تھی۔

جنابِ غوث پاک کی دنیا بھر کے اولیاء اللہ پر نظر:

امام ابوبکر عبدالعزیز جو سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے نے بیان کیا ہے کہ مجھے شیخ قدوہ ابوالحسن علی بن ہیتی رحمہ اللہ نے بتایا تھا کہ جب میرے والد مکرم منبر پر بیٹھتے اور الحمد للہ کہتے تو زمین کے تمام اولیاء اللہ خاموش ہو جاتے۔ خواہ وہ مجلس میں موجود ہوتے یا مجلس سے دور ہوتے تھے انہیں ادباً خاموشی اختیار کرنا پڑتی تھی۔ آپ مکرراً الحمد للہ کہتے اور خاموش ہوتے تو اولیاء اللہ اور فرشتے آپ کی مجلس میں جمع ہو جاتے لیکن ہزاروں اولیاء اللہ اور رجال الغیب ویسے بھی مجلس بس شریک

رہتے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتے تھے۔ اُن اَن دیکھے حضرات کی تعداد نظر آنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہوتی تھی۔ اس مجلس میں تمام حاضرین پر رحمتِ خداوندی کی بارش ہوتی جو احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتی۔

جنابِ غوث پاک رجال الغیب کو خلعتیں عطا فرماتے ہیں:

شیخ ابو حفص عمر بن حسین بن عطسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مجھے سیدنا عبد القادر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! میری مجلس سے دور نہ رہا کرو کیونکہ یہاں خلعتِ ولایت تقسیم ہوتی رہتی ہیں۔ وہ لوگ بڑے بد قسمت ہیں جو اس مجلس سے محروم رہتے ہیں۔ عمر بیان کرتے ہیں مجھے مجلس میں حاضر ہوتے عرصہ گزر گیا۔ ایک بار مجلس میں بیٹھے ہی مجھے نیند آگئی اور خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ہزاروں سرخ اور سبز خلعتیں اُتر رہی ہیں اور حاضرینِ مجلس کو پہنائی جا رہی ہیں میں دہشت زدہ ہو کر اُٹھا اور چلاّنے ہی لگا تھا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا! خاموش رہو۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ! یہ سارے رجال الغیب ہیں اور یہ چادریں ان کے انعامات ہیں۔

سابقہ رجال الغیب کی دربارِ غوثِ اعظم میں حاضری:

ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آپ کے سامنے بیٹھا تھا، مجھے نور کی قندیل کی طرح کی ایک چیز دکھائی دی، جو آسمان سے اتر رہی تھی اور جناب شیخ کے منہ کے قریب ہو کر آسمان کو لوٹ گئی۔ ایسا واقعہ تین بار دیکھا تو میں گھبرا کر کھڑا ہو گیا تاکہ میں لوگوں کو بتا سکوں۔ لیکن حضرت نے مجھے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ اور مجلس کے آداب کو برقرار رکھو''۔ میں بیٹھ گیا۔ مگر آپ کی زندگی میں میں نے کبھی کسی سے یہ واقعہ بیان نہیں کیا۔ یہ دراصل رجال الغیب کا وہ روحانی کارواں تھا جو آپ سے کئی سال پہلے وصال پا چکے تھے۔

شیخ عبد اللہ محمد بن خضر حسینی موصلی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے

سُنا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔ سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں طرح طرح کے علوم پر گفتگو فرمایا کرتے تھے آپ کی شخصی عظمت کے پیشِ نظر کوئی بھی مجلس میں نہ انگڑائی لیتا نہ ہی کھنکارتا تھا اور نہ ہی کلام کرتا تھا۔ جب غوثِ پاک رضی اللہ عنہ فرماتے: ''قال تو ہو چکا اب حال کی طرف آیئے''۔ تو لوگوں میں اضطراب اور جوش رونما ہوتا اور لوگوں میں حال اور پیچ و تاب ظاہر ہونے لگتا۔ یہ بات آپ کی کرامات میں سے ہے۔ آپ کی مجلس سے دُور کے لوگ بھی آپ کے وعظ سے ویسے ہی محظوظ ہوتے جیسے قریب والے۔ آپ کی نگاہ اہلِ مجلس کے دلوں پر ہوتی اور کشف الصدور کی روشنی میں دلوں کی اصلاح فرماتے تھے۔ جب آپ منبر پر کھڑے ہونے لگتے تو حاضرین بھی کھڑے ہو جاتے۔ جب آپ فرماتے: خاموش! تو ایک سکوت طاری ہو جاتا تھا حتیٰ کہ لوگوں کے سانس کی آواز سنائی دیتی۔ بعض حاضرینِ مجلس جب اپنے ہاتھ فرش پر رکھتے تو ایسے لوگوں پر گر پڑتے جو بظاہر نظر نہیں آتے تھے۔ کبھی کبھی آپ کے وعظ کے وقت فضا سے رونے کی آوازیں آتی تھیں۔ آپ بعض لوگوں کو دورانِ وعظ فرماتے کہ میرے نزدیک نہ بیٹھو، کیونکہ یہ مقامِ ولایت ہے، یہ مدارج کی جگہ ہے۔ اے توبہ کے طلبگارو! تم آگے آجاؤ۔ اور اے عفو کے خریدارو! بسم اللہ، آگے آجاؤ۔ اے خلوص کے جویاؤ! بسم اللہ، آگے آجاؤ۔ ہر ہفتے، ہر ماہ یا ہر سال یا کم از کم ساری عمر میں ایک بار ہی میری مجلس میں آجایا کرو اور ہزاروں چیزیں لے جاؤ گے۔ اے ہزاروں سال سفر کرنے والو! میرے پاس آکر ایک بات ہی سُن لو۔ جب تم میرے پاس آؤ تو ریاکاری، زہد و تقویٰ کے غرور کو اپنے دل سے نکال دو اور جو کچھ میرے پاس ہے اپنے لیے حاصل کر لو۔ میری مجلس میں خاصانِ خدا، اولیاء اللہ اور رجال الغیب تشریف لاتے ہیں۔ اللہ نے آج تک جو پیغمبر یا ولی پیدا فرمایا ہے میری مجلس میں زندہ مع الجسم اور واصل مع الروح آتا ہے۔

جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مراتب:

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَیں مردِ خدا ہوں کہ میری تلوار ننگی ہے اور میری کمان عین نشانے پر ہے۔ میرا تیر نشست پر ہے۔ میرے نیزے صحیح مقام پر مار کرتے ہیں۔ میرا گھوڑا چاک وچوبند ہے۔ مَیں اللہ کی آگ (نارُ اللہ) ہُوں۔ مَیں لوگوں کے احوال سلب کر لیتا ہوں۔ مَیں ایسا بحرِ بیکراں ہوں جس کا کوئی ساحل نہیں۔ مَیں اپنے آپ سے ماوراء گفتگو کرتا ہوں۔ مجھے اللہ نے اپنی نگاہِ خاص میں رکھا ہے۔ مجھے اللہ نے اپنے خاص ملاحظہ میں رکھا ہے۔ اے روزہ دارو! اے شب بیدارو! اے پہاڑ والو! تمہارے صومعے زمیں بوس ہو جائیں گے، میرا حکم جو اللہ کی طرف سے ہے قبول کر لو۔ اے دُخترانِ وقت! اے ابدال و اطفالِ زمانہ! آؤ اور وہ سمندر دیکھو جس کا کوئی ساحل نہیں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ میرے سامنے نیک بخت اور بد بخت پیش کیے جاتے ہیں مجھے قسم ہے لوح محفوظ ہمیشہ میری نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے مَیں دریائے علومِ الٰہی کا غواص ہوں۔ میرا مشاہدہ ہی محبتِ الٰہی ہے۔ مَیں لوگوں کے لیے اللہ کی حجت ہوں۔ مَیں نائبِ رسولِ خدا ہوں۔ مَیں اس زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں انسانوں اور جنوں میں مشائخ ہوتے ہیں۔ فرشتوں میں بھی مشائخ ہیں۔ مگر مَیں ان سب کا شیخ الکل ہوں۔ میری مرض موت اور میری اولاد اور تمہاری مرض موت میں زمین وآسمان کا فاصلہ ہے۔ مجھے دوسروں پر قیاس نہ کرو اور نہ دوسرے مجھے اپنے آپ پر قیاس کریں۔ اے مشرق والو! اے مغرب والو! اے زمین والو! اور اے آسمان والو! مجھے اللہ نے کہا ہے کہ مَیں وہ چیزیں رکھتا ہوں جو تم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔ مجھے ہر روز ستر بار حکم دیا جاتا ہے کہ یہ کام کرو، ایسا کرو۔ اے عبد القادر! تمہیں میری قسم ہے یہ چیز پی لو۔ تمہیں میری قسم ہے یہ چیز کھا لو۔ مَیں تم سے باتیں کرتا ہوں اور امن میں رکھتا ہوں۔ (زبدۃ الآثار)

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا

کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

"میں نے خدا تعالیٰ کے تمام شہروں کی طرف دیکھا، تو وہ سب مل کر رائی کے دانہ کے برابر تھے"۔

طُوْبُوْلِیْ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ

وَشَاءُوْسُ السَّعَادَۃِ قَدْ بَدَالِیْ

"میرے نام کے ڈنکے زمین و آسمان میں بجائے جاتے ہیں اور نیک بختی کے نگہبان و نقیب میرے لیے ظاہر ہو رہے ہیں"۔
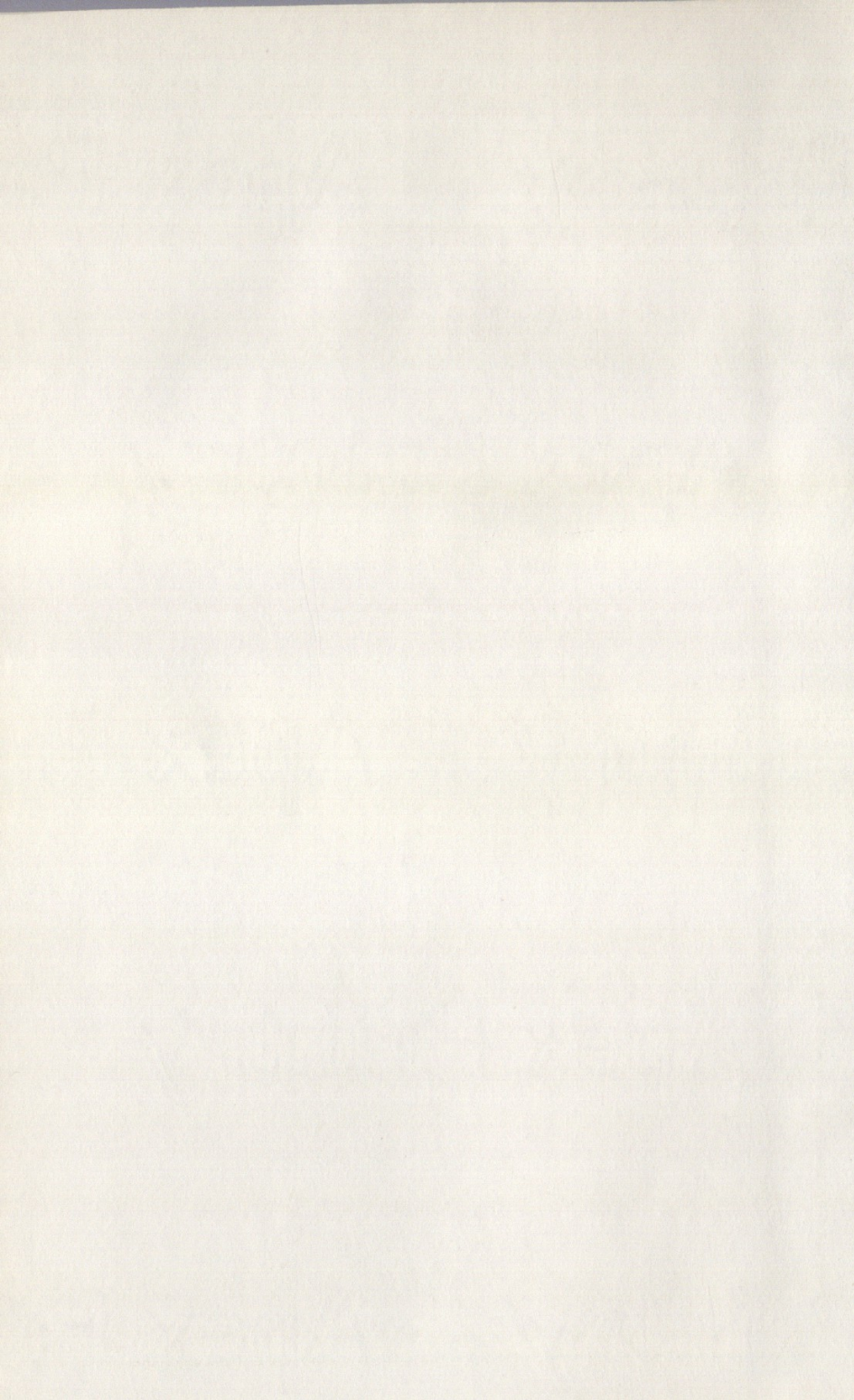
رجال الغیب کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی مشکلات دُور کرنے کے لیے اپنے ''خاص بندوں'' کا ایک ایسا لشکر تیار کیا ہے جو دنیا کے گوشے گوشے تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ لوگ نہ تو دنیا کے کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں اور نہ ہی تجارت و زراعت میں حصہ لیتے ہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کیلئے مامور ہیں اور لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں۔ انہیں ''رجال الغیب'' ''اولیائے مستورین'' ''عباد اللہ'' کہا جاتا ہے۔ رجال الغیب کا ایک اپنا وسیع جہان ہے' ایک خفیہ نظام ہے یہ ایک نہ نظر آنے والی دنیا ہے۔ اس دنیا میں غوث ہیں' قطب ہیں' ابدال ہیں' اوتاد ہیں' افراد ہیں اور ابرار ہیں۔ پھر ان رجال الغیب کے مختلف مناصب' مقامات اور درجات ہیں جو اپنے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے کام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کی دعاؤں سے بادل برستے ہیں' کھیتیاں سرسبز ہوتی ہیں' بحر و بر کی رونقیں ہوتی ہیں۔ پھر کائنات ارضی پر ہونے والے انقلابات انہی کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق خفیہ امور سرانجام دیتے ہیں اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرتے ہیں۔ اگر وہ ذرہ بھر غافل ہو جائیں تو نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔

ہم نے زیرِ مطالعہ کتاب ''رجال الغیب'' میں ایسے مردانِ مستورین کے احوال و مقامات پر روشنی ڈالی ہے' اُن کے مناقب و مراتب کی نشاندہی کی ہے۔ ان کی نظر نہ آنے والی دنیا کو سامنے لایا گیا ہے۔ آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو ایک ''جہانِ دگر'' نظر آئے گا۔ جس میں اقطاب' اغواث' ابدال اور افراد کے روشن چہرے نظر آئیں گے۔ ان ''رجال الغیب'' سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقاتیں' اقطابِ عالم کے شب و روز اور ابدال و اوتاد کی خفیہ خدمات کا تذکرہ بھی سامنے آئے گا۔ آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو آپ دنیائے تصوف کے عرفانی سمندروں کے اُن یواقیت و جواہر کی روشنیاں پائیں گے جو آپ کے دلوں کو روشن کر دیں گی اور ان مردانِ خدا کی ملاقات کے لیے آپ کے دل و دماغ بے تاب ہو جائیں گے۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی